فتح الله الأحد

بتوضيح

الأدب المفرد

لمحمد بن إسماعيل الإمام البخاري رح ٢٥٦ھ

جلد دوم

از افادات

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

سابق صدر مفتی حال شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل

ناشر

مکتبہ محمودیہ محمود نگر ڈابھیل

فتح الله الأحد

بتوضيح

الأدب المفرد

لمحمد بن إسماعيل الإمام البخاري رح ٢٥٦ھ

جلد دوم

از افادات

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل

مکتبۂ محمودیہ محمود نگر، ڈابھیل، گجرات
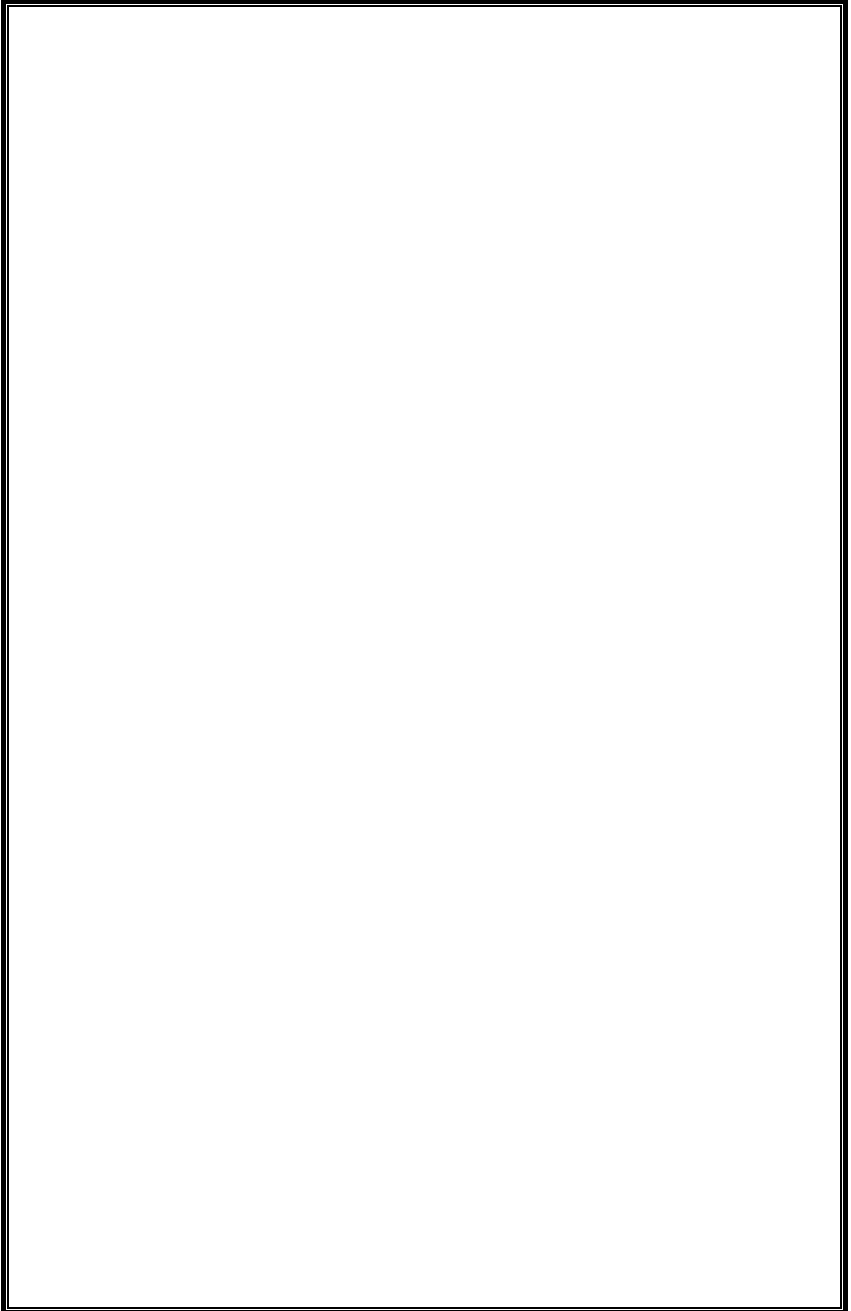
فہرست

بَابُ مَنْ دَعَا لِصَاحِبِهِ أَنْ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَه

۸۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رضي الله تعالیٰ عنه وعنهم قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، وَمَا هُوَ إِلَّا أَنَا وَأُمِّي وَأُمُّ حَرَامٍ خَالَتِي، إِذْ دَخَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ لَنَا: "أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ؟" وَذَاكَ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلَاةٍ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: فَأَيْنَ جَعَلَ أَنَسًا مِنْهُ؟ فَقَالَ: جَعَلَهُ عَنْ يَمِينِهِ؟ ثُمَّ صَلَّى بِنَا، ثُمَّ دَعَا لَنَا - أَهْلَ الْبَيْتِ - بِكُلِّ خَيْرٍ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، فَقَالَتْ أُمِّي: يَا رَسُولَ اللهِ، خُوَيْدِمُكَ، ادْعُ اللهَ لَهُ، فَدَعَا لِي بِكُلِّ خَيْرٍ، كَانَ فِي آخِرِ دُعَائِهِ أَنْ قَالَ: "اللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ، وَبَارِكْ لَهُ".

اپنے ساتھی کے لیے مال اور اولاد کی زیادتی کی دعا کرنا

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حاضر ہوا اور وہاں میں، میری ماں اور میری خالہ ام حرام رضی اللہ عنہا تھیں، جس وقت ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پہنچے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں موجود نہیں تھے، بس اچانک نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ہم لوگوں سے فرمایا کہ میں تم کو نماز نہ پڑھاؤں؟ حالانکہ یہ کسی فرض نماز کا وقت نہیں تھا، کسی شخص نے اس روایت کے راوی حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نماز کے دوران حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کہاں کھڑا کیا تھا؟ تو جواب میں حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی داہنی جانب کھڑا کیا تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور سب گھر والوں کے لیے دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد میری والدہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول!

یہ آپ کا چھوٹا سا خادم انس موجود ہے، آپ اس کے لیے دعا فرما دیجیے (یعنی الگ سے خاص دعا کر دیجیے) چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے میرے لیے بھی دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی کی دعا کی اور آپ کی دعا کے آخر میں یہ جملے بھی تھے کہ اے اللہ! اس کے مال میں اور اولاد میں اضافہ فرما اور اس میں برکت دے۔

تشریح: شراح حدیث نے لکھا ہے کہ جب ہم کسی کے لیے مال اور اولاد کی دعا کریں تو مال اور اولاد میں اضافہ کی دعا کے ساتھ اس میں برکت کی دعا بھی کرنی چاہیے، اس لیے کہ مال اور اولاد میں اضافہ آدمی کے لیے اسی وقت مفید ہوگا جب کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت بھی رکھی جائے گی۔

بَابُ الْوَالِدَاتُ رَحِيمَاتٌ

٨٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ فَضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَأَعْطَتْهَا عَائِشَةُ ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ، فَأَعْطَتْ كُلَّ صَبِيٍّ لَهَا تَمْرَةً، وَأَمْسَكَتْ لِنَفْسِهَا تَمْرَةً، فَأَكَلَ الصِّبْيَانُ التَّمْرَتَيْنِ وَنَظَرَا إِلَى أُمِّهِمَا، فَعَمَدَتْ إِلَى التَّمْرَةِ فَشَقَّتْهَا، فَأَعْطَتْ كُلَّ صَبِيٍّ نِصْفَ تَمْرَةٍ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ فَقَالَ: ’’وَمَا يُعْجِبُكَ مِنْ ذَلِكَ؟ لَقَدْ رَحِمَهَا اللهُ بِرَحْمَتِهَا صَبِيَّيْهَا‘‘.

مائیں شفیق اور مہربان ہوا کرتی ہیں

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے اس عورت کو تین کھجوریں دیں (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے پاس اس وقت تین ہی کھجوریں تھیں) اس عورت کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے، اس نے اپنے بچوں کو ایک ایک کھجور دی اور اپنے لیے ایک کھجور رہنے دی، ان دونوں بچوں نے اپنی اپنی کھجوریں کھالیں اور للچائی ہوئی نگاہوں سے اپنی ماں کی کھجور کی طرف دیکھنے لگے (ماں نے جب دیکھا کہ بچے میرے ہاتھ والی کھجور کو دیکھ رہے ہیں) تو ماں نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں بچوں کو دے دیا (اس عورت کا یہ عمل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے بڑا تعجب خیز تھا) جب نبیٔ کریم ﷺ مکان پر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کو وہ واقعہ بیان کیا (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بڑا تعجب اس پر تھا کہ ماں نے اپنے حصہ کی کھجور بھی اپنے دونوں بچوں کو دے دی) اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس پر تعجب کی کیا بات ہے، اس عورت نے اپنے بچوں کے ساتھ شفقت اور محبت کا معاملہ کیا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اس عورت پر مہربانی کا معاملہ کریگا۔

تشریح: ماں اپنے بچوں پر بہت مہربان ہوتی ہے، خود بھوکی رہتی ہے اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرتی ہے، خود پیاسی رہتی ہے اور اپنے بچوں کی پیاس دور کرتی ہے، خود جاگتی ہے اور اپنے بچوں کو سلاتی ہے، اپنے بچوں کے لیے وہ طرح طرح کا دکھ سہتی ہے۔

ماں اپنے بچوں کے ساتھ جو بھی محبت کا سلوک کرے گی اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ محبت کا سلوک کریگا اور یہ معاملہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت، رضا اور قرب کا ذریعہ بنے گا۔

بَابُ قُبْلَةِ الصِّبْيَانِ

٩٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى

اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَتُقَبِّلُونَ صِبْيَانَكُمْ؟ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوَ أَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللّٰه مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ؟".

بچوں کو بوسہ دینا

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دیہاتی نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ تم لوگ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو، ہم تو کبھی اپنے بچوں کو بوسہ نہیں دیتے۔ اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے شفقت اور مہربانی نکال دی ہے تو اس کا میرے پاس کیا علاج ہے؟

تشریح: بچوں کو چومنا، بوسہ دینا، پیار کرنا یہ تو عین بچوں کے ساتھ محبت کا اظہار ہے، اگر کوئی آدمی اپنے بچوں کے ساتھ محبت اور شفقت کا معاملہ نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر وہ کیفیت نہیں ہے اور وہ اس سے محروم ہے۔

٩١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَبَّلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ جَالِسٌ، فَقَالَ الْأَقْرَعُ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: "مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا (جس وقت ان کو بوسہ دیا وہ چھوٹے بچے تھے) اس وقت حضور ﷺ کے پاس قبیلۂ بنو تمیم کے سردار اقراع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے

ہوئے تھے، یہ منظر دیکھ کر اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے تو دس بچے ہیں آج تک میں نے کسی کو بھی بوسہ نہیں دیا۔ اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا ''جو آدمی دوسروں کے ساتھ رحمت اور شفقت کا معاملہ نہیں کرتا اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی رحمت اور شفقت کا معاملہ نہیں کیا جاتا''۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ بچوں کو بوسہ دینا، بچوں سے بوسہ لینا، ان کو سونگھنا، ان کے ساتھ دل لگی کرنا، ان کے ساتھ محبت وشفقت کا معاملہ کرنا یہ تو عین شریعت کا تقاضہ ہے، یہ تقاضہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے دل میں رکھا ہے، یہ تو ہونا ہی چاہیے۔

اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بوسہ دینے کے عمل کو اس لیے تعجب کی نگاہ سے دیکھا کہ ممکن ہے وہ یہ سمجھتے ہوں کہ اس طرح بچوں کو بوسہ دینا بڑے آدمی کا کام نہیں ہے، یا انہوں نے اس کو تہذیب وتمدن کے خلاف سمجھ کر اپنی شان کے خلاف سمجھا ہو۔

بَابُ أَدَبِ الْوَالِدِ وَبِرِّهِ لِوَلَدِهِ

۹۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ نُمَيْرِ بْنِ أَوْسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ: كَانُوا يَقُولُونَ: الصَّلَاحُ مِنَ اللّٰهِ، وَالْأَدَبُ مِنَ الْآبَاءِ .

باپ کا اپنے بچوں کو ادب سکھلانا اور ان کے ساتھ بھلائی کرنا

ترجمہ: نمیر بن اوس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بڑے یوں کہا کرتے تھے کہ

کسی کی طبیعت اور مزاج میں اگر نیکی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک دَین ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا ہے اور اگر کسی کی زندگی میں ادب ہے تو یہ ماں باپ کی محنت اور توجہ کا نتیجہ ہے۔

تشریح: حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ بچوں کو ادب سکھلانے کے لیے والدین کو محنت اور کوشش کرنی چاہیے، جب والدین کی طرف سے اپنی اولاد کو ادب سکھلانے کا اہتمام کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ بھی ان کے بچوں کو ادب سے نوازیں گے۔

۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْقُرَشِيُّ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدَ، عَنْ عَامِرٍ، أَنَّ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ أَبَاهُ انْطَلَقَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُهُ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ نَحَلْتُ النُّعْمَانَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: "أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ؟" قَالَ: لَا، قَالَ: "فَأَشْهِدْ غَيْرِي"، ثُمَّ قَالَ: "أَلَيْسَ يَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟" قَالَ: بَلَى، قَالَ: "فَلَا إِذًا" قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْبُخَارِيُّ: لَيْسَ الشَّهَادَةُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُخْصَةً .

اولاد پر تقسیم میں برابری نہ کرنے پر وعید

ترجمہ: حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والدان کو اپنی گود میں اٹھا کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے، اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ میں نے اپنے بیٹے نعمان کو یہ یہ چیز ہدیہ میں دی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا باقی سب اولاد کو بھی آپ نے ہدیہ دیا؟ کہا کہ نہیں، سب کو نہیں دیا، صرف اسی کو دیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پر گواہ نہیں بنتا، کسی اور کو گواہ بنالو اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کیا تمہارے لیے یہ بات خوش کن نہیں کہ تمہاری تمام اولاد تمہارے ساتھ حسن سلوک میں یکساں

رہے؟ تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ کیوں نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تم ایسا نہ کرو۔

تشریح: حضرت نعمان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، آپ کے والد حضرت بشیر ابن سعد رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں، نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد مہاجرین وانصار میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے یہی بشیر ابن سعد رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی بہن عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہوا تھا، ان کے بطن سے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ ان کی اور بھی بیویاں تھیں، ان سے بھی اولاد تھی۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی والدہ عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا کا اصرار تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے اس کو آپ ہدیہ دیجیے۔ بعض روایتوں میں ہدیہ میں غلام دینے کا ذکر ہے، بعض روایتوں میں باغ کا تذکرہ ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت بشیر ابن سعد رضی اللہ عنہ نے پہلی مرتبہ اپنا غلام اپنے بیٹے نعمان رضی اللہ عنہ کو ہدیہ میں دیا تھا، پھر واپس لے لیا تھا اور دوسری مرتبہ باغ دینے کی بات کی تھی، حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے پہلی مرتبہ جو ہدیہ دیا تھا وہ باقی نہیں رکھا تھا اس لیے اب کی مرتبہ آپ کی والدہ کی طرف سے یہ تقاضہ ہوا کہ اس ہدیہ پر حضور ﷺ کو گواہ بناؤ تو میں اعتبار کروں گی، حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے نعمان رضی اللہ عنہ کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں اپنے اس بیٹے کو میرے مال میں سے اتنا اتنا ہدیہ دینا چاہتا ہوں اور اس پر آپ کو گواہ بناتا ہوں۔ اور دوسری روایتوں میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تمہاری اور بھی اولاد ہے؟ کہا کہ ہاں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو

کچھ دیا؟ کہا کہ نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس پر گواہ نہیں بنتا۔ اور پھر یہ فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری سب اولاد تمہاری خدمت کرے؟ تو حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیوں نہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تب تو تم اپنی سب ہی اولاد کو برابر دو۔ اس لیے کہ جب وہ سب تمہاری خدمت کر رہے ہیں تو اس کا تقاضہ ہے کہ تم بھی ان سب کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو، اب ان میں سے کسی ایک کو ہدیہ دو، بخشش دو، ان کے ساتھ زیادہ پیار اور محبت کرو اور دوسری اولاد سے کم محبت کرو، کم دو، یا بالکل نہ دو، تو تمہارا یہ سلوک ان کے دل ودماغ پر اپنا اثر ڈالے گا اور دھیرے دھیرے ہوسکتا ہے کہ ان کے دل میں تمہارے متعلق کوئی گرہ لگ جائے اور پھر یہی اولاد تمہارے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ نہ کرے، تمہاری یہ روش غلط ہے اور یہ تمہاری اولاد کو تمہارے ساتھ بدسلوکی پر آمادہ کرنے کا ذریعہ بنے گی۔ اگر باپ اپنے کسی بچے کو کسی شرعی وجہ سے زیادہ دے رہا ہے، مثلاً اولاد میں سے کوئی نیک ہے تو اس کی نیکی کی وجہ سے باپ زیادہ دے رہا ہے، یا کسی بچے کے حسن سلوک اور حسن خدمت کی وجہ سے باپ اس کو زیادہ دے رہا ہے اور دوسرے بچوں میں یہ بات نہیں پائی جارہی ہے اس لیے ان کو کچھ کم دے رہا ہے، یا اولاد میں سے کوئی کمزور، اپاہج یا بیمار ہے تو اس کے کمزور، اپاہج اور بیمار ہونے کی وجہ سے ضرورت تھی کہ اس کی طرف کچھ زیادہ توجہ کی جائے تو یہ دینا صحیح ہوگا، یا یہ کہ ماں باپ دیکھ رہے ہیں کہ سب اولاد برسرروزگار ہے، لیکن ان میں کوئی بچہ مالی اعتبار سے کمزور ہے اور ماں باپ سمجھ رہے ہیں کہ اقتصادی اعتبار سے اس کا معیارِ زندگی بھی ٹھیک ہو جائے اس لیے اس کو کچھ زیادہ دیا جارہا ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ کسی کو کم یا زیادہ دینے کی کوئی شرعی وجہ ہے،

اور کسی اولاد کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں ہے تو اس طرح کی کمی بیشی ہمارے یہاں جائز ہے، اس وقت یہ کمی بیشی گناہ نہیں ہے، ہاں اگر اس کمی بیشی سے کسی بچے کو نقصان پہنچانے کی نیت ہو کہ میں ایک سے ناراض ہوں اس لیے اس کو نہ ملے تو اب یہ کمی بیشی کرنے والا گنہ گار سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: حضرات امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک رحمہم اللہ کے یہاں راجح اور مفتیٰ بہ قول یہی ہے کہ اگر باپ اپنی اولاد کو اپنی حیات میں ہدیہ اور بخشش دینا چاہتا ہے تو سب ہی اولاد کو برابر دے، اگر باپ نے بغیر کسی شرعی وجوہ ترجیح کے اپنی اولاد میں سے کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیا تو اس نے یہ اچھا نہیں کیا۔

امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری رحمہما اللہ کے یہاں سب اولاد کو برابر دینا ضروری اور فرض ہے، کمی بیشی کے ساتھ دینا صحیح نہیں ہوگا۔

ہاں! وراثت کا مسئلہ الگ ہے، وراثت کی تقسیم خود اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے کر دی ہے، اب اس میں کمی بیشی کی کوئی گنجائش نہیں، وراثت میں لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دوگنا ملتا ہے، باپ کے انتقال پر باپ کی ملکیت خود بخود ورثاء کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اس میں کسی کے لیے بھی کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔

بَابُ بِرِّ الْأَبِ لِوَلَدِهِ

٩٤ - حَدَّثَنَا ابْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ، عَنِ الْوَصَّافِيِّ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: إِنَّمَا سَمَّاهُمُ اللهُ أَبْرَارًا، لِأَنَّهُمْ بَرُّوا الْآبَاءَ وَالْأَبْنَاءَ، كَمَا أَنَّ لِوَالِدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، كَذَلِكَ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ.

باپ کا اپنی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کرنا

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ابرار کے لقب سے تعبیر کیا ہے، اس لیے کہ انہوں نے اپنے باپوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا اور اپنے بیٹوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا۔ جیسا تمہارے والد کا تم پر حق ہے اسی طرح تمہاری اولاد کا بھی تم پر حق ہے

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے والد اور اولاد دونوں موجود ہوں اور وہ شخص اپنے والد کے بھی سارے حقوق ادا کرتا ہے اور اپنے بچوں کی ذمہ داری کو بھی ادا کرتا ہے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ نے ابرار کا لقب دیا ہے۔

"اَبْرَار" یہ بِرٌّ سے ماخوذ ہے اور بِر کہتے ہیں اس حسن سلوک کو جو اولاد اپنے ماں باپ کے ساتھ کرتی ہے اور ابرار اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کا لقب ہے، اللہ تعالیٰ وہ خاص مقام ماں باپ کی خدمت کرنے والی اولاد کو عطا فرماتا ہے اور ماں باپ کے علاوہ رشتہ داروں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا جاتا ہے اس کو لفظ صلہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بَابُ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ

٩٥ - حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ".

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ

جوشخص اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا معاملہ نہیں کرتا اس کے ساتھ بھی مہربانی کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔

تشریح: قدرت کی طرف سے جتنے معاملات پیش آتے ہیں اس کا ظاہر میں کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے، جوشخص کسی کے ساتھ جیسا معاملہ کرے گا اس کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا، اگر کوئی شخص کسی پر مہربانی کا معاملہ کرے گا تو دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ مہربانی کریں گے اور اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ مہربانی سے پیش نہیں آئے گا تو لوگ بھی اس کے ساتھ مہربانی سے پیش نہیں آئیں گے۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر کسی نے کسی بوڑھے شخص کے بڑھاپے کی وجہ سے اس کی تعظیم کی تو جب اس کا بڑھاپا آئے گا تو لوگ بھی اس کی تعظیم کریں گے۔

٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُومُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، وَأَبِي ظَبْيَانَ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ''.

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جولوگوں کے ساتھ محبت اور شفقت کا معاملہ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ مہربانی کا معاملہ نہیں فرماتا۔

٩٧ - وَعَنْ عَبْدَةَ ، عَنِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ ، عَنْ قَيْسٍ ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمُهُ اللهُ''.

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جوشخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ بھی رحم نہیں کرتا۔

۹۸ - وَعَنْ عَبْدَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْهُمْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَتُقَبِّلُونَ الصِّبْيَانَ، فَوَاللهِ مَا نُقَبِّلُهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوَ أَمْلِكُ إِنْ كَانَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ نَزَعَ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ؟".

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کچھ دیہاتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ حضور! کیا آپ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ اللہ کی قسم ہم تو نہیں دیتے۔ اس پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں سے محبت اور شفقت نکال دی تو میں اس میں کیا کرسکتا ہوں؟

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے محبت کا مادہ نکال دیا تو یہ میرے اختیار میں نہیں کہ تیرے دل میں اس محبت کے مادہ کو بھر دوں وہ تو اللہ ہی تیرے دل میں محبت ڈالے تو تیرے دل میں مہربانی کا مادہ پیدا ہوگا اور پھر تو بھی بچوں کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ محبت اور شفقت کا معاملہ کرے گا۔

۹۹ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا، فَقَالَ الْعَامِلُ: إِنَّ لِي كَذَا وَكَذَا مِنَ الْوَلَدِ، مَا قَبَّلْتُ وَاحِدًا مِنْهُمْ، فَزَعَمَ عُمَرُ، أَوْ قَالَ عُمَرُ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَرْحَمُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا أَبَرَّهُمْ.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کسی جگہ کا حاکم بنایا، اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میری اتنی اولاد ہے ان میں سے کسی کو بھی میں نے بوسہ نہیں دیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے جو بندہ دوسرے کے حقوق

کو ادا کرنے والا ہے اور اپنی اولاد کے ساتھ بھلائی کرنے والا ہے اسی پر اللہ تعالیٰ رحم کا معاملہ فرماتا ہے اور جو بندہ اپنی اولاد کے ساتھ رحمت کا، شفقت کا معاملہ نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں فرماتا۔

بَابُ الرَّحْمَةُ مِائَةُ جُزْءٍ

١٠٠ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "جَعَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ، فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ، وَأَنْزَلَ فِي الْأَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا، فَمِنْ ذَلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ، حَتَّى تَرْفَعَ الْفَرَسُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا، خَشْيَةَ أَنْ تُصِيبَهُ".

صفت رحمت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصوں میں سے ایک حصہ ہے

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے صفت رحمت کے سو حصے کیے اور اپنے پاس ننانوے حصے رہنے دیے اور زمین کے اندر ساری مخلوق کے درمیان ایک حصہ اتارا، ساری مخلوق کے لیے زمین میں اتارے ہوئے ایک حصہ کا نتیجہ یہ ہے کہ مخلوق آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت کا، مہربانی کا معاملہ کرتی ہے، یہاں تک کہ گھوڑی اپنا پاؤں اپنے بچے کے اوپر سے اس لیے اٹھائے رکھتی ہے کہ اس کے بچے کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔

تشریح: گھوڑی کو دیکھا ہوگا کہ اس کا بچہ اس کے پاس لیٹا ہوا ہوتا ہے اور گھوڑی رات بھر اپنا پاؤں اونچا رکھتی ہے اس خوف سے کہ کہیں اس کا پیر اس کے

بچے کو نہ لگ جائے۔ایک جانور کے اندر اپنے بچے کے ساتھ جو ہمدردی نظر آرہی ہے یہ اللہ تعالیٰ نے مہربانی کا جو جذبہ رکھا ہے اس کا اثر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو(۱۰۰) حصوں میں سے ایک حصہ کا ظہور ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کافر کو معلوم ہوجائے کہ اللہ کی رحمت کے سو حصے ہیں اور ایک حصہ کا ظہور دنیا میں ہے، باقی ننانوے حصے آخرت کے لیے رکھے ہیں تو وہ بھی جنت کی امید کرنے لگے۔اور مسلمان کو اللہ کے عذاب کا علم ہوجائے تو وہ بھی جہنم سے ڈرنے لگے اس اندیشہ سے کہ کہیں میں جہنم میں نہ پہنچ جاؤں (بخاری شریف)

ایک مسلمان کے اندر دونوں کیفیات ہونی چاہئیں امید کی بھی اور خوف کی بھی، امید سے جنت کا راستہ ہموار ہوتا ہے اور خوف سے جہنم سے دوری بڑھتی ہے۔

بَابُ الْوَصَاةِ بِالْجَارِ

۱۰۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”مَا زَالَ جِبْرِيلُ عليه السلام يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ“.

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا تاکیدی حکم

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل فرماتی ہیں کہ نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام پڑوسی کے سلسلے میں مجھے برابر تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ

گمان ہونے لگا کہ کہیں آئندہ جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم لے کر نہ آجائیں کہ وراثت میں بھی ان کا حصہ ہے۔

تشریح: نبیٔ کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی، بھلائی کا معاملہ کرنے کی اور ان کو تکلیف نہ پہنچانے کی مجھے بار بار تاکید فرماتے رہے اور اتنی تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ کہیں آپ پڑوسی کو وارث قرار نہ دیں؟ یعنی جیسے اہل خاندان میں سے باپ، بیٹا، بھائی، بہن وغیرہ مرنے والے کے مال کے وارث ہوتے ہیں حضور ﷺ فرمانے لگے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ کہیں آئندہ جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم لے کر کے نہ آجائیں کہ وراثت میں بھی پڑوسی کا حصہ ہے۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پڑوسی کے حقوق کتنے اہم ہیں اور اس کو ادا کرنے کا کتنا اہتمام کرنا چاہیے۔ اور اس میں ادنیٰ درجہ کی کوتاہی سے بھی بچنا چاہیے۔

١٠٢ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ، رضي الله تعالىٰ عنه وعنهم عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ“.

ترجمہ: حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، جو آدمی

اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔

تشریح: حدیث شریف میں ایسے موقع پر عام طور پر اللہ تعالیٰ کے اوپر ایمان لانے کے تذکرے کے ساتھ ساتھ آخرت کے دن پر ایمان کا تذکرہ کیا جاتا ہے، حالاں کہ جن جن چیزوں پر ایمان لانا ہے ان میں اور بھی چیزیں ہیں، مثلاً رسول کی رسالت پر ایمان لانا، فرشتوں پر ایمان لانا، اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ آخرت پر ایمان لانے کا تذکرہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ جس آدمی کے دل میں یہ یقین ہو اور یہ احساس ہو کہ مجھے اللہ تعالیٰ کو حساب دینا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو بجا لانے کا اور اللہ کی نافرمانیوں سے اپنے آپ کو بچانے کا خصوصیت کے ساتھ اہتمام کرے گا۔ یہ آخرت کا استحضار آدمی کو اللہ کی نافرمانی سے خاص طور پر بچاتا ہے، قرآن میں بھی اکثر جگہ پر اس کا تذکرہ ہے ﴿وبالآخرۃ ھم یوقنون﴾ وہ لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

میرا تو اور آگے کا سفر ہے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور جانے کے لیے ٹرین میں سوار ہو رہے تھے، حضرت کے پاس کچھ وزنی سامان تھا جو کسی نے چلتے وقت بطور ہدیہ دیا تھا۔ دیکھنے سے معلوم ہو رہا تھا کہ ایک ٹکٹ پر جتنا سامان لیجا سکتے ہیں اس سے زیادہ تھا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جہاں مسافر اپنا سامان وزن کرواتے ہیں وہاں کھڑے ہو گئے حضرت جس ٹرین سے سفر کرنے والے تھے اس ٹرین کا گارڈ حضرت کو پہچانتا تھا اس نے حضرت کو دیکھ لیا کہ حضرت سامان وزن

کرنے والی لائن میں کھڑے ہیں، تو اس نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ فرمایا کہ یہ سامان وزن کروانا ہے اور اس کا ٹکٹ بنوانا ہے، اس نے کہا کہ آپ جس ٹرین میں سفر کر رہے ہیں میری ڈیوٹی بھی اسی ٹرین میں ہے، سامان وزن کروانے کی ضرورت نہیں ہے، آپ ایسے ہی سوار ہو جائیے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ بھائی کونسے اسٹیشن تک تمہاری ڈیوٹی ہے؟ کہا کہ میں غازی آباد تک جاؤں گا، کہا کہ اس کے بعد؟ تو کہا کہ اس کے بعد میری جگہ پر جو دوسرا گارڈ آئے گا میں اس کو بتادوں گا کہ زائد سامان کی میں نے حضرت کو اجازت دی ہے، حضرت نے پوچھا کہ وہ گارڈ کہاں تک جائے گا؟ کہا کہ وہ تو آپ کو جہاں اترنا ہے اس سے آگے تک جائے گا، حضرت نے کہا کہ مجھے تو اور آگے تک یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں جانا ہے، آخرت میں پہنچنا ہے، وہاں بھی وہ شخص معاملہ ٹھیک کروا دیتا ہو تو ٹھیک ہے۔

اللہ کے یہاں جواب دہی کا احساس اللہ کی نافرمانی سے بچاتا ہے

زندگی کا اصل مقصد یہی ہے کہ آدمی کے دل میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ یہاں کی زندگی کا مجھے اللہ کے یہاں جواب دینا ہے، یہ احساس، یہ یقین اور یہ عقیدہ آدمی کو اللہ کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچانے کا اہتمام کرواتا ہے، چاہے آدمی تنہائی میں ہو، یا لوگوں کے سامنے ہو، دن کے اجالے میں ہو یا رات کے اندھیرے میں ہو، کوئی اسے دیکھ رہا ہو یا نہ دیکھ رہا ہو۔

یہ جو پیری مریدی، شیخ کی صحبت، ذکر و اذکار، تلاوت و تسبیحات، شیخ کو اپنے حالات کی اطلاع کرنا اور شیخ جو علاج بتلائے اس کی اتباع کرنا، ان سب کا اصل

مقصد یہی ہے کہ آدمی کے اندر فکر آخرت پیدا ہو جائے، جب یہ چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں تو مشکل سے مشکل کام کرنا آسان ہو جاتا ہے اور بڑے سے بڑے گناہ سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

پڑوسی کو ادنیٰ درجہ کی تکلیف بھی نہ پہنچے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں پڑوسیوں کے حقوق کی اہمیت کو بتلا رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو آدمی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک اور بھلائی کا معاملہ کرے۔ ایک اور روایت ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اس میں یہ عنوان باندھا ہے (فلا یؤذ جارہ) اپنے پروسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ پڑوسیوں کے حقوق کے متعلق ایک روایت ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی کو راحت نہ پہنچا سکتا ہو تو کم از کم کسی بھی حالت میں ادنیٰ درجہ کی بھی تکلیف نہ پہنچائے۔

پڑوسی کو تکلیف پہنچانے پر بڑی سخت وعید

اس بات کا خاص طور پر اہتمام ہونا چاہیے کہ ہمارے پڑوسی کو ہماری ذات سے ادنیٰ درجہ کی بھی تکلیف نہ پہنچے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشادات میں اس کی بڑی تاکید کی ہے، بلکہ ایک روایت میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (واللہ لا یؤمن، واللہ لا یؤمن، واللہ لا یؤمن) اللہ تعالیٰ کی قسم وہ آدمی ایمان والا نہیں، اللہ تعالیٰ

کی قسم وہ آدمی ایمان والا نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم وہ آدمی ایمان والا نہیں۔ اس قسم کے تاکیدی الفاظ نبیٔ کریم ﷺ کی زبان مبارک سے جب صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سنے تو وہ بے چین ہو گئے اور فوراً انہوں نے پوچھا: من یا رسول اللہ؟ صحابہ نے پوچھا وہ کون اللہ کے پیغمبر ﷺ؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (من لا یامن جارہ بوائقہ) جس کا پڑوسی اس کی ایذاء رسانی سے مامون نہ ہو، یعنی پڑوسی کو اپنے پڑوسی کے بارے میں اطمینان اور سکون ہونا چاہیے کہ مجھے اس کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، اگر پڑوسی کے دل میں یہ اندیشہ، خطرہ اور ڈر ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کی طرف سے مجھے تکلیف پہنچ جائے تو بھی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ بھی پڑوسی کے حقوق میں کمی کرنا ہے، حقیقی تکلیف پہنچانا تو دور کی بات ہے۔

پڑوسی کے حقوق کا اتنا زیادہ خیال کرتے تھے

بہر حال پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں بڑی تاکید آئی ہے، اسی لیے ہمارے اکابر کے یہاں اس کا بڑا اہتمام کیا جاتا تھا اور دور دور تک کوئی ایسا شائبہ یا اندیشہ ہوتا کہ یہ چیز پڑوسی کے لیے باعث تکلیف بن سکتی ہے تو اس سے بھی اپنے آپ کو بچانے کا اہتمام کرتے تھے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک اللہ والے تھے، ان کے یہاں چوہوں کی کثرت ہوگئی جس کی وجہ سے وہ پریشان تھے، ایک مرتبہ اپنی مجلس میں اس کا تذکرہ کیا کہ چوہوں کی وجہ سے بڑی پریشانی ہے، کسی نے مشورہ دیا کہ حضرت بلی پال لیجیے جس کی وجہ سے چوہے ختم ہو جائیں گے، خیر بات آئی گئی ہوگئی، پھر کچھ

دنوں کے بعد دوبارہ انہوں نے اسی کا تذکرہ کیا کہ چوہوں نے بہت پریشان کر رکھا ہے، تو جس صاحب نے پہلی مرتبہ بلی پالنے کا مشورہ دیا تھا وہ پھر کہنے لگے کہ آپ کو کہا تو تھا کہ آپ بلی پال لیجیے، آپ بلی پالتے نہیں اور فریاد کرتے رہتے ہیں، آخر کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ اگر میں بلی پالوں اور وہ چوہوں کا شکار کرلے تو یہ بات تو ٹھیک ہے، لیکن ڈر یہ ہے کہ اگر بلی کے آنے پر چوہے میرا گھر چھوڑ کر پڑوسی کے گھر میں چلے گئے تو میرے پڑوسی کو اس سے تکلیف ہوگی، اور جو چیز میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا وہ اپنے پڑوسی کے لیے کیسے پسند کروں گا؟ گویا اتنا زیادہ اہتمام ان کے یہاں ہوتا تھا۔

حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

ہمارے اکابر میں حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ گذرے ہیں، حضرت میاں صاحب کے نام سے مشہور تھے، بڑے صاحب کشف اور بڑے اہل اللہ میں سے تھے، ان کا مزار راندیر سورت میں ہے، ویسے تو دیوبند کے رہنے والے تھے، لیکن بار بار (گجرات) راندیر آتے تھے، حضرت ایک مرتبہ راندیر آئے تھے کہ اسی زمانہ میں بیمار ہوئے اور اسی بیماری میں راندیر ہی میں انتقال ہوا۔ آپ کا پورا گھرانہ اہل اللہ کا گھرانہ تھا۔ حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانے کو نسبت اویسیہ حاصل ہے، جس وقت دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی تو حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلی اینٹ آپ کے نانا کے ہاتھ سے رکھوائی، آپ کے نانا حضرت منے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور تھے اور فرمایا کہ یہ ایسا شخص ہے کہ کبیرہ گناہ تو کیا ان

کے دل میں کبھی صغیرہ گناہ کا خیال بھی نہیں آیا۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۶ ص ۳۴۲)

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ تھے، اور اپنے شاگرد کے ساتھ محبت کا وعنایت کا سلوک کیا کرتے تھے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گذر بسر کے لیے ایک کتب خانہ قائم کیا تھا، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ کا بھی کتب خانہ تھا، ایک مرتبہ کچھ پنج سورے غلط چھپ گئے تو وہ سب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خرید کر کے رکھوا دیے، اور یہ سارا نقصان خود برداشت کرلیا۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں میری بھی شرکت تھی مگر میرا حصہ بھی حضرت نے خرید لیا تا کہ میرا نقصان نہ ہو۔

آم کے موسم میں پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عصر کے بعد میں حضرت میاں اصغر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پر حاضر ہوا، آم کا موسم تھا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مفتی جی آم چوسو گے؟ کہا کہ کیوں نہیں، آم اور وہ بھی آپ کے دستِ مبارک سے یہ تو ہماری سعادت کی بات ہے، ایک بالٹی میں آم پانی میں بھگوئے ہوئے تھے اور دوسری بالٹی چھلکے اور گٹھلیاں ڈالنے کے لیے خالی رکھی تھی، جب ہم آم کھا کر فارغ ہوئے تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اٹھے تا کہ چھلکوں اور گٹھلیوں کو باہر ڈال آئیں، تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں روک دیا اور پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ کہا کہ اسے باہر پھینک کے آتا ہوں، تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ پھینکنا آتا ہے؟ تو

کہا کہ یہ بھی کوئی سیکھنے کی چیز ہے؟ کہا کہ ہاں، یہ بھی سیکھنے کی چیز ہے آؤ! میں بتلاتا ہوں،اس کے بعد حضرت نے چھلکے الگ کیے اور گٹھلیاں الگ کیں اور باہر گئے اور محلے کے اندر کچھ چھلکے ایک جگہ پر اور کچھ چھلکے دوسری جگہ پر ڈالے اور ساری گٹھلیاں ایک جگہ پر ڈال دیں،اس کے بعد فرمانے لگے کہ دیکھو! یہ ہمارا محلہ غریبوں کا محلہ ہے،اوران لوگوں کو کھانے کے لیے روٹی بھی مشکل سے میسر ہوتی ہے وہ بیچارے آم خرید کر تو اپنے بچوں کو کہاں سے کھلاتے،اگر آپ ان گٹھلیوں اور چھلکوں کو باہر پھینک آتے تو ایک ہی جگہ پر اتنی زیادہ گٹھلیاں اور چھلکے پڑے ہوئے دیکھ کر ان کے دل میں یہ خیال آتا کہ ہمارے پاس پیسے نہ ہوئے جو ہم اپنے بچوں کو آم کھلاتے اوران کو حسرت نایافت ہوتی اور یہ انکی تکلیف کا باعث بنتا۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت کے یہاں جو آم آتے تھے حضرت اکثر و بیشتر مہمانوں کے علاوہ محلے کے بچوں کو بلا کر کھلاتے تھے، خود تو آم کھانے کی بہت کم نوبت آتی تھی۔

مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے کا جذبہ

اور آم کے چھلکے حضرت نے دو جگہ ڈالے،اس کی وجہ یہ بتلائی کہ ہمارے محلے کے لوگ غریب ہیں، بکریاں پالتے ہیں،ان کی بکریاں ان جگہوں پر بیٹھتی ہیں، یہ چھلکے بکریاں کھالیں گی اور جہاں گٹھلیاں ڈالی ہیں وہاں ہمارے محلے کے بچے کھیلتے ہیں تو غریبوں کے بچے گٹھلیاں سیک کر کھالیا کرتے ہیں۔

جو چیزیں ہماری نگاہ میں بے کار ہیں ان کی بھی ان حضرات کے یہاں کیسی قدر تھی۔

دسترخوان جھاڑنا بھی آتا ہے؟

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کھانا کھایا، کھانے کے بعد میں دسترخوان اٹھا کر باہر جھاڑنے کے لیے آگے بڑھا تو کہا کہ ٹھہرو! دسترخوان جھاڑنا بھی آتا ہے اور خود حضرت آگے بڑھے اور دسترخوان پر سے پہلے چھوٹے چھوٹے روٹی کے ذرات کو ایک طرف کیا، اس کے بعد روٹی کے بڑے بڑے ٹکڑوں کو ایک طرف کیا، ہڈیوں کو ایک طرف کیا اور باہر تشریف لے گئے اور جہاں چیونٹیوں کے بِل تھے وہاں چھوٹے چھوٹے ذرات ڈالے اور روٹی کے کچھ بڑے ٹکڑے تھے وہ ایک دیوار کے اوپر رکھے اور ہڈیوں کو محلے کے ایک کونے میں رکھا، اور پھر فرمایا کہ یہاں محلے کے کتے جمع ہوتے رہتے ہیں ہڈیاں ان کو کام آئیں گی اور جہاں روٹی کے بڑے بڑے ٹکڑے رکھے ہیں وہاں پرندے آتے ہیں ان کے کام آجائیں گے اور روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرات چیونٹیوں کے بِل کے پاس رکھے اس لیے کہ یہ ذرات چیونٹیوں کی غذا ہیں یہ ان کو کام آجائیں گے۔

دیکھیے ذرا! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کسی چیز کو ضائع نہیں کیا۔ ہم تو ایسی بے دردی کے ساتھ اللہ کی نعمتوں کو ضائع کرتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔

پکے مکان سے ان کو حسرت ہوگی

ایک اور قصہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا ولی رازی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت میاں سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا

مکان کچا مٹی کا بنا ہوا تھا، جب بھی بارش کا زمانہ آتا تھا تو کھپریل کو ٹھیک کرنا پڑتا تھا تا کہ پانی نہ ٹپکے اور جو کچی دیواریں تھیں ان کو بھی ٹھیک کرنا پڑتا تھا اور ہر سال بارش کے موسم کے آنے سے پہلے ایسا کرتے تھے اور اس کے لیے گھر کا سامان بھی باہر نکالنا پڑتا تھا، تو ہر سال یہ سلسلہ رہتا تھا، ایک مرتبہ میں نے (حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے) عرض کیا کہ حضرت! ہر سال تکلیف اٹھاتے ہیں اور خرچہ بھی ہوتا ہے، پریشانی بھی ہوتی ہے، اگر چند سالوں کا خرچہ ملا یا جائے تو نیا مکان بن جائے؟ حضرت نے فرمایا جی! میں تو بوڑھا ہو گیا پھر بھی یہ چیز میری سمجھ میں نہیں آئی اچھا ہوا آپ نے بتلا دیا اور اس کے بعد کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ یہ غریبوں کا محلہ ہے، اس محلے میں سب کے مکانات کچے ہیں، اب اگر میں اپنا مکان پکا بنالوں تو ظاہر ہے ان کے دل میں حسرت ہوگی کہ ہمارے پاس استطاعت نہ ہوئی کہ ہم اپنا مکان پکا بنا سکیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس محلہ کے لوگوں کی مالی حالت درست کی اور ان سب کے مکانات پکے بن گئے تب حضرت نے اپنا مکان پکا بنوایا۔

امت کی ہمدردی کا ایک عجیب قصہ

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادہ حضرت مولانا ولی رازی رحمہ اللہ نے ایک عجیب قصہ حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہے کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس محلہ میں رہتے تھے وہاں ایک پختہ بڑے دروازے والا عمدہ مکان تھا،

حضرت شام مغرب کے بعد اس پختہ مکان کے پاس سے گھر کی طرف لوٹتے تھے، یا عشاء کی نماز کے لیے اپنے مکان سے اس مکان کے پاس سے تشریف لیجاتے تھے تو اس پختہ مکان کے آنے سے کچھ پہلے حضرت اپنے جوتے نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیتے تھے اور وہاں سے گذر جانے کے بعد پہنتے تھے۔ تو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ حضرت ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حضرت سے جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ یہ بڑا مکان وہ ایک طوائف کا ہے، اس کی جوانی کے زمانہ میں اس کا بہت چرچا تھا اور لوگوں کا ہجوم لگا رہتا تھا، اب وہ بوڑھی ہوگئی ہے، وہ روزانہ اپنی عادت کے مطابق بن سنور کر کے بیٹھتی ہے، لیکن اب تو اس کی جوانی ختم ہوگئی اس لیے کوئی آتا نہیں ہے، اس کے دروازہ کے پاس سے کوئی گذرتا ہے تو اس کے جوتوں کی چاپ سن کر کے اس کے دل میں ایک امید پیدا ہوتی ہے کہ کوئی آیا اور جب وہ آگے بڑھ جاتا ہے تو اس کی امید ختم ہوجاتی ہے اور مایوسی چھا جاتی ہے، تو کہا کہ ہم کیوں جوتے پہن کر کے گذر کر اس کی مایوسی کا ذریعہ بنیں، اور غلط امید کے قائم ہونے کا ذریعہ بنیں۔ اور دوسری وجہ یہ کہ وہ ہماری پڑوسن ہے، ہماری ذات سے اس کو تکلیف نہیں پہنچنی چاہیے۔

اس کو پہلے کھجور پانی دے دو

حضرت مولانا میاں اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف بزرگ تھے، مجلس خدام الدین سملک کے بانی حضرت مولانا عبد الحق میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ان کے کشف کے بہت قصے سنائے تھے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت میاں

اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حج کر کے واپس تشریف لائے، دار العلوم کے کچھ طلباء ملاقات کے لیے آئے، ایک طالب علم کہنے لگا کہ میاں صاحب حج کر کے آئیں، چلو کھجور پانی کے لیے جاتے ہیں، جب طلباء حضرت کے یہاں پہنچے تو حضرت نے سب کو بیٹھایا، اور اس طالب علم کے بارے میں کہا کہ اس کو پہلے کھجور پانی دے دو اور کہا کہ اب جاؤ۔

ایسا خیال نہیں لایا کرتے

دوسرا ایک واقعہ سنایا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں (حضرت مولانا عبد الحق میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ) حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت بیمار ہیں، تو میرے دل میں خیال آیا کہ شاید اس بیماری میں حضرت کا انتقال ہو جائے گا، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے بعد میں فرمایا کہ ایسا خیال نہیں لایا کرتے۔

بَابُ حَقِّ الْجَارِ

۱۰۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ظَبْيَةَ الْكَلَاعِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ رضي الله عنه وعنهم يَقُولُ: سَأَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ عَنِ الزِّنَا؟ قَالُوا: حَرَامٌ، حَرَّمَهُ اللهُ وَرَسُولُهُ، فَقَالَ: ''لَأَنْ يَزْنِيَ الرَّجُلُ بِعَشْرِ نِسْوَةٍ، أَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَزْنِيَ بِامْرَأَةِ جَارِهِ''، وَسَأَلَهُمْ عَنِ السَّرِقَةِ؟ قَالُوا: حَرَامٌ، حَرَّمَهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولُهُ، فَقَالَ: ''لَأَنْ يَسْرِقَ مِنْ عَشَرَةِ أَهْلِ أَبْيَاتٍ، أَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَسْرِقَ مِنْ بَيْتِ جَارِهِ''.

پڑوسی کا حق

ترجمہ: حضرت مقداد ابن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم ﷺ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا کہ زنا کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ تو حرام ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کو حرام قرار دیا، اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی آدمی دس عورتوں کے ساتھ زنا کرے یہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرے اور نبیٔ کریم ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے چوری کے متعلق پوچھا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جواب میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! چوری حرام ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کو حرام قرار دیا، اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی آدمی دس گھروں سے چوری کرے یہ میرے نزدیک آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ اپنے پڑوسی کے گھر سے چوری کرے۔

تشریح: پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرنا دس عورتوں سے زنا کرنے سے زیادہ خطرناک ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ پڑوسی کی عورت کے علاوہ دوسری عورتوں سے زنا کرنا بھی بڑا گناہ ہے، اس پر بہت سخت وعیدیں ہیں، لیکن پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کا تعلق رکھنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے جس میں انہوں نے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ بڑے گناہوں میں سے ایک (اَنْ يُزانی حَلِيلَةَ جارِكَ) اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنا ہے۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (ان یزانی) یہ باب مفاعلت کا صیغہ ہے یعنی پڑوسی کی بیوی کے ساتھ ایسا تعلق قائم کیا کہ دونوں کا دل ایک دوسرے کی طرف صرف مائل ہو گیا اس کے دل

کو اپنی طرف مائل کر کے اس نے اس کے دل میں اپنی محبت ڈال کر شوہر کی محبت ختم کر دی حالانکہ پڑوسی ہونے کی ناطے وہ آپ سے یہ امید رکھتا تھا کہ کوئی اجنبی آدمی میری عزت پر حملہ کرے تو آپ پڑوسی ہونے کی حیثیت سے میرا دفاع کریں گے چہ جائیکہ آپ ہی اس کی عزت پر ہاتھ ڈالیں یہ تو بڑی خطرناک چیز ہوئی، گویا پڑوسی کو آپ سے جو توقع تھی اور آپ سے یہ امید رکھتا تھا کہ میرا پڑوسی میری جان، مال، عزت اور آبرو کی حفاظت کرے گا اور یہاں پڑوسی ہی پڑوسی کے مال کی چوری کرتا ہے اور پڑوسیوں کے جو حقوق شریعت نے اس پر لازم کیے ہیں ان کی حق تلفی کرتا ہے یہ تو اور زیادہ خطرناک شکل پیدا ہو جائے گی۔

بَابُ يَبْدَأُ بِالْجَارِ

١٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله تعالىٰ عنهما وعنهم قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ''.

بھلائی اور احسان کی ابتداء پڑوسی سے کی جائے

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے سلسلے میں برابر تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ پڑوسی کو وارث قرار نہ دے دیں۔

تشریح: احادیث میں پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کی اتنی زیادہ تاکید کی

گئی ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنے میں کوئی کمی نہ رکھی جائے۔

١٠٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ شَابُورَ، وَأَبِي إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍ، أَنَّهُ ذُبِحَتْ لَهُ شَاةٌ، فَجَعَلَ يَقُولُ لِغُلَامِهِ: أَهْدَيْتَ لِجَارِنَا الْيَهُودِيِّ؟ أَهْدَيْتَ لِجَارِنَا الْيَهُودِيِّ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ''مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ''.

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمہ اللہ تابعی ہیں، وہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کے یہاں بکری ذبح کی گئی، تو وہ اپنے غلام سے پوچھنے لگے کہ بھائی ہمارے یہودی پڑوسی کے یہاں گوشت پہنچایا کہ نہیں؟ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے غلام سے بار بار پوچھ رہے ہیں، اس لیے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ حضرت جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی بار بار تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دے دیں گے۔

تشریح: احادیث میں پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا تقاضہ یہ ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا بہت زیادہ خیال رکھا جائے۔ ہمارا مزاج تو یہ بن گیا ہے کہ ہدیہ وغیرہ دور دور تک بڑے اہتمام سے پہنچاتے ہیں اور اپنے پڑوسی کا بالکل خیال نہیں کیا جاتا، حالانکہ پڑوسی ہونے کی حیثیت سے اس کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

١٠٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ:

سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ، أَنَّ عَمْرَةَ حَدَّثَتْهُ، أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ”مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ لَيُوَرِّثُهُ“.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس روایت کو نقل کر رہی ہیں کہ میں نے نبئ کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت جبریل علیہ السلام پڑوسی کے حقوق کے سلسلے میں برابر مجھے تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ آپ پڑوسی کو وارث قرار دے دیں گے۔

تشریح: حتی الامکان پڑوسی کو ہر اعتبار سے راحت پہنچانے کی سعی کرنی چاہیے۔ اور دانستہ اور نادانستہ کوئی بھی ایسا معاملہ نہیں کرنا چاہیے جس سے پڑوسی کو تکلیف پہنچے، اللہ تعالیٰ ہمیں پڑوسی کے حقوق کو کما حقہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

بَابُ يَهْدِي إِلَى أَقْرَبِهِمْ بَابًا

١٠٧ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو عِمْرَانَ قَالَ: سَمِعْتُ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنه قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لِي جَارَيْنِ، فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ: ”إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا“.

قریب دروازے والے پڑوسی کو سب سے پہلے ہدیہ دینا

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! میرے دو پڑوسی ہیں ان دونوں میں سے کس کو ہدیہ دوں؟ تو نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس پڑوسی کا گھر کا دروازہ تمہارے گھر کے دروازے کے قریب ہو اس کو دو۔

١٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ:

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ - رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ - عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لِي جَارَيْنِ، فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ: ''إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا''.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! میرے دو پڑوسی ہیں ان دونوں میں سے کس کو ہدیہ دوں؟ تو نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس پڑوسی کے گھر کا دروازہ تمہارے گھر کے دروازے کے قریب ہو اس کو دو۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ کو پوچھنا کہ ہدیہ دینے میں کس پڑوسی سے ابتداء کی جائے، یہ سوال اسی لیے پیدا ہوا کہ اگر کسی کے پڑوسی ایک سے زائد ہوں اور پڑوسی کو ہدیہ دینے کے لیے جو چیزیں ہیں وہ اتنی نہیں ہیں کہ سب پڑوسیوں کو دی جا سکیں تو اس صورت میں کس پڑوسی کو دیا جائے؟ تو نبیٔ کریم ﷺ نے اس کا جواب دے کر اس مسئلہ کا حل فرما دیا کہ جس پڑوسی کے گھر کا دروازہ تمہارے گھر کے دروازے کے قریب ہو اس کو دو، اس لیے کہ دروازہ قریب ہونے کی وجہ سے جو چیزیں آپ کے گھر میں آتی جاتی ہیں، مثلاً پھل وغیرہ اس کی اطلاع بہ نسبت دوسرے پڑوسی کے اس پڑوسی کو زیادہ ہوگی۔ جس پڑوسی کا دروازہ قریب ہو اس سے ابتداء کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ رات کے وقت اگر آپ کو مدد کی ضرورت پیش آ گئی، آپ کے گھر میں چور آ گیا، آپ کے گھر میں کوئی تکلیف ہو گئی، آپ آواز لگائیں گے تو سب سے پہلے وہی پڑوسی دروازہ قریب ہونے کی وجہ سے آپ کے پاس آئے گا اور آپ کی مدد کرے گا۔ بہر حال ان سارے امور کی وجہ سے نبیٔ کریم ﷺ نے گویا یہ تعلیم دی کہ جس پڑوسی کا دروازہ قریب ہو اس کو دوسروں کے مقابلہ میں ترجیح دو،

اس کو دینے کے بعد بھی آپ کے پاس کوئی چیز بچی ہوتو اس کو دو جس کا گھر قریب ہو، جیسا جیسا گھر قریب ہوگا اس کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ اگر کسی کے پاس اتنی وسعت ہے کہ وہ سارے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کر سکتا ہے تو وہاں تو ترجیح کا سوال ہوتا ہی نہیں، ہاں اگر کسی کے پاس اتنی چیز نہیں ہے کہ سارے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کر سکے، تو اسی مسئلہ کو اس باب میں حل کیا ہے کہ جس پڑوسی کا دروازہ آپ کے گھر سے قریب ہے اس کو ترجیح دی جائے۔

بَابُ الْأَدْنَى فَالْأَدْنَى مِنَ الْجِيرَانِ

۱۰۹ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْجَارِ، فَقَالَ: أَرْبَعِينَ دَارًا أَمَامَهُ، وَأَرْبَعِينَ خَلْفَهُ، وَأَرْبَعِينَ عَنْ يَمِينِهِ، وَأَرْبَعِينَ عَنْ يَسَارِهِ.

جو پڑوسی جتنا قریب ہو اس کا حق بھی اتنا ہی زیادہ ہے

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ پڑوسی کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ چالیس گھر آپ کے گھر کے سامنے، چالیس گھر آپ کے گھر کے پیچھے، چالیس گھر آپ کے گھر کے دائیں طرف اور چالیس گھر آپ کے گھر کے بائیں طرف یہ سب پڑوسی ہیں۔

تشریح: پڑوسیوں میں بھی جو جتنا قریب ہو اسی مناسبت سے اس کا حق بھی بنتا ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑوسی کی حد بندی کی کہ چالیس گھر آگے، چالیس گھر پیچھے، چالیس گھر دائیں جانب، چالیس گھر بائیں جانب اس حد بندی کو دیکھتے ہوئے اگر کوئی چھوٹا موٹا گاؤں ہوگا تو پورا گاؤں ہی ایک دوسرے کا پڑوسی کہلائے گا۔

١١٠ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ بَجَالَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: وَلَا يَبْدَأُ بِجَارِهِ الْأَقْصَى قَبْلَ الْأَدْنَى، وَلَكِنْ يَبْدَأُ بِالْأَدْنَى قَبْلَ الْأَقْصَى .

ترجمہ: حضرت علقمہ بن بجالہ ابن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ اپنے قریب والے پڑوسی کو چھوڑ کر دور والے پڑوسی سے کسی چیز کے دینے کی ابتداء نہ کیجائے، بلکہ پہلے قریب والے کو دیا جائے اس کے بعد دور والے کو۔

تشریح: قریب میں رہنے والے پڑوسی کی ضرورتوں کا لحاظ زیادہ رکھا جائے، یعنی بغیر کسی وجوہ ترجیح کے قریب والے پڑوسی کو چھوڑ کر دور والے پڑوسی سے شروعات نہ کی جائے، مثلاً آپ پڑوسی کو کوئی چیز ہدیہ دینا چاہتے ہیں یا کوئی بھلائی کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ معاملہ پہلے قریب والے پڑوسی کے ساتھ کریں اور پھر دور والے کے ساتھ، ہاں اگر دور والے پڑوسی میں دوسری کوئی وجہ ترجیح بھی موجود ہے مثلاً یہ کہ دور والا پڑوسی رشتہ دار بھی ہے تو اس صورت میں اس میں دو حیثیتیں یعنی رشتہ داری اور پڑوسی دونوں چیزیں جمع ہو گئیں اس صورت میں قریب کو چھوڑ کر بعید سے ابتداء کی جائے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ أَغْلَقَ الْبَابَ عَلَى الْجَارِ

١١١ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله تعالىٰ عنهما قَالَ: لَقَدْ أَتَى عَلَيْنَا

زَمَانٌ - أَوْ قَالَ: حِينٌ - وَمَا أَحَدٌ أَحَقُّ بِدِينَارِهِ وَدِرْهَمِهِ مِنْ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ، ثُمَّ الْآنَ الدِّينَارُ وَالدِّرْهَمُ أَحَبُّ إِلَى أَحَدِنَا مِنْ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "كَمْ مِنْ جَارٍ مُتَعَلِّقٌ بِجَارِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ: يَا رَبِّ، هَذَا أَغْلَقَ بَابَهُ دُونِي، فَمَنَعَ مَعْرُوفَهُ".

وہ شخص جس نے پڑوسی کے لیے دروازہ بند کردیا

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ہم پر ایسا گذرا ہے کہ ہمارے نزدیک درہم اور دینار کے مقابلے میں اپنا مسلمان بھائی زیادہ قابل عزت و مرتبت تھا، اب آج یہ وقت آیا کہ دینار اور درہم اور روپیہ اور پیسہ مسلمان بھائی کے مقابلے میں زیادہ محبوب ہو گیا۔ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بہت سے پڑوسی وہ ہوں گے جو قیامت کے دن اپنے پڑوسیوں کا دامن پکڑیں گے اور باری تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اس نے اپنا دروازہ میرے لیے بند کر دیا تھا اور مجھ سے بھلائی اس نے روک لی تھی۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کوئی پڑوسی آپ کے حسن سلوک کا محتاج تھا اور آپ نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ نہیں کیا، اور اس کی ضرورت پوری نہیں کی تو یہ معاملہ کل قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں آپ کے خلاف شکایت کا ذریعہ بنے گا اور پڑوسی آپ کے خلاف دعویٰ دائر کرے گا کہ اے اللہ! میرے پڑوسی نے میری ضرورت کا خیال نہیں رکھا۔

بَابُ لَا يَشْبَعُ دُونَ جَارِه

١١٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ

بْنِ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُسَاوِرِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُخْبِرُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ''لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَشْبَعُ وَجَارُهُ جَائِعٌ''.

اپنے پڑوسی کو چھوڑ کر اپنا پیٹ بھرنا

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مساور رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو کہہ رہے تھے کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص مؤمن نہیں جو خود اپنا پیٹ بھر کے کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے یہ طریقہ نبوی تعلیم کے خلاف ہے، نبوی تعلیم تو یہ ہے کہ خود بھوکا رہے اور اپنے پڑوسی بھائی کو پیٹ بھر کے کھلائے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ وصف بیان کیا ہے ﴿يُؤثِرُونَ عَلٰى اَنفُسِهِم وَلَو كَانَ بِهِم خَصَاصَةٌ﴾ خود بھوکے اور محتاج ہیں اس کے باوجود دوسروں کا پیٹ بھرتے ہیں۔ انسان خود تھوڑا بھوکا رہنے کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی اور اللہ تعالیٰ اس تھوڑے سے کھانے میں برکت پیدا فرما دیگا، بظاہر کھانا اتنا ہے کہ ایک آدمی کا پیٹ بھرے گا اگر دوسرے کو شریک کرے گا تو خود بھوکا رہ جائے گا، بیوی بچے بھوکے رہ جائیں گے لیکن ان شاء اللہ ایسا نہیں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اس کھانے میں برکت پیدا فرما دیگا، جیسا کہ حدیث شریف میں مروی ہے (طَعامُ الواحدِ يَكْفِى الاثنين) ایک کا کھانا دو شخص کو کافی

ہوجاتا ہے،اوردو شخص کا کھانا تین شخص کوکافی ہوجاتا ہے،مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کو اتنا کھانا میسر ہے جس سے اس کا پیٹ بھر جائے اگروہ دوسرے کوبھی اس میں شریک کرلے گاتو دونوں کی ضرورت پوری ہوجائے گی۔اوردونوں کی جان بچ جائے گی۔

بہرحال پڑوسی کا خیال رکھنا عین ایمان کا تقاضہ ہےاور جوآدمی خود پیٹ بھر کے کھائے اوراس کا پڑوسی بھوکا ہو یہ کمال ایمان کے منافی ہے۔

بَابُ يُكْثِرُ مَاءَ الْمَرَقِ فَيَقْسِمُ فِي الْجِيرَانِ

١١٣ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ: أَسْمَعُ وَأُطِيعُ وَلَوْ لِعَبْدٍ مُجَدَّعِ الْأَطْرَافِ، وَإِذَا صَنَعْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا، ثُمَّ انْظُرْ أَهْلَ بَيْتٍ مِنْ جِيرَانِكَ، فَأَصِبْهُمْ مِنْهُ بِمَعْرُوفٍ، وَصَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا، فَإِنْ وَجَدْتَ الْإِمَامَ قَدْ صَلَّى، فَقَدْ أَحْرَزْتَ صَلَاتَكَ، وَإِلَّا فَهِيَ نَافِلَةٌ.

شوربے کا پانی بڑھادےاوراس کو پڑوسیوں میں تقسیم کرے

ترجمہ:حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے تین وصیتیں فرمائیں،پہلی وصیت،صاحب اقتدارلوگوں کی بات سنواوران کی بات پرعمل کرو چاہے وہ صاحب اقتدارایسا غلام کیوں نہ ہوجس کے اعضاء کٹے ہوئے ہوں۔دوسری وصیت جب کھانا پکاؤاورشوربا تیارکروتواس میں تھوڑاپانی زیادہ ڈال دواوراس کے بعداپنے پڑوس کے جتنے بھی گھرہیں ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو(یعنی ان کوبھی اس میں سے دو،پانی زیادہ

ڈالنے کے نتیجہ میں گویا ان کے ساتھ آپ بھلائی کا معاملہ کر سکیں گے)اور تیسری وصیت نماز اپنے وقت پر پڑھ لیا کرو، نماز پڑھنے کے بعد اگر تم دیکھو کہ امام نے وہ نماز پڑھ لی ہے تو تم نے اپنی نماز کو محفوظ کر لیا ورنہ یہ نماز نفل ہو جائے گی۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اوپر جو ذمہ دار حضرات ہیں ان کی اطاعت اور فرماں برداری کا اہتمام کیا جائے، احادیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے، عام طور پر جو فتنے وجود میں آتے ہیں وہ اوپر والوں کی نافرمانی اور ان کی حکم عدولی کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں، اس لیے ماتحتوں پر ضروری ہے کہ ذمہ دار حضرات کا حکم سنا جائے اور سن کر اس پر عمل بھی کیا جائے چاہے وہ ہاتھ پاؤں کٹا ہوا غلام ہی کیوں نہ ہو یعنی ظاہری شکل وصورت میں بھی تم سے کم ہو اور غلام ہونے کی وجہ سے اس کا مقام بھی تم سے کم ہو اس کے باوجود ان کی اطاعت ضروری ہے۔ اور دوسری وصیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی جو اس باب کا مقصد ہے پڑوسیوں کا بھی اپنے کھانے میں حصہ رکھو، اگر اتنی حیثیت نہیں ہے کہ جیسا ہم کھائیں ایسا ان کو کھلائیں تو سالن میں تھوڑا سا پانی ملا دو جس کی وجہ سے تمہارا کھانا تھوڑا سا کم مزہ ہو جائے گا لیکن پڑوسی کا پیٹ بھر جائے گا اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بہت اہم سنت زندہ ہو جائے گی۔ اور تیسری وصیت یہ فرمائی کہ اگر حاکم وقت مسجد میں نماز کو اپنے وقت مقررہ سے ہٹ کر پڑھاتا ہے تو تم نماز اپنے وقت پر گھر پر پڑھ لو، پھر مسجد میں جا کر دیکھو کہ حاکم وقت نے نماز پڑھ لی ہے یا نہیں، اگر پڑھ لی ہے تو تمہاری گھر کی نماز درست ہو گئی، اور اگر حاکم وقت نماز میں مشغول ہے تو فتنہ سے بچنے کے لیے ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاؤ اب یہ نماز تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔ اصل میں بعد میں آنے والے جو

حکمران تھے ان حکمرانوں کی طرف سے آپ ﷺ کو یہ احتمال تھا کہ وہ نماز کے معاملہ میں کوتاہیوں کا ارتکاب کر کے انہیں اپنے وقت کے بجائے ذرا تاخیر سے پڑھیں گے، چنانچہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آخری دور میں بنوامیہ کی خلافت کا دورشروع ہوا تھا اس وقت ایسی صورتیں پیش آئیں کہ جو حاکم ہوتا تھا وہ نماز کو اپنے وقت سے تاخیر کر کے ادا کیا کرتا تھا، ایسے موقع پر نبیٔ کریم ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ تم تو اپنی نماز وقت پر پڑھ لو، اور پھر مسجد میں جا کر دیکھو اگر امام نماز پڑھا چکا ہے تو تم نے اپنی نماز کی حفاظت کر لی، اگر امام نے ابھی نماز شروع کی ہے تو ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاؤ، یہ نماز تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔ یہ حکم اس وقت ہے جب امام مسنون وقت سے مؤخر کر کے نماز پڑھاتا ہو، اگر امام مسنون وقت پر نماز پڑھاتا ہے تو اس وقت تو امام کے ساتھ ہی شریک ہونا ضروری ہے، گھر پر الگ سے پڑھنے کی اجازت نہیں۔

١١٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''يَا أَبَا ذَرٍّ، إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَ الْمَرَقَةِ، وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ، أَوِ اقْسِمْ فِي جِيرَانِكَ''.

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر! جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں تھوڑا پانی بڑھا دو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال کرو، یا اپنے پڑوسی پر تقسیم کر دو۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے لیے سالن تیار کرو تو

تھوڑا پانی اور ڈال دو، اس لیے کہ جب سالن زیادہ ہوگا تو خود بھی کھائیں گے اور پڑوسی کو بھی آپ دے سکیں گے، چاہے پڑوسی اس کے بدلہ میں کھانا بھیجے یا نہ بھیجے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ اس پڑوسی کے ساتھ کچھ لینے دینے کا معاملہ رکھتے ہیں جس سے کچھ ملنے کی امید ہو اور اس پڑوسی کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی جس سے ملنے کی کچھ امید نہیں ہوتی۔

بَابُ خَيْرِ الْجِيرَانِ

١١٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَيْوَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُرَحْبِيلُ بْنُ شَرِيكٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيَّ يُحَدِّثُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضي الله تعالىٰ عنه وعنهم، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: ''خَيْرُ الْأَصْحَابِ عِنْدَ اللهِ تَعَالَى خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهِ، وَخَيْرُ الْجِيرَانِ عِنْدَ اللهِ تَعَالَى خَيْرُهُمْ لِجَارِهِ''.

بہترین پڑوسی

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرو العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ساتھیوں میں سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کے لیے بہتر ہو، اور پڑوسیوں میں بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کے ساتھ سب سے زیادہ بھلائی کا سلوک کرتا ہو۔

تشریح: بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے ساتھ سب سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا، ان کے ساتھ بھلائی کرنے والا، ان کی خدمت کرنے والا، ان کی خیر خبر لینے والا، ان کی خوشی کو بڑھانے والا اور ان کی تکلیف کو دور کرنے والا ہو۔

اسی طرح بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ سب سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا، ان کے ساتھ بھلائی کرنے والا، ان کی خدمت کرنے والا، ان کی خیر خبر لینے والا، ان کی خوشی کو بڑھانے والا اور ان کی تکلیف کو دور کرنے والا ہو۔

بَابُ الْجَارِ الصَّالِحِ

١١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ: حَدَّثَنِي خَمِيلٌ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ: الْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ، وَالْجَارُ الصَّالِحُ، وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيءُ".

نیک پڑوسی

ترجمہ: حضرت نافع ابن عبد الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان آدمی کی خوش بختی اور سعادت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس کا مکان کشادہ ہو، پڑوسی نیک ہو اور سواری اس کی عمدہ ہو۔

تشریح: مکان کی کشادگی، پڑوسی کا نیک ہونا اور سواری کا عمدہ ہونا آدمی کی خوش بختی کی علامتوں میں سے شمار کیا گیا ہے۔

اور یہ حقیقت بھی ہے اس لیے کہ جس کا پڑوسی اچھا ہوگا اس کے لیے چوبیس گھنٹے کا سکون رہتا ہے اور جس کا پڑوسی برا ہوگا اس کے لیے مستقل چوبیس گھنٹے کی پریشانی رہتی ہے۔

بَابُ الْجَارِ السُّوءِ

١١٧ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ هُوَ ابْنُ حَيَّانَ، عَنِ ابْنِ

عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَارِ السُّوءِ فِي دَارِ الْمُقَامِ، فَإِنَّ جَارَ الدُّنْيَا يَتَحَوَّلُ" وفى رواية فان جار البادية يتحول .

بُرا پڑوسی

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی تھی کہ اے اللہ! میں تجھ سے مستقل قیام گاہ میں بُرے پڑوسی سے پناہ چاہتا ہوں۔اس لیے کہ عارضی قیام کی جگہ کا بُرا پڑوسی تو ہمیشہ نہیں رہے گا۔

تشریح: جہاں ہم ہمارے بیوی بچوں کے ساتھ مستقل قیام کیے ہوئے ہیں، وہاں برا پڑوسی مل جائے تو زندگی بھر آدمی کے واسطے مصیبت کھڑی ہو جائے گی،اس لیے نبیٔ کریم ﷺ نے اس سے خصوصی طور پر پناہ مانگی ہے۔ جہاں ہمارا وقتی قیام ہے مثلاً سفر میں ہیں وہاں برے پڑوسی سے پالا پڑا ہے تو وہ اتنا تکلیف دہ معاملہ نہیں ہوتا، اس لیے کہ آدمی سوچتا ہے کہ یہ ایک دو دن کا معاملہ ہے تھوڑا برداشت کرلیں گے پھر یہ مصیبت ختم ہو جائے گی۔

۱۱۸ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَغْرَاءَ قَالَ: حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رضي الله عنه: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَقْتُلَ الرَّجُلُ جَارَهُ وَأَخَاهُ وَأَبَاهُ".

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ آدمی قتل کرے گا اپنے پڑوسی کو،

اپنے بھائی کو اور اپنے باپ کو۔

تشریح: یعنی ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی کو قتل کرے گا، اپنے بھائی کو قتل کرے گا، اپنے باپ کو قتل کرے گا۔ آج کل یہ ساری چیزیں ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہی ہیں، نبئ کریم ﷺ کی یہ پیشین گوئی تھی جو آج پوری ہو رہی ہے، ظاہر ہے جو شخص اپنے پڑوسی کو، اپنے بھائی کو اور اپنے باپ کو قتل کرے اس سے برا اور کون ہو سکتا ہے۔

بَابُ لَا يُؤْذِي جَارَهُ

۱۱۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى مَوْلَى جَعْدَةَ بْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله تعالىٰ عنه وعنهم يَقُولُ: قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ فُلَانَةَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ، وَتَفْعَلُ، وَتَصَدَّقُ، وَتُؤْذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا خَيْرَ فِيهَا، هِيَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ"، قَالُوا: وَفُلَانَةُ تُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ، وَتَصَدَّقُ بِأَثْوَارٍ، وَلَا تُؤْذِي أَحَدًا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هِيَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ".

اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبئ کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! فلاں عورت پوری رات عبادت کرتی ہے، دن بھر روزہ رکھتی ہے اور نیکی کا کام بھی کرتی ہے اور صدقہ خیرات بھی خوب کرتی ہے، لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے

ایذاء پہنچاتی ہے۔تو نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایسی عورت میں کوئی بھلائی نہیں وہ جہنمی ہے۔ پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! فلاں عورت صرف فرض نماز پر اکتفاء کرتی ہے (زیادہ نوافل نہیں پڑھتی) اور کچھ پنیر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے خیرات کرتی ہے (یعنی کوئی زیادہ صدقہ اور خیرات نہیں کرتی معمولی صدقہ اور خیرات کرتی ہے) لیکن کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی، تو نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنتی ہے۔

تشریح: دیکھو! پہلی عورت سب عبادتیں کرتی تھی، لیکن پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذاء پہنچاتی تھی اس پر آپ نے فرمایا وہ جہنمی ہے۔ دوسری عورت کی عبادتیں بہت معمولی تھیں مگر پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی تھی اس پر جنت کی بشارت سنائی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کی نگاہ میں نفل عبادت سے بھی زیادہ اہم اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچانا ہے آدمی اپنا مزاج ایسا بنائے کہ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، اس کا خاص اہتمام ہونا چاہیے، عبادت کی کثرت کے ساتھ اپنی ذات سے دوسروں کو کسی قسم کی تکلیف پہنچانے سے بچانا یہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

۱۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غُرَابٍ، أَنَّ عَمَّةً لَهُ حَدَّثَتْهُ، أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ: إِنَّ زَوْجَ إِحْدَانَا يُرِيدُهَا فَتَمْنَعُهُ نَفْسَهَا، إِمَّا أَنْ تَكُونَ غَضَبَى أَوْ لَمْ تَكُنْ نَشِيطَةً، فَهَلْ عَلَيْنَا فِي ذَلِكَ مِنْ حَرَجٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، إِنَّ مِنْ حَقِّهِ عَلَيْكِ أَنْ لَوْ أَرَادَكِ وَأَنْتِ عَلَى قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعِيهِ، قَالَتْ: قُلْتُ لَهَا: إِحْدَانَا تَحِيضُ، وَلَيْسَ لَهَا وَلِزَوْجِهَا إِلَّا فِرَاشٌ وَاحِدٌ أَوْ لِحَافٌ وَاحِدٌ، فَكَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَتْ: لِتَشُدَّ عَلَيْهَا إِزَارَهَا ثُمَّ

تَنَامُ مَعَهُ، فَلَهُ مَا فَوْقَ ذَلِكَ، مَعَ أَنِّي سَوْفَ أُخْبِرُكِ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ كَانَ لَيْلَتِي مِنْهُ، فَطَحَنْتُ شَيْئًا مِنْ شَعِيرٍ، فَجَعَلْتُ لَهُ قُرْصًا، فَدَخَلَ فَرَدَّ الْبَابَ، وَدَخَلَ إِلَى الْمَسْجِدِ - وَكَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ أَغْلَقَ الْبَابَ، وَأَوْكَأَ الْقِرْبَةَ، وَأَكْفَأَ الْقَدَحَ، وَأَطْفَأَ الْمِصْبَاحَ - فَانْتَظَرْتُهُ أَنْ يَنْصَرِفَ فَأُطْعِمُهُ الْقُرْصَ، فَلَمْ يَنْصَرِفْ، حَتَّى غَلَبَنِي النَّوْمُ، وَأَوْجَعَهُ الْبَرْدُ، فَأَتَانِي فَأَقَامَنِي ثُمَّ قَالَ: "أَدْفِئِينِي أَدْفِئِينِي"، فَقُلْتُ لَهُ: إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ: "وَإِنْ، اكْشِفِي عَنْ فَخِذَيْكِ"، فَكَشَفْتُ لَهُ عَنْ فَخِذَيَّ، فَوَضَعَ خَدَّهُ وَرَأْسَهُ عَلَى فَخِذَيَّ حَتَّى دَفِئَ. فَأَقْبَلَتْ شَاةٌ لِجَارِنَا دَاجِنَةٌ فَدَخَلَتْ، ثُمَّ عَمَدَتْ إِلَى الْقُرْصِ فَأَخَذَتْهُ، ثُمَّ أَدْبَرَتْ بِهِ. قَالَتْ: وَقَلِقْتُ عَنْهُ، وَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَادَرْتُهَا إِلَى الْبَابِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خُذِي مَا أَدْرَكْتِ مِنْ قُرْصِكِ، وَلَا تُؤْذِي جَارَكِ فِي شَاتِهِ".

ترجمہ: حضرت عمارہ ابن غراب رحمۃ اللہ علیہ اپنی پھوپھی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ان کی پھوپھی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ ہم میں سے کسی کا شوہر اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے (شوہر اپنی بیوی سے مطالبہ کرتا ہے کہ میری ضرورت ہے پوری کرو) تو بیوی اس کے جواب میں اپنے آپ کو اس سے روکتی ہے (یعنی اس کو اس کی خواہش پورا کرنے نہیں دیتی، اس کے لیے تیار نہیں ہوتی) یا تو اس لیے کہ وہ ناراض رہتی ہے، یا یہ ہے کہ اس کی طبیعت میں نشاط نہیں (یعنی اس کام کے لیے اس کی طبیعت میں آمادگی نہیں ہے اس لیے وہ انکار کرتی ہے) تو کیا اس منع کرنے میں ہمارے لیے کوئی گناہ ہے؟ اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جی ہاں گناہ ہے اور پھر فرمایا کہ شوہر کا حق یہ ہے کہ شوہر تم سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہے اور تم پالان کے اوپر سوار ہو

اس وقت بھی تم شوہر کو منع نہیں کر سکتی۔ عمارہ ابن غراب کی پھوپھی فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی پوچھا کہ ہم میں سے کسی کو حیض آتا ہے، حالت حیض میں ہوتی ہے اور میاں بیوی کے پاس ایک ہی بستر ہے، دوسرا بستر ہے نہیں کہ حیض کی وجہ سے دوسرے بستر پر الگ سوئے، یا ایک ہی لحاف ہے تو کیا کرے گی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اپنی لنگی باندھ لے اور اپنے شوہر کے ساتھ ایک ہی بستر میں سو جائے، شوہر کے لیے اپنی بیوی کے ناف کے اوپر والے حصہ کے ساتھ استمتاع کرنا جائز ہے۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک رات میرے ساتھ بھی ایسا ہی قصہ پیش آیا اس وقت نبئ کریم ﷺ کا میرے ساتھ کیا عمل رہا اس کو میں بتلاتی ہوں، ایک رات نبئ کریم ﷺ کی میرے یہاں باری تھی، میں نے تھوڑے سے جَو جو میرے پاس تھے اس کو پیسا اور اس کی ایک روٹی بنائی، (اب وہ روٹی اس لیے بنائی کہ نبئ کریم ﷺ تشریف لاویں تو میں آپ کو کھلاؤں) جب رات ہوئی تو نبئ کریم ﷺ تشریف لائے اور گھر میں آنے کے بعد دروازہ پھیر دیا اور مسجد میں تشریف لے گئے اور حضور ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ گھر میں آنے کے بعد جب سونے کا ارادہ فرماتے تھے تو دروازہ اپنے ہاتھ سے بند کرتے تھے اور مشکیزہ کا منھ کھلا ہوا ہوتا تو اس کا منھ بند کرتے تھے، پیالہ یا برتن سیدھا ہوتا تھا تو اس کو الٹ دیتے تھے اور چراغ کو بھی بجھا دیا کرتے تھے، آج ایسا ہوا کہ آپ آکر واپس مسجد میں تشریف لے گئے اور یہ سب کام نہیں کیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آج آپ کے لیے روٹی پکائی تھی اور میں آپ کے انتظار میں رہی کہ آپ جب مسجد سے گھر واپس آئیں گے تو میں آپ کو روٹی کھلاؤں گی، مگر حضور آئے نہیں، میں نے دیر تک انتظار کیا یہاں تک کہ میرے اوپر نیند غالب آگئی تو میں سو گئی۔ (آپ مسجد میں عبادت میں مشغول تھے) دوران عبادت آپ کو سردی کا احساس ہوا، حضور ﷺ گھر میں تشریف لائے اور مجھے اٹھایا، حضور نے فرمایا کہ مجھے گرمی پہنچاؤ، مجھے گرمی پہنچاؤ، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ میں نے کہا کہ اللہ کے رسول! میں تو

حالت حیض میں ہوں، کہا کہ ران کھول دو، میں نے ران کھولی آپ نے اپنا رخسار مبارک اور سر میری ران پر رکھا اور سو گئے، یہاں تک کہ آپ کو جو سردی لگی تھی اس کا اثر دور ہو گیا، اسی دوران ہمارے پڑوس کے گھر کی بکری ہمارے گھر میں گھس آئی اور جو روٹی رکھی ہوئی تھی اس نے اس کو اٹھایا اور لے کر جانے لگی، میں یہ سب منظر دیکھ رہی تھی لیکن حضور میری ران پر اپنا سر رکھے لیٹے تھے اس لیے میں اٹھ نہیں سکتی تھی، میں یہ دیکھ کر پریشان ہوئی، اس دوران حضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی، میں حضور ﷺ کا سر مبارک ہٹا کر دروازہ کی طرف دوڑی، حضور ﷺ نے دیکھا کہ یہ بکری کے پیچھے دوڑ رہی ہے تو حضور نے تاکید فرمائی کہ جتنی تمہاری روٹی بچ گئی ہے لے لو، پڑوسی سے بکری کے بارے میں جھگڑا مت کرنا۔

تشریح: حدیث شریف کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ پڑوسی کو ہماری ذات سے کوئی تکلیف نہ پہونچے، اسی کو بیان کرنے کے لیے یہ حدیث یہاں لائے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پڑوسی کی بکری، پڑوسی کی مرغی گھر میں آجاتی ہے اور گھر میں کچھ نقصان پہنچا دیتی ہے تو ایسی معمولی بات پر بھی پڑوسیوں کے ساتھ جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس روایت کے ذریعہ یہ تعلیم دی کہ پڑوسی کے ساتھ جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ تو جانور تھا آ گیا اس کا کیا قصور اس وجہ سے پڑوسی سے جھگڑا نہ کیا جائے۔

حدیث شریف میں ایک لفظ ''قتب'' آیا ہے، قتب یہ لکڑی سے بنی ہوئی چیز جس کو کاٹھی کہتے ہیں جو گدھے پر سوار ہونے سے پہلے سوار کے آسانی کے خاطر اس پر رکھی جاتی ہے جیسے گھوڑے پر سواری سے پہلے اس پر زین رکھی جاتی ہے، اونٹ کے اوپر کجاوا ہوتا ہے۔

ایک انصاری خاتون نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ ایک

شوہر اپنی بیوی سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا ہے اور عورت اس کو روکتی ہے تو کیا اس کا روکنا صحیح ہے؟ تو مسئلہ یہ ہے کہ عورت بغیر کسی شرعی عذر کے شوہر کو قریب ہونے سے نہیں روک سکتی۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی آیا ہے کہ عورت تنور اور چولھے پر بیٹھی ہے اور روٹی سینک رہی ہے اور شوہر کی طرف سے جماع کا مطالبہ ہو تو اس کو چاہیے کہ کام کو چھوڑ دے اور پہلے شوہر کے مطالبہ کو پورا کرے، اس لیے کہ جب شوہر کی طرف سے جماع کا مطالبہ ہو اس موقع پر عورت کی طرف سے انکار عورت کے لیے بہت زیادہ مضر ہے، اس سے شوہر کے دل میں نفرت اور بغض کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ دوسرا نقصان یہ کہ شوہر اپنی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے دوسری تدبیریں سوچنے لگتا ہے، یہ دونوں چیزیں عورت کے لیے سخت مضر ہیں، اس لیے تاکید کی گئی کہ تم ہر حال میں اس کی خواہش پوری کرو، اس کے مطالبہ کو پورا کرو، انکار نہ کرو۔

اگر عورت حالت حیض میں ہے اور شوہر جماع کا تقاضہ کرے تو اس وقت شوہر کو جماع سے روکنا عورت کے ذمہ فرض اور ضروری ہے اس لیے کہ اس وقت جماع کرنے کو قرآن کریم نے صراحتاً حرام بتلایا ہے، ہاں البتہ جماع کے علاوہ شوہر کو اپنی ناف کے اوپر والے حصہ سے استمتاع سے نہیں روک سکتی، اسی کو اس حدیث شریف میں ذکر کیا ہے، اس وقت عورت ناف سے لے کر گھٹنے تک اپنے ستر کو چھپا لے گی اور باقی بدن کھلا رکھ کر شوہر کے ساتھ ایک ہی بستر میں لیٹ جائے گی، عورت کے ناف کے اوپر سینہ، پیٹھ، پیٹ، سر، پیشانی، اسی طرح گھٹنے کے نیچے کا حصہ اس سے اگر شوہر کوئی فائدہ اٹھانا چاہے مثلاً بوسہ دینا چاہے، اپنے جسم کو عورت کے ان حصوں سے لگانا چاہے، ان حصوں سے لپٹنا چاہے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

مسئلہ: (۱) حالت حیض میں بیوی کے ساتھ صحبت کرنا حرام ہے، قرآن کریم میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے اور جو اس کو حلال سمجھے اس کی تکفیر کی گئی ہے، یعنی وہ آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

(۲) اگر کسی نے غلبۂ شہوت میں جماع کو حرام سمجھتے ہوئے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر لیا تو اس نے کبیرہ گناہ کیا، اس سے سچے دل سے توبہ ضروری ہے۔

(۳) ناف سے لیکر گھٹنے کے نیچے تک کا جو حصہ ہے اس پر کوئی کپڑا ڈال کر عورت کے بدن کے باقی حصے سے اگر شوہر فائدہ اٹھانا چاہے مثلاً بوسہ دے، اپنے جسم کو اس حصہ سے لپٹائے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں، سب ائمہ کرام کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔

(۴) شوہر کا اپنی بیوی سے بلا حائل ناف سے لیکر گھٹنے تک کے حصے سے استمتاع کے بارے میں ائمہ کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے، ائمۂ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اتنے حصے کو نہ چھیڑا جائے، جبکہ امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ اور احناف میں سے امام محمد رحمہ اللہ اس طرف گئے ہیں کہ شرم گاہ والے حصے کو چھوڑ کر ران وغیرہ سے اگر شوہر فائدہ اٹھانا چاہے تو اس کی اجازت ہے۔

١٢١ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه وعنهم، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ“.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ جس کا پڑوسی اس کی ایذاءرسانیوں سے مامون نہ ہووہ جنت میں نہیں جائے گا۔

تشریح: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعبیر کی بلاغت دیکھئے کہ آپ نے صرف یہ نہیں فرمایا کہ پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ، بلکہ یہ فرمایا کہ پڑوسی کو کسی بھی قسم کی ایذاءرسانی سے اس کی طرف سے امن ہونا چاہیے، یعنی اطمینان ہونا چاہیے کہ میرا پڑوسی مجھے تکلیف نہیں پہنچائے گا، جس کو انگریزی میں promise کہتے ہیں۔

اگراس نے پڑوسی کو تکلیف تو نہیں پہنچائی، لیکن پڑوسی کو اپنے پڑوسی پر اس کے مزاج کی وجہ سے ہروقت خطرہ رہتا ہے کہ کبھی کچھ کر نہ ڈالے، بعض لوگ اپنے مزاج میں اَکّھڑ قسم کے ہوتے ہیں، یعنی ان کا رویہ ایسا ہوتا ہے کہ پڑوسی ہر وقت سہما رہتا ہےاور خطرہ محسوس کرتا ہے کہ معلوم نہیں کب کیا ہوجائے اگر چہ آج تک کبھی تکلیف نہیں پہنچائی اس کے متعلق اس حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ وہ بھی جنت میں نہیں جائے گا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب ہمارے پڑوسی کے بارے میں دعا کرو، تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا؟ پڑوسی نے آپ کو مارا پیٹا یا کوئی اور تکلیف دی؟ تو اس کے جواب میں وہ کہتا ہے کہ نہیں، مگر اس کا مزاج ایسا ہے کہ اس کو دیکھ کر ہر وقت خوف رہتا ہے کہ کس وقت کیا کر ڈالے، ایسے شخص کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے والا بنائیں۔

بَابُ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنُ شَاةٍ

١٢٢ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُعَاذٍ الْأَشْهَلِيِّ، عَنْ جَدَّتِهِ، رضي الله تعالیٰ عنها

أَنَّهَا قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا نِسَاءَ الْمُؤْمِنَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ امْرَأَةٌ مِنْكُنَّ لِجَارَتِهَا، وَلَوْ كُرَاعُ شَاةٍ مُحَرَّقٍ".

پڑوسن اپنی پڑوسن کے لیے کسی بھی چیز کو معمولی نہ سمجھے چاہے وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو

ترجمہ: حضرت عمرو بن معاذ ابن اشہلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دادی صاحبہ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو خطاب کر کے فرمایا کہ: اے مسلمان عورتو! کوئی عورت تم میں سے اپنی پڑوسن کو ہدیہ بھیجنے کے سلسلے میں کسی بھی چیز کو حقیر نہ سمجھے چاہے وہ بکری کی جلی ہوئی کھر اور پایا ہی کیوں نہ ہو۔

تشریح: اس حدیث شریف کی راویہ جن کا نام حواء بنت یزید ہے، صحابیہ ہیں، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ہجرت بھی کی تھی۔

مذکورہ حدیث شریف سے چند چیزیں معلوم ہوتی ہیں

(۱): آپ کو جو چیز بھی میسر ہو اس کے مطابق اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے چاہے وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو، اس کو بھی دینے میں عار محسوس نہ کرے، عمدہ چیزوں کے انتظار میں معمولی چیز کو روکے رکھنا اور پڑوسی کو نہ دینا یہ کوئی دانشمندی کی بات نہیں ہے، بلکہ پڑوسی کے ساتھ اپنی حیثیت کے مطابق حسن سلوک کرنا چاہیے۔

(۲) بعض محدثین نے اس حدیث شریف کا ایک مطلب یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں جس کے پاس ہدیہ بھیجا جا رہا ہے اس کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ آپ کی پڑوسن کی طرف سے جو چیز بھیجی گئی ہے چاہے وہ بکری کا جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو،

آپ اس کے ہدیہ کو معمولی نہ سمجھیں، بلکہ اس کی قدر کریں کہ ہمارے پڑوسی کو ہمارے ساتھ محبت تھی، تعلق تھا تب تو ہمارے یہاں یہ چیز بھیجی، چیز کو نہ دیکھیں چیز دینے والے کے جذبہ کو دیکھیں۔

گویا ہدیہ دینے والے اور ہدیہ لینے والے دونوں کو تاکید کی جا رہی ہے کہ ہدیہ لینے دینے میں کسی بھی چیز کو معمولی نہ سمجھیں

(۳) کسی مرد کی ایک سے زائد بیوی ہو اس کو عربی میں سوکن کہتے ہیں اور سوکن کو لفظ جارہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں، اگر جارہ بول کر سوکن کا معنیٰ لیں تو حدیث شریف کا یہ مطلب ہوگا کہ کبھی ایک سوکن اپنی دوسری سوکن کے پاس کوئی چیز مذاق کی نیت سے بھیجتی ہے، یعنی بھیجنے والی کا مقصد ہی تحقیر ہے، اس کو بے عزت کرنے کے لیے معمولی چیز بھیجتی ہے، تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ بھلے اس نے تحقیر کے ارادہ سے بھیجا ہے مگر آپ اس کو معمولی نہ سمجھیں، آپ اس کو عزت سے لیں، اور اس کا شکریہ ادا کریں اور یہ بھی کہیں کہ آپ نے ہدیہ بھیجا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے تاکہ اس کا جو ارادہ تھا اس سے وہ شرما تو جائے۔ اور اپنی اس بری حرکت پر اس کو شرمندگی ہو۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ اگر تم سالن بناؤ تو تھوڑا پانی سالن میں زیادہ ڈال دو تاکہ اپنے کھانے کے ساتھ پڑوسی کو بھی دے سکو۔

۱۲۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: رضي الله عنه وعنهم قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ، يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ

جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنُ شَاةٍ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ؛ اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لیے کوئی بھی چیز معمولی نہ سمجھے چاہے بکری کا کھر یا بکری کا پایا ہی کیوں نہ ہو۔

تشریح: اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہے:

(۱): حدیث شریف میں پڑوسی مرد کے بجائے پڑوسن عورت کا ذکر ہے اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ مردوں کے بہ نسبت عموماً عورتوں کا یہ مزاج ہے کہ وہ بکری کے کھر، دال روٹی اور روزمرہ جو چیزیں گھر میں پکتی ہیں ان کو کسی کو دینا معمولی سمجھتی ہیں اور ان کو دینے میں عار محسوس کرتی ہیں اور اپنی نگاہوں میں جو چیزیں عمدہ سمجھتی ہیں ان کو ہدیہ دینے میں فخر محسوس کرتی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ؛ چھوٹی بڑی سب چیزیں پڑوسی کو دینی چاہئیں، یہ چیزیں تمہاری نگاہ میں چھوٹی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بہت بڑی ہیں۔

(۲): عورتوں کا ایک مزاج یہ بھی ہے کہ جب پڑوسی کے یہاں سے، یا کسی اور کے یہاں سے کوئی چیز آتی ہے اور وہ چیز اس کی نگاہ میں معمولی ہوتی ہے تو اس پر ناک منھ چڑھاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ؛ موئی کو شرم نہیں آئی ایسا بھیجتے ہوئے، ہمارے گھر پر بھیجنے کے لیے یہی ملا، تو حضور ﷺ اس پر تاکید فرماتے ہیں کہ بھائی! پڑوسی کی بھیجی ہوئی چیز کو معمولی نہ سمجھیں۔ یہ چیز تمہاری نگاہ میں معمولی ہے لیکن اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی نگاہ میں معمولی نہیں ہے۔

بَابُ شِكَايَةِ الْجَارِ

١٢٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ!، إِنَّ لِي جَارًا يُؤْذِينِي، فَقَالَ: "انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَتَاعَكَ إِلَى الطَّرِيقِ"، فَانْطَلَقَ فَأَخْرَجَ مَتَاعَهُ، فَاجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ، فَقَالُوا: مَا شَأْنُكَ؟ قَالَ: لِي جَارٌ يُؤْذِينِي، فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَتَاعَكَ إِلَى الطَّرِيقِ"، فَجَعَلُوا يَقُولُونَ: اللّٰهُمَّ الْعَنْهُ، اللّٰهُمَّ أَخْزِهِ. فَبَلَغَهُ، فَأَتَاهُ فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَى مَنْزِلِكَ، فَوَاللهِ لَا أُؤْذِيكَ .

پڑوسی کی شکایت

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ؛ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک آدمی نے شکایت کی کہ میرا پڑوسی مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جاؤ اپنا سامان باہر نکال کر راستہ پر رکھ دو، وہ گئے اور گھر کا سامان باہر نکال دیا، لوگ وہاں سامان دیکھ کر جمع ہو گئے اور اس پڑوسی سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا بات ہے گھر کا سامان باہر کیوں رکھا؟ کہا کہ میرا پڑوسی مجھے تکلیف دیتا ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ گھر کا سامان باہر رکھ دو، میں نے سامان باہر رکھ دیا۔ اب لوگ یہ سن کر کہنے لگے کہ اللہ اس پر دھتکار کرے، اللہ اس کو رسوا کرے، اب جو بھی سن رہا ہے وہ اس پڑوسی کو برا بھلا کہہ رہا ہے، جب اس تکلیف دینے والے پڑوسی کو پتہ چلا کہ لوگ اس پر لعنت کر رہے ہیں تو وہ اپنے پڑوسی بھائی کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ بھائی! تو اپنے گھر چلا جا، آئندہ میں کبھی

تجھے تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔

تشریح: پڑوسی کی تکلیف سے بچنے کے بہت سارے طریقے ہیں، ایک طریقہ یہ ہے کہ جو ہمیں تکلیف پہنچائے اس کے ساتھ ہم بھلائی سے پیش آئیں اور ہماری ذات سے اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے اور اگر کبھی تکلیف پہنچ جائے تو معافی مانگ لیں اور اس کی تکلیف کو برداشت کریں اور اس کے لیے دعا کا اہتمام کریں، اس سے ایک دن اس کو احساس ہوگا اور وہ بھی تکلیف پہنچانے سے باز آجائے گا۔ پڑوسی کی تکلیف سے بچنے کا ایک بہت ہی اچھا طریقہ آپ ﷺ نے اس حدیث میں بتلایا ہے کہ اپنی مظلومیت کا ایسے لوگوں کے سامنے اظہار کریں جو ظالم پڑوسی کو پہچانتے ہیں تا کہ وہ لوگ اس پڑوسی کو تنبیہ کریں جس کے نتیجے میں وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے لگ جائے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ برے پڑوسی پر جب لوگوں نے لعنت کی اور اس کو برا بھلا کہا تو اس نے دیکھا کہ یہ تو ہماری اچھی خاصی رسوائی ہوگئی ہے لہٰذا اس نے اپنے فعل شنیع سے توبہ کی، اور پڑوسی کو ہمیشہ کی راحت ہوگئی۔

١٢٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي عُمَرَ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رضي الله عنه وعنهم قَالَ: شَكَا رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَارَهُ، فَقَالَ: "احْمِلْ مَتَاعَكَ فَضَعْهُ عَلَى الطَّرِيقِ، فَمَنْ مَرَّ بِهِ يَلْعَنُهُ"، فَجَعَلَ كُلُّ مَنْ مَرَّ بِهِ يَلْعَنُهُ، فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا لَقِيتُ مِنَ النَّاسِ؟ فَقَالَ: "إِنَّ لَعْنَةَ اللهِ فَوْقَ لَعْنَتِهِمْ"، ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي شَكَا: "كُفِيتَ" أَوْ نَحْوَهُ.

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے

نبیٔ کریم ﷺ سے اپنے پڑوسی کی شکایت کی کہ وہ مجھے تکلیف پہنچاتا ہے تو نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا اپنا سامان اٹھا کر کے راستہ پر رکھ دو جو بھی گذرے گا وہ اس کو برا بھلا کہے گا، اس نے سامان لا کر راستہ پر رکھ دیا، اب جو بھی گذر رہا ہے اس کو پوچھ رہا ہے کہ تم نے اپنا سامان گھر سے کیوں نکال دیا؟ تو وہ کہہ رہا ہے اس لیے کہ میرا پڑوسی مجھے تکلیف دیتا ہے، اب جو بھی سنتا وہ پڑوسی کو برا بھلا کہتا، اب وہ پڑوسی آ کر حضور ﷺ سے عرض کرنے لگا کہ آج تو مجھے لوگوں سے بڑی تکلیف پہنچی، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی پھٹکار تو ان کی لعنت سے بڑھ کر ہے، اور جس نے شکایت کی تھی اس سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیرا کام ہو گیا۔

تشریح: آپ ﷺ نے اس حدیث شریف میں تکلیف دینے والے پڑوسی کو تنبیہ کی کہ تو اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچا رہا ہے تو تجھ پر لوگوں کی لعنت اور پھٹکار پڑی، اگر تو اس سے باز نہیں آیا تو اس پر تجھے جو اللہ کی طرف سے سزا ملنے والی ہے وہ اس سے بڑھ کر ہے لہٰذا تو اس سے توبہ کر لے، پس اس شخص نے توبہ کر لی۔

١٢٦ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو زُهَيْرٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَغْرَاءَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ يَعْنِي ابْنَ مُبَشِّرٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا رضي الله عنه وعنهم يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعْدِيهِ عَلَى جَارِهِ، فَبَيْنَا هُوَ قَاعِدٌ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ إِذْ أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَآهُ الرَّجُلُ وَهُوَ مُقَاوِمٌ رَجُلًا عَلَيْهِ ثِيَابٌ بَيَاضٌ عِنْدَ الْمَقَامِ حَيْثُ يُصَلُّونَ عَلَى الْجَنَائِزِ، فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ، مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي رَأَيْتُ مَعَكَ مُقَاوِمَكَ عَلَيْهِ ثِيَابٌ بِيضٌ؟ قَالَ: ''أَقَدْ رَأَيْتَهُ؟'' قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: رَأَيْتَ خَيْرًا كَثِيرًا، ذَاكَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولُ رَبِّي، مَا زَالَ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ جَاعِلٌ لَهُ مِيرَاثًا.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبیٔ کریم ﷺ کے پاس آیا اور اپنے پڑوسی کی زیادتیاں بیان کرنے لگا کہ وہ میرے ساتھ اس اس طرح زیادتی کرتا ہے اس درمیان کہ، وہ آدمی حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نبیٔ کریم ﷺ پاس تشریف لائے جس کو اس آدمی نے بھی دیکھا کہ حضور ﷺ کے سامنے ایک دوسرا آدمی تھا جس پر سفید لباس تھا مقام ابراہیم کے پاس (جہاں جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے) جب حضور ﷺ وہاں سے آگے بڑھے تو اس آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان وہ کون آدمی تھا جو ابھی آپ کے سامنے کھڑا تھا جن سے آپ گفتگو فرمارہے تھے، اور اس کے جسم پر سفید لباس تھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے دیکھا اس کو؟ تو کہا: جی ہاں، کہا کہ تم نے بہت بڑی خیر دیکھی وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے، اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے تھے، وہ برابر مجھے پڑوسی کے بارے میں تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ وہ اس کا وراثت میں حصہ تجویز کردیں گے۔

بَابُ مَنْ آذىٰ جَارَهُ حَتَّى يَخْرُجَ

۱۲۷ - حَدَّثَنَا عِصَامُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَرْطَاةُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: سَمِعْتُ، يَعْنِي أَبَا عَامِرٍ الْحِمْصِيَّ، قَالَ: كَانَ ثَوْبَانُ رضي الله عنه وعنهم يَقُولُ: مَا مِنْ رَجُلَيْنِ يَتَصَارَمَانِ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، فَيَهْلِكُ أَحَدُهُمَا، فَمَاتَا وَهُمَا عَلَى ذَلِكَ مِنَ الْمُصَارَمَةِ، إِلَّا هَلَكَا جَمِيعًا، وَمَا مِنْ جَارٍ يَظْلِمُ جَارَهُ وَيَقْهَرُهُ، حَتَّى يَحْمِلَهُ ذَلِكَ عَلَى أَنْ يَخْرُجَ مِنْ مَنْزِلِهِ، إِلَّا هَلَكَ .

پڑوسی کی تکلیف پر گھر چھوڑنے پر مجبور ہوجانا

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں وہ فرماتے ہیں

کہ دو آدمی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھیں اور ان میں سے ایک کا انتقال ہو جائے، یا دونوں انتقال کر جائیں اور وہ اسی قطع تعلق والی حالت پر موجود تھے تو دونوں ہلاک ہو جائیں گے اور یہ بھی فرمایا کہ کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کے ساتھ ظلم زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی ظلم زیادتی اس کے پڑوسی کو اپنا گھر چھوڑنے پر مجبور کرتی ہے تو وہ ظلم زیادتی کرنے والا پڑوسی ہلاک ہو جائے گا۔

تشریح: حدیث شریف میں ایسے پڑوسی کے لیے وعید بیان کی ہے جو اپنے پڑوسی کے ساتھ ایسی بدسلوکی کرے جس کے نتیجہ میں پڑوسی گھر چھوڑنے پر مجبور ہو جائے، ایسے پڑوسی کی ہلاکت کی گواہی خود پیغمبر ﷺ نے دی ہے تو اس کی ہلاکت میں کیا شک ہو سکتا ہے؟

بَابُ جَارِ الْيَهُودِيِّ

١٢٨ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضي الله عنه وَغُلَامُهُ يَسْلُخُ شَاةً - فَقَالَ: يَا غُلَامُ، إِذَا فَرَغْتَ فَابْدَأْ بِجَارِنَا الْيَهُودِيِّ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: الْيَهُودِيُّ أَصْلَحَكَ اللهُ؟ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوصِي بِالْجَارِ، حَتَّى خَشِينَا أَوْ رُئِينَا أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ.

یہودی یعنی غیر مسلم پڑوسی کے حقوق کا بیان

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کا غلام بکری کی کھال اتار رہا تھا،

انہوں نے اپنے غلام سے کہا کہ اے غلام! جب تم بکری کی کھال اتار چکو تو بکری کا گوشت سب سے پہلے ہمارے یہودی پڑوسی کو دینا، وہاں جو لوگ موجود تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ یہودی؟ اللہ آپ پر رحم کرے، یعنی آپ یہودی کے ساتھ یہ معاملہ کرنے کا اپنے غلام کو حکم دے رہے ہیں؟ تو حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے نبیٔ کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی بہت زیادہ تاکید فرماتے تھے یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ لاحق ہوا کہ آپ پڑوسی کو وارث بنادیں گے۔

تشریح: حدیث شریف میں مطلق پڑوسی کا ذکر ہے اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہی ہو، مسلمان ہو یا غیر مسلم بحیثیت پڑوسی اس کا حق ہے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، بھلائی کا معاملہ کیا جائے۔

بَابُ الْكَرَمِ

١٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النَّاسِ أَكْرَمُ؟ قَالَ: ''أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاهُمْ''، قَالُوا: لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: ''فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيلِ اللهِ''، قَالُوا: لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: ''فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي؟'' قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: ''فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا''.

بزرگی اور شرافت کا بیان

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ

لوگوں میں سب سے زیادہ عزت، شرافت، بزرگی اور اونچے مقام والا کون شخص ہے؟ تو نبیٔ کریم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے یہاں وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو، اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہو۔ قرآن میں بھی ہے ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ تم میں سب سے زیادہ شریف، عزت اور بزرگی والا اللہ کی نگاہ میں وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی سے سب سے زیادہ بچتا ہو۔ لوگوں نے عرض کیا، یعنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہ ہمارا سوال یہ نہیں ہے، ہم اس کے متعلق پوچھنا نہیں چاہتے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے پھر فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بزرگی والے حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو خود اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی کے بیٹے ہیں اور وہ بیٹے ہیں اللہ کے خلیل کے (یعنی مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ اسلام ایسے شخص ہیں کہ ان کے آباواجداد سے نبوت کا سلسلہ چلا آرہا ہے، خاندانی اعتبار سے یہ خود نبی جو نبی کے بیٹے ہیں اور ان کے والد بھی نبی کے بیٹے، اور ان کے والد بھی نبی کے بیٹے، چار پشتوں تک نبوت چلی گئی ہے، اس سے زیادہ خاندانی شرافت اور کیا ہوسکتی ہے؟) پھر لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارا سوال ان کے متعلق نہیں ہے، تو نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ اہل عرب کے مختلف خاندانوں کے متعلق تم پوچھنا چاہتے ہو کہ عرب کے خاندانوں میں کون سب سے زیادہ باعزت اور شرافت والا ہے؟ تو صحابہ نے عرض کیا کہ جی ہاں! اس پر نبیٔ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں جو خاندان زمانۂ جاہلیت میں عزت اور فخر والے سمجھے جاتے تھے اسلام لانے کے بعد بھی وہی عزت اور شرف والے ہیں بشرطیکہ وہ علم حاصل کریں۔

تشریح: حدیث شریف میں ایک لفظ ''الکرم'' آیا ہے کرم کا معنیٰ شرافت بزرگی اور عزت ہے، آدمی کے اندر پائی جانے والی خوبیوں کو اہل عرب کرم اور شرافت سے تعبیر کرتے ہیں، لفظ کرم کا مفہوم بہت وسیع ہے، یہاں لفظ کرم بول کر ایک ایسی صفت مراد لی جاتی ہے جو تمام خوبیوں کا منبع اور جڑ ہے، کسی کے اندر بہت ساری خوبیاں ہوں

توان خوبیوں کوتعبیر کرنے کے لیے اردو میں کہتے ہیں کہ یہ خاندانی ہے، شریف الناس ہے یعنی شریف الناس آدمی کے اندر جو خوبیاں ہونی چاہیے وہ ساری خوبیاں اس کے اندر ہیں۔

حدیث شریف میں ایک لفظ مَعَادِن آیا ہے، معادن عربی زبان میں کان کو کہتے ہیں، جیسے ہیرے، سونے، چاندی، تانبے یا پیتل کی کان۔ جس طرح کان اور معادن کے اندر بہت ساری قدرتی اور قیمتی چیزیں ہوتی ہیں اسی طرح ہر خاندان کے اندر اللہ تعالیٰ نے کچھ قدرتی اور قیمتی اوصاف پیدا کیے ہیں جو اس خاندان کے افراد کے اندر خاندان کی نسبت سے منتقل ہوتے رہتے ہیں، کسی خاندان کے اندر اللہ تعالیٰ نے سخاوت والا وصف رکھا ہے اب یہ سخاوت والا وصف اس خاندان کے افراد میں خاندان کی نسبت سے نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا ہے، کسی خاندان میں اللہ تعالیٰ نے شجاعت والا وصف رکھا ہے اب یہ شجاعت والا وصف اس خاندان میں خاندان کی نسبت سے نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا ہے، اسی لیے عرب کے یہاں بعض خاندان سخاوت میں مشہور تھے، بعض شجاعت میں مشہور تھے، بعض اور خوبیوں میں مشہور تھے۔

اب جس خاندان میں جتنے زیادہ اچھے اوصاف پائے جائیں گے اتنا ہی زیادہ وہ خاندان دوسرے خاندانوں سے بڑا سمجھا جائے گا۔ اسی طرح کسی فرد میں جتنے زیادہ اچھے اوصاف پائے جائیں گے وہ شخص اس حساب سے دوسرے فرد سے رتبہ میں بڑا سمجھا جائے گا۔

اگر کسی کا خاندان تو اچھے اوصاف والا ہے لیکن اس خاندان کے کسی فرد نے اپنے خاندان کے اچھے اوصاف کو باقی نہیں رکھا، نہ علم حاصل کیا اور نہ اپنے آپ کو

اچھے اعمال سے آراستہ کیا، بلکہ اس نے برے اعمال کر کے اپنے خاندان کی مٹی پلید کر دی، تو دھیرے دھیرے یہ ساری خاندانی خوبیاں اس سے ختم ہو جائیں گی۔ بہت سارے شریف گھرانے کے بچے بری صحبتوں کی نتیجے میں اپنے اچھے خاندانی اوصاف سے اپنے آپ کو محروم کر دیتے ہیں۔

خاندانی اوصاف کو باقی رکھنے کے لیے سب سے اہم چیز بری صحبت سے اپنے آپ کو بچانا ہے اور اچھی صحبت کا اہتمام کرنا ہے۔

نبیٔ کریم ﷺ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہوا کہ جو خاندان زمانۂ جاہلیت میں بڑے اونچے سمجھے جاتے تھے اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اسلام قبول کرنے کے بعد علم حاصل کیا اور اسلام اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا تو وہ خاندان دنیا میں بھی بڑا رہے گا اور آخرت کے بھی بلند مقامات کو حاصل کرے گا۔

بَابُ الْإِحْسَانِ إِلَى الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

١٣٠ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ، عَنْ مُنْذِرٍ الثَّوْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ: ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ [الرحمن: ٦٠]، قَالَ: هِيَ مُسَجَّلَةٌ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: مُسَجَّلَةٌ مُرْسَلَةٌ .

نیک اور بد ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید

ترجمہ: محمد بن علی ابن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں) فرماتے ہیں قرآن پاک میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بھلائی کا بدلہ بھلائی

سے دینا ہے اور یہ حکم عام ہے ہر نیک و بد کے لیے۔

تشریح: بھلائی کا بدلہ بھلائی ہی سے دینا ہے، بھلائی کرنے والا اچھا ہو یا برا، یعنی کوئی برا آدمی بھی آپ کے ساتھ بھلائی کرے تو آپ کو بھی اس کے ساتھ بھلائی کرنی ہے، ایسا نہیں کہ کوئی اچھا آدمی آپ کے ساتھ بھلائی کرے تو اس کے ساتھ تو آپ اچھا معاملہ کریں اور کسی برے آدمی نے آپ کے ساتھ بھلائی کی تو اس کے برے ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ نہ کریں یہ درست نہیں ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ يَعُولُ يَتِيمًا

١٣١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمَسَاكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَكَالَّذِي يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ".

جو شخص کسی یتیم کی پرورش کرے اس کی فضیلت کے بارے میں

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی بیواؤں اور مسکینوں پر خرچ کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا، دن بھر روزہ رکھنے والا اور رات بھر عبادت کرنے والا۔

تشریح: بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک کرنا یہ بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے خاص طور پر جبکہ بیوائیں غریب بھی ہوں اسی طرح مسکین کی مدد کرنا یہ بھی بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے خاص کر کے جبکہ وہ مسکین یتیم بھی ہو، ایسے ضرورت مندوں کے لیے

کام کر کے ان کی ضرورتیں پوری کرنا اس کا بہت بڑا ثواب ہے، ایک مجاہد کو میدان جہاد میں اور ایک عابد کو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے میں جو ثواب ملتا ہے وہ اس پر ملے گا۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ يَعُولُ يَتِيمًا لَهُ

١٣٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ رضي الله تعالىٰ عنها: جَاءَتْنِي امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا، فَسَأَلَتْنِي فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي إِلَّا تَمْرَةً وَاحِدَةً، فَأَعْطَيْتُهَا، فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ: "مَنْ يَلِي مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ شَيْئًا، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ".

جو آدمی اپنے یتیم کی پرورش کرے اس کی فضیلت کے بارے میں

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت ان کے پاس آئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں، اس نے مجھ سے اپنی ضرورت کا سوال کیا تو میرے پاس سوائے ایک کھجور کے کچھ نہیں تھا، میں نے وہ کھجور لے کر اس کو دی، اس نے وہ کھجور لے کر اپنی دونوں بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دی، آدھی ایک بیٹی کو دی اور آدھی دوسری بیٹی کو، خود کچھ بھی نہیں کھایا اور پھر اٹھ کر کے روانہ ہو گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے جانے کے بعد نبیٔ کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو

بڑا تعجب ہوا کہ ایک کھجور تھی وہ بھی اپنے بچوں کے درمیان تقسیم کردی اور خود کچھ نہیں کھایا، اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی ان بچیوں کی پرورش کا ذمہ دار بنادیا گیا اور اس نے ان کے ساتھ بھلائی کا سلوک کیا تو یہ لڑکیاں اس شخص کے لیے جہنم کی آگ سے آڑ بن جائے گی۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث شریف سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ دونوں بچیاں یتیم تھیں، دونوں اپنی ماں کی تحویل میں تھیں، ان کو لے کر وہ عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، اور پورا قصہ جو عورت کے ساتھ پیش آیا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو سنایا، آپ ﷺ نے قصہ سن کر اس عورت کے لیے جنت کی بشارت سنائی۔ اور یہ بشارت آپ ﷺ نے اس لیے سنائی کہ لڑکیوں کو لڑکوں کے مقابلہ میں کم تر سمجھا جاتا ہے اور اسی وجہ سے لڑکیوں کے ساتھ جیسا حسن سلوک ہونا چاہیے عام طور ایسا حسن سلوک ان کے کے ساتھ نہیں کیا جاتا، بلکہ ان کی تحقیر کی جاتی ہے، ان کے ساتھ بدسلوکی کے ساتھ پیش آیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ نامناسب معاملہ کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جس نے ان بچیوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کا معاملہ کیا تو یہ حسن سلوک اس کے لیے جہنم کے عذاب سے حفاظت کا ذریعہ بن جائے گا۔

عنوان میں جو فرمایا کہ اپنا یتیم، تو اس کا مفہوم بہت عام ہے، اگر کسی کے بھائی کا انتقال ہوگیا، اور چچا اپنے بھتیجے کی پرورش کرتا ہے یہ بھی اپنا ہی یتیم ہے۔ شوہر کا اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر انتقال ہوگیا اور ان بچوں کی پرورش کرنے والا کوئی نہیں ہے اب بیوہ ماں خود ہی محنت مزدوری کر کے یا گھر میں رہ کر کوئی کام کر کے ان بچوں کی پرورش کر رہی ہے، یہ بھی اپنے یتیم ہی کی پرورش کرنا ہے۔ اسی طرح کسی

کے داماد کا انتقال ہوگیا، اب بیٹی بچوں کے ساتھ باپ کے گھر پر آ گئی، اب نانا یتیم نواسوں کی پرورش کرتا ہے یہ بھی اپنے یتیم ہی کی پرورش کرنا ہے۔ بیٹے کا انتقال ہوگیا، بیٹے کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اوران بچوں کا دادا ان کی پرورش کرتا ہے یہ بھی اپنا ہی یتیم ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ يَعُولُ يَتِيمًا مِنْ أَبَوَيْهِ

١٣٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ صَفْوَانَ قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُنَيْسَةُ، عَنْ أُمِّ سَعِيدٍ بِنْتِ مُرَّةَ الْفِهْرِيِّ، عَنْ أَبِيهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ، أَوْ كَهَذِهِ مِنْ هَذِهِ". شَكَّ سُفْيَانُ فِي الْوُسْطَى وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ .

والدین میں سے کوئی اپنے یتیم کی پرورش کرے اس کی فضیلت

ترجمہ: حضرت مرۃ الفہری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے (انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا اور پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں یا یہ فرمایا کہ یہ انگلی اس انگلی سے، حضرت سفیان رحمہ اللہ کو درمیانی اور انگوٹھے سے ملی ہوئی انگلی میں شک ہوا۔

تشریح: اس حدیث شریف سے آپ ﷺ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جیسے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی میں فاصلہ بہت کم ہے اسی طرح یتیم کی پرورش کرنے والے کو نبیٔ کریم ﷺ سے بہت ہی قریبی مقام حاصل ہوگا۔ یہ مقام یتیم کی کفالت اور اس کی پرورش کرنے اور اس کی ضرورتوں کا خیال رکھنے پر دیا جائے گا۔

حضرت ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ بخاری کے شراح میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب نبیٔ کریم ﷺ نے یتیم کی کفالت پر یہ اجر بتلایا ہے تو ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس اجر کو حاصل کرنے کی کوشش کرے، اور اس کا بہت ہی آسان طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی یتیم کو اپنی پرورش میں لے لے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو بہت جگہیں ایسی ہیں جہاں یتیم کی دیکھ بھال کی جاتی ہے ان اداروں سے رابطہ قائم کر کے ان کی مالی امداد کریں یہ بھی یتیم کی ایک درجہ کفالت کرنا ہے

١٣٤ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ، عَنِ الْحَسَنِ رحمة الله عليه، أَنَّ يَتِيمًا كَانَ يَحْضُرُ طَعَامَ ابْنِ عُمَرَ رضي الله تعالىٰ عنهما، فَدَعَا بِطَعَامٍ ذَاتَ يَوْمٍ، فَطَلَبَ يَتِيمَهُ فَلَمْ يَجِدْهُ، فَجَاءَ بَعْدَمَا فَرَغَ ابْنُ عُمَرَ، فَدَعَا لَهُ ابْنُ عُمَرَ بِطَعَامٍ، لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمْ، فَجَاءَه بِسَوِيقٍ وَعَسَلٍ، فَقَالَ: دُونَكَ هَذَا، فَوَاللهِ مَا غُبِنْتَ يَقُولُ الْحَسَنُ: وَابْنُ عُمَرَ وَاللهِ مَا غُبِنَ .

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے یہاں ایک یتیم ہمیشہ کھانے کے وقت حاضری دیا کرتا تھا (یعنی کھانے میں شریک رہتا تھا، انہوں نے اس کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا تھا کہ روزانہ ہمارے ساتھ کھاتے رہو) ایک دن حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کھانا منگوایا، کھانا جب آ گیا تو اس یتیم کو تلاش کروایا مگر نہیں ملا تو آپ نے کھانا تناول فرمالیا، کھا کر فارغ ہو چکے، دستر خوان اٹھالیا گیا اس کے بعد وہ یتیم آیا، پھر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے گھر پر کہلوایا کہ کھانا بھیجو، گھر والوں کے پاس کھانا تھا نہیں تو ستو اور شہد بھیجا کہ یہ ہیں، (روٹی، سالن تو ختم ہو گیا) چنانچہ جب وہ ستو اور شہد آیا تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس یتیم کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ لو بھائی، اللہ کی قسم تم گھاٹے

میں نہیں ہو(یعنی کھوٹ میں نہیں ہو، بھلے سالن اور روٹی نہیں ملی، ستو اور شہد تو مل ہی گیا)

تشریح: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی کھوٹ میں نہیں رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک یتیم کی پرورش پر اور اس کے حال کی نگرانی اور خیر خبر لینے پر جو فضیلت ملنے والی ہے وہ ان کو حاصل ہوگئی۔

ستو گیہوں کو آگ کے اندر بھون لینے کے بعد موٹا موٹا پیس کر پانی کے اندر بھگو کر کھانے کو کہتے ہیں، بعض لوگ پکا کر بھی کھاتے ہیں، اصل قدیم طریقہ تو پانی میں بھگو کر کھانے کا تھا اور سفر میں توشہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا، اس لیے کہ اس زمانہ میں سفر کئی کئی مہینوں کا ہوتا تھا اور یہ چیز بگڑنے والی نہیں ہوتی اس لیے لمبے سفر میں کھانے کا بہترین توشہ سمجھا جاتا تھا۔ آج کل ستو کی جگہ بہت ساری کھانے کی چیزیں نکل آئی ہیں، اس لیے ستو کا رواج ختم ہوگیا۔

١٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ، رضي الله تعالیٰ عنه وعنهم عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا''، وَقَالَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى.

ترجمہ: حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی دونوں انگلیاں مبارکہ شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں انگلیوں کو ملا کر اس طرح اشارہ فرمایا کہ جس طرح ان دونوں انگلیوں میں فاصلہ بہت کم ہے اسی طرح میرے اور یتیم کی ضرورتوں

کی خبر رکھنے والے اور اس کی کفالت کرنے والے شخص کے درمیان فاصلہ بہت کم ہوگا، یعنی اس کو نبی ﷺ کا قرب خاص حاصل ہوگا، گویا یتیم کی خبر گیری کرنے والے شخص کے لیے جنت میں نبیٔ کریم ﷺ کی معیت کی اس حدیث شریف میں خصوصیت کے ساتھ بشارت سنائی گئی ہے۔

١٣٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ وَرْدَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ كَانَ لَا يَأْكُلُ طَعَامًا إِلَّا وَعَلَى خِوَانِهِ يَتِيم .

ترجمہ: حضرت ابوبکر ابن حفص رحمہ اللہ تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت شریفہ یہ تھی کہ دستر خوان جب بچھتا تھا تو آپ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک کہ کوئی یتیم دستر خوان پر نہ آیا ہو۔

تشریح: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما یتیم کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔

نبیٔ کریم ﷺ نے یتیم کی کفالت کی جو فضیلت بتلائی ہے اس کو سن کر تو یتیم کے لیے ہم جتنا کریں وہ کم ہے، لیکن اگر بہت کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم ہمارا جو کھانا ہے اسی میں یتیم کو شریک کر کے انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام لکھوا سکتے ہیں، ویسے بھی ہمارے گھر میں کھانا بہت سارا بچ جاتا ہے، اس طرح ایک آدھ یتیم کو ہمارے ساتھ کھانے میں شریک کر لیا جائے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

ہم لوگوں کو بھی اگر کسی یتیم کی کفالت کا موقع مل جائے اور اس طرح کی اپنی عادت بنالیں تو کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

بَابُ خَيْرُ بَيْتٍ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ

١٣٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَتَّابٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه وعنهم قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ، وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ، أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ" يُشِيرُ بِإِصْبَعَيْهِ .

بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کا بہترین گھرانہ وہ ہے جہاں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھائی کا، بھلائی کا سلوک کیا جاتا ہو۔ اور مسلمانوں کے گھرانوں میں سے بدترین گھرانہ وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ برا سلوک کیا جائے، میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے، آپ نے اپنی دونوں مبارک انگلیوں سے اشارہ فرمایا کہ جس طرح ان دو انگلیوں میں فاصلہ نہ ہونے کے برابر ہے اسی طرح میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایک دوسرے کے رفیق ہوں گے۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس گھر میں یتیم ہو اور اس یتیم کے ساتھ باعزت سلوک کیا جائے اچھائی اور بھلائی کا معاملہ کیا جائے وہ بہترین گھرانہ ہے۔

ایک گھر میں کئی بھائی رہتے ہیں ان میں سے کسی ایک بھائی کا انتقال ہو جاتا ہے تو جیسے دوسرے بچوں کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے ایسا باعزت سلوک مرحوم کی اولاد کے

ساتھ نہیں کیا جاتا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گھر والوں پر ایک بوجھ ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنی اولاد سے زیادہ یتیم بھائی کے بچوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

یتیم کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے

جن گھروں میں اس طرح کے مرحوم بھائی وغیرہ کے بچے ہوتے ہیں ان گھر والوں کو میری خاص نصیحت ہے کہ ان کے ساتھ باعزت سلوک کریں، اور اس بات کا اہتمام کریں کہ کوئی ایسا معاملہ، ایسا سلوک اس بچے کے ساتھ نہ کیا جائے جس کی وجہ سے وہ یتیم بچے اپنے متعلق یہ محسوس کریں کہ ہماری کوئی خیر خبر لینے والا نہیں ہے، ہمارے ساتھ بدسلوکی کی جارہی ہے، کسی بھی معاملے میں ان کے ساتھ اوچھا سلوک نہیں کرنا چاہیے۔

بَابُ كُنْ لِلْيَتِيمِ كَالْأَبِ الرَّحِيمِ

١٣٨ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبْزَى قَالَ: قَالَ دَاوُدُ عليه السلام: ''كُنْ لِلْيَتِيمِ كَالْأَبِ الرَّحِيمِ، وَاعْلَمْ أَنَّكَ كَمَا تَزْرَعُ كَذَلِكَ تَحْصُدُ، مَا أَقْبَحَ الْفَقْرَ بَعْدَ الْغِنَى، وَأَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ - أَوْ أَقْبَحُ مِنْ ذَلِكَ - الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدَى، وَإِذَا وَعَدْتَ صَاحِبَكَ فَأَنْجِزْ لَهُ مَا وَعَدْتَهُ، فَإِنْ لَا تَفْعَلْ يُورِثُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ، وَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ صَاحِبٍ إِنْ ذَكَرْتَ لَمْ يُعِنْكَ، وَإِنْ نَسِيتَ لَمْ يُذَكِّرْكَ''.

یتیم کے حق میں تم مہربان باپ کی طرح ہو جاؤ

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن ابزیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ السلام نے فرمایا تم یتیم کے لیے مشفق اور مہربان باپ کی طرح بن جاؤ، (یعنی ان کے ساتھ ایسا سلوک کرو جیسا مہربان باپ اپنی اولاد کے ساتھ کرتا ہے) اور جان لو جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے (یعنی جیسا کرو گے ویسا بھرو گے) مالداری کے بعد فقیری بہت بری چیز ہے، راہ راست پر آنے کے بعد دوبارہ گمراہی میں چلے جانا یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ جب تم اپنے ساتھی کو کوئی چیز دینے کا وعدہ کرو تو اپنے وعدہ کو پورا کرو اس لیے کہ جو وعدہ کیا اس کو پورا نہیں کرو گے تو پھر تمہارے اور اس کے درمیان عداوت پیدا ہو جائے گی (تمہارے اس وعدے کو پورا نہ کرنا اس کے دل میں تمہارے لیے عداوت پیدا کر دیگا، اس لیے یا تو وعدہ ہی نہ کرو، یا وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو) اور اپنے ایسے دوست سے اللہ کی پناہ مانگو کہ جب تم کسی کام کے لیے اس سے مدد مانگو تو تمہاری مدد نہ کرے اور جب کوئی کام جو تم کو کرنا تھا تم بھول جاؤ تو تم کو یاد بھی نہ دلائے، حالانکہ دوست تو اسی لیے تھا کہ نیکی کے کام میں مدد کرتا اور نیکی کا کام ہم بھول رہے ہوں تو وہ ہم کو یاد دلاتا، دونوں میں سے کوئی کام نہیں کرتا ہے تو ایسا آدمی دوست بنانے کے لائق نہیں۔

تشریح:

راویٔ حدیث کے مختصر حالات

راویٔ حدیث حضرت عبد الرحمٰن ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، صغار صحابہ میں سے ہیں، نافع ابن عبد الحارث آپ کے آقا تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نافع ابن عبد الحارث کو مکہ کا حاکم بنایا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پوچھا کہ آپ نے جنگلات کا ذمہ دار کس کو بنایا ہے؟ کہا کہ ابن ابزیٰ کو یعنی یہی عبد الرحمٰن ابن ابزیٰ کو،

کہا کہ آپ نے غلام کو حاکم بنایا؟ کہا کہ وہ قرآن کا پڑھنے والا ہے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا صدق رسول اللہ ﷺ ان اللہ یرفع بھذ الکتاب اقواماً ویضع به آخرین، اللہ کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا کہ اللہ اس قرآن کے ذریعے سے بہت سوں کو سر بلند کرتے ہیں جو اس کا حق ادا کرنے والے ہیں اور بہت سوں کو اللہ اس کے ذریعے سے نیچا دکھلاتے ہیں، ذلیل کرتے ہیں جو اس کی حق تلفی کرنے والے ہیں۔

یتیم کے واسطے آپ مہربان باپ کی طرح بن جاؤ

حضرت داؤد علیہ السلام نے پہلی بات یہ ارشاد فرمائی کہ یتیم کے واسطے آپ مہربان باپ کی طرح بن جاؤ اس کا باپ تو ہے نہیں لیکن آپ اس کے ساتھ ایسا سلوک کیجئے کہ گویا وہ اپنے باپ کی شفقتوں کو یاد نہ کرے بلکہ آپ کی شفقتوں کو دیکھ کر اس کو اپنے اصلی باپ کی یاد نہ آئے اور اپنے باپ کو بھول جائے۔

خوش حالی کے بعد فقر بہت بری چیز ہے

دوسری بات جو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمائی وہ یہ ہے ایک آدمی خوش حال رہا ہو اور خوش حالی کے دن ختم ہو جائیں اور فقر سے واسطہ پڑے تو یہ بڑی آزمائش کی چیز ہوتی ہے اور ان دنوں کو گذارنا اس کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے، ہاں فقیری کے بعد مالداری آئے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

راہ راست کے بعد گمراہی سب سے خطرناک ہے

اور راہ راست کے بعد گمراہی میں مبتلا ہونا اس سے بھی زیادہ خطرناک اور برا ہے

ایک آدمی کو اللہ نے ہدایت عطا فرمائی تھی، نیکی کے راستے پر چل رہا تھا، مؤمن تھا کافر ہو گیا۔ نعوذ باللہ، یا نمازوں کا اہتمام کرتا تھا، نمازیں چھوٹنے لگیں، اسے دیگر نیک کاموں کی اللہ تعالیٰ نے سعادت اور توفیق عطا کر رکھی تھی وہ سب نیک کام چھوٹ گئے اور اب حالت بری ہوگئی وہ مالداری کے بعد فقر سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اس لیے اس سے خصوصاً پناہ مانگنی چاہیے، اللہ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

راہ راست کے بعد گمراہی کا ایک بہت بڑا سبب

ہدایت کے بعد گمراہی کے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب دوسروں کی تحقیر ہے، لوگ آج کل اس میں بہت زیادہ مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ کسی کو نیکی کی توفیق دیتے ہیں، اور وہ راہ راست پر آجاتا ہے، اسے ہدایت نصیب ہو جاتی ہے تو اس ہدایت پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور جو لوگ راہ راست پر نہیں ہے ان کے متعلق ذرا برابر بھی دل میں تحقیر کا جذبہ نہیں ہونا چاہیے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے حَسْبُ اِمْرِئٍ مِنَ الشَّرِ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِم ایک آدمی کی برائی کے لیے اتنا کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

مال کی وجہ سے کسی کو حقیر نہ سمجھے

مال اللہ کی نعمت ہے دنیوی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوش حال بنایا ہے، مال و دولت اور ثروت سے نوازا ہے، اب ایک آدمی غریب ہے، اس کے پاس پیسہ نہیں ہے تو اس کے فقر و فاقہ کی وجہ سے، اس کی خستہ حالی کی وجہ سے کبھی بھی دل میں تحقیر نہیں آنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے کشادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے

نپی تلی روزی دیتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں اگر کوئی فقیر آدمی ہے تو اس کی وجہ سے اس کا مرتبہ اللہ کے یہاں گھٹ نہیں گیا، بہت سارے لوگ وہ ہیں جو فقیر ہیں، غریب ہیں مگر ان کے مرتبے اللہ کے یہاں بہت سے مالداروں سے اونچے ہوا کرتے ہیں، اس لیے کسی کے پاس یہ دنیوی چیز نہ ہونے سے اس کو کمتر نہ سمجھا جائے۔

اپنی دینداری کی وجہ سے اپنے سے کم تر کو حقیر نہ سمجھے

اسی طرح اللہ نے کسی کو دین کی نعمت سے نوازا ہے، مثلاً آپ کو اللہ تعالیٰ نے راہ راست پر رہنے کی توفیق عطا فرمائی، آپ نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، دین پر چلتے ہیں، اور ایک آپ کا دوسرا بھائی ہے جو دین سے ہٹا ہوا ہے تو اس کی خیر خواہی تو ہونی چاہیے۔ مگر اس کے مقابلہ میں اپنے آپ کو افضل نہ سمجھا جائے اس لیے کہ پتہ نہیں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کیا مقام ہے۔

مرض برا ہے مریض برا نہیں

اپنا کوئی بھائی بیمار ہو تو اپنے بھائی کے لیے دل میں یہ جذبہ تو ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس بیماری سے شفاء دے، لیکن اس بیماری کی وجہ سے اس کے ساتھ کوئی تحقیر کا معاملہ نہیں کرتا، کسی کو تپ دق کی بیماری ہوگئی، کینسر کی بیماری ہوگئی تو ظاہر ہے کینسر والے بھائی کو جب ہم دیکھیں گے تو ہمارے دل میں اس کے ساتھ ایک دل سوزی پیدا ہوگی، اور ہم دل سے دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شفاء دے دے، مگر اس کینسر کے مرض کی وجہ سے ہم اس کو حقیر اور معمولی نہیں سمجھتے۔ اسی طرح دینی اعتبار سے اگر کوئی کمزور ہے تو یہ بھی ایک روحانی بیماری ہے تو اس روحانی بیماری کی وجہ سے اس کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

کسی کو حقیر سمجھنے کا انجام

آج کل عام طور پر دعوت وتبلیغ کی برکت سے بہت سارے لوگ راہ راست پر آجاتے ہیں، اور بگڑی ہوئی حالت درست ہوجاتی ہے، لیکن راہ راست پر آنے کے بعد بہت سارے لوگ عجب کا شکار ہوجاتے ہیں اور اپنے ہی کو دین دار سمجھتے ہیں اور دوسروں کو اپنے سے کم تر سمجھنے لگتے ہیں، حالانکہ ہمارے اکابر کی طرف سے دعوت و تبلیغ کی تحریک میں وقت لگانے والوں کو یہ خاص طور سے ہدایت کی جاتی ہے کہ کسی کو حقیر نہ سمجھیں، کسی کو حقیر سمجھتے ہیں اس کے نتیجے میں پھر خود ہی راہ راست پر آنے کے بعد راہ راست سے ہٹ جاتے ہیں۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے

ہدایت ہمارے اختیار کی چیز نہیں ہے یہ خاص اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ﴿ذٰلِكَ فَضلُ اللّٰهِ يُؤتِيهِ مَن يَّشَآءُ وَاللّٰه ذُو الفَضلِ العَظِيمِ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اسکو دیتے ہیں اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔

ہدایت کے ملنے کو اپنا کمال نہ سمجھے، آدمی دوسرے کی تحقیر اس وقت کرتا ہے جب خود یوں سمجھتا ہے کہ یہ جو کچھ ہے میرا کمال ہے، ایک عالم کسی غیر عالم کو حقیر اس وقت سمجھتا ہے جب وہ علم جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسے دیا ہے اس کو اپنا کمال سمجھتا ہے، اگر وہ یہ سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے یہ علم دیا ہے میں حقیقت میں اس کا لائق نہیں تھا، اگر یہ تصور اس کے دماغ میں رہے گا تو وہ کبھی بھی وہ اپنے بھائی کو حقیر نہیں سمجھے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿وَ لَو لَا فَضلُ اللّٰہِ عَلَیکُم وَ رَحمَتُہ مَا زَکٰی مِنکُم مِّن اَحَدٍ اَبَدًا وَّ لٰکِنَّ اللّٰہ یُزَکِّی مَن یَّشَآءُ وَ اللّٰہ سَمِیعٌ عَلِیمٌ﴾ اگر اللہ تعالیٰ اس کا فضل اور اس کی رحمت شامل حال نہ ہوتی تو تم میں سے کسی آدمی کا حال درست نہ ہوتا، کوئی دین پر قائم نہیں رہ سکتا تھا، اللہ تعالیٰ بڑی تاکید کے ساتھ فرماتے ہیں﴿مَا زَکٰی مِنکُم مِّن اَحَدٍ اَبَدًا﴾تم میں سے کوئی آدمی راہ راست پر چل نہیں سکتا تھا﴿فَلَا تُزَکُّوا اَنفُسَکُم هُوَ اَعلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی﴾

اپنی پاکی مت ہانکا کرو کہ میں بڑا نیک ہوں، بڑا عالم ہوں بڑا بزرگ ہوں، نہیں نہیں، اللہ خوب جانتا ہے کس کے دل میں کتنا تقویٰ ہے۔

١٣٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا حَمْزَةُ بْنُ نَجِيحٍ أَبُو عُمَارَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ: لَقَدْ عَهِدْتُ الْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ لَيُصْبِحُ فَيَقُولُ: يَا أَهْلِيَهْ، يَا أَهْلِيَهْ، يَتِيمَكُمْ يَتِيمَكُمْ، يَا أَهْلِيَهْ، يَا أَهْلِيَهْ، مِسْكِينَكُمْ مِسْكِينَكُمْ، يَا أَهْلِيَهْ، يَا أَهْلِيَهْ، جَارَكُمْ جَارَكُمْ، وَأُسْرِعَ بِخِيَارِكُمْ وَأَنْتُمْ كُلَّ يَوْمٍ تَرْذُلُونَ . وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: وَإِذَا شِئْتَ رَأَيْتَهُ فَاسِقًا يَتَعَمَّقُ بِثَلَاثِينَ أَلْفًا إِلَى النَّارِ مَا لَهُ قَاتَلَهُ اللهُ؟ بَاعَ خَلَاقَهُ مِنَ اللهِ بِثَمَنِ عَنْزٍ، وَإِنْ شِئْتَ رَأَيْتَهُ مُضَيِّعًا مُرْبَدًّا فِي سَبِيلِ الشَّيْطَانِ، لَا وَاعِظَ لَهُ مِنْ نَفْسِهِ وَلَا مِنَ النَّاسِ .

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کا وہ زمانہ بھی دیکھا ہے یعنی ایسا نیکی کا اور بھلائی کا زمانہ تھا کہ آدمی جب صبح کرتا تھا تو اپنے گھر والوں کو کہتا تھا کہ اے گھر والو! اے گھر والو! اپنے یتیم کی خبر لو، اس کا خیال رکھو، اے گھر والو! اے گھر والو!

اپنے مسکین کی خبر کرلو، اس کا خیال رکھو، اے گھر والو! اے گھر والو! اپنے پڑوسی کی خبر لو، اس کا خیال رکھو، (گویا ان نیکی کے کاموں کے لیے آدمی اپنے گھر کے لوگوں کو آمادہ کرتا تھا، متوجہ کرتا تھا، لوگوں کو ان چیزوں کا اہتمام ہوتا تھا) پھر وہ زمانہ آیا کہ تمہارے نیک لوگ جلدی سے دنیا سے ختم ہو گئے (یعنی تمہارے نیک لوگ یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو گئے) اور تم ہر روز دینی اعتبار سے کم سطح پر آرہے ہو (یعنی تمہارا دینی معیار دن بدن گھٹتا جارہا ہے) اور حمزہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا تم چاہو تو دیکھ لو (یعنی لوگ ایسے گھٹ گئے، یعنی لوگوں کا دینی معیار اتنا نیچے اتر آیا کہ تم چاہو تو دیکھ لو) کہ ایک گنہگار فاسق اور اللہ کا نافرمان آدمی تیس ہزار درہم خرچ کر کے جہنم کی گہرائی میں اتر رہا ہے (یعنی تیس ہزار درہم اللہ کی نافرمانی میں، فضول خرچی میں خرچ کر کے اپنے آپ کو جہنم میں اتار رہا ہے) اور پھر کہتے ہیں کہ کیا ہو گیا اس کو، اللہ تعالیٰ اس کو موت دے کہ وہ اپنے اخلاق کو، اپنے حسن عمل کو جو اللہ کے ساتھ رکھنا چاہیے ایک بکری کی قیمت میں ختم کر رہا ہے (یعنی معمولی رقم کے خاطر وہ اپنے اعمال کو بگاڑ رہا ہے) اور دینی سطح لوگوں کی اتنی گھٹ گئی تم چاہو تو کسی فاسق کو دیکھ لو گے کہ وہ حقوق کو ضائع کرنے والا اور شیطان کے راستے میں ترقی کرنے والا ہے، نہ تو خود کو کوئی نصحیت حاصل ہو رہی ہے، یعنی خود کو اپنی ان حرکتوں کے اوپر کوئی احساس ہے اور نہ لوگوں میں سے کوئی اس کو نصیحت کرتا ہے، نہ تو یاد دلاتا ہے۔

تشریح: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے ہیں، اپنے زمانہ کے بدلے ہوئے حالات پر تبصرہ فرمارہے ہیں، آپ کا دور تابعین کا دور تھا اس وقت خیر غالب تھی اس وقت یہ حالت تھی تو ہمارے اس وقت کی حالت کا تو کیا پوچھنا، جہاں شر ہی شر ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حالات اپنے زمانہ کے بتلائے ہیں وہ سارے حالات ہمارے زمانہ میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی

دینی سطح دن بدن گھٹتی جارہی ہے،کوئی برائیوں میں مبتلا ہوتا ہے تو نہ خود اس کو احساس ہے اور نہ کوئی احساس دلانے والا ہے۔

١٤٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ سِيرِينَ: عِنْدِي يَتِيمٌ، قَالَ: اصْنَعْ بِهِ مَا تَصْنَعُ بِوَلَدِكَ، اضْرِبْهُ مَا تَضْرِبُ وَلَدَكَ .

ترجمہ: حضرت اسماء ابن عبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میرے یہاں ایک یتیم ہے اس کے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ تو اس کے جواب میں حضرت محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم جس طرح اپنے بیٹے کے ساتھ، اپنی اولاد کے ساتھ معاملہ کرتے ہو وہی معاملہ اس کے ساتھ بھی کرو، اور جن چیزوں پر اپنی اولاد کی پٹائی کرتے ہو اس پر اس کی بھی پٹائی کرو۔

تشریح: اگر کسی کے ماتحت کوئی یتیم ہے تو اس یتیم کے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ کرو جس طرح اپنے بیٹے کے ساتھ، اپنی اولاد کے ساتھ کرتے ہو، یعنی جیسی شفقت اپنی اولاد کے ساتھ کرتے ہو ایسی شفقت ان کے ساتھ بھی کرو اور اگر یتیم کی تربیت اور ادب سکھلانے کے خاطر کبھی پٹائی کی ضرورت پڑ جائے تو ان کی بھی پٹائی بقدر ضرورت کر سکتے ہو، بلکہ اگر تربیت کے لیے پٹائی کی ضرورت تھی اور پٹائی نہیں کی اور اس وجہ سے تربیت میں کمی رہی تو یہ یتیم کی حق تلفی اور بدسلوکی ہے۔

بَابُ فَضْلِ الْمَرْأَةِ إِذَا تَصَبَّرَتْ عَلَى وَلَدِهَا وَلَمْ تَتَزَوَّجْ

١٤١ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ نَهَّاسِ بْنِ قَهْمٍ، عَنْ شَدَّادٍ أَبِي عَمَّارٍ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، رضي الله تعالىٰ عنه وعنهم عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ: ''أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ، امْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا فَصَبَرَتْ عَلَى وَلَدِهَا، كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ''.

کسی عورت نے اپنے بچے کی خاطر نکاح نہیں کیا صبر سے زندگی گذاری اس کی فضیلت

ترجمہ: حضرت عوف ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور وہ عورت جس کے رخسار کا رنگ بدل گیا ہے (مشقتوں کو برداشت کرنے یعنی غربت اور افلاس کی تکلیفیں اٹھانے کی وجہ سے اس کے چہرے کی سرخی ختم ہوگئی، چہرا بھی پیلا پڑ گیا، چہرے کا رنگ بھی کالا ہو رہا ہے) وہ عورت جو اپنے شوہر سے بیوہ ہوئی اور اپنے بچے کی خاطر ٹھہری رہی اور نکاح نہیں کیا تو وہ عورت جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوگی۔

تشریح: ایک عورت کو جوانی ہی کے اندر بچہ پیدا ہوتے ہی شوہر کا انتقال ہو گیا وہ اپنے بچے کی خاطر دوسرے نکاح سے رکی رہی اور اس نے افلاس اور مشقت کی زندگی گذاری، حالانکہ وہ عورت نیک صورت اور نیک سیرت اور خاندانی تھی اور بہت جگہوں سے نکاح کے پیغام بھی آئے مگر بچے کی وجہ سے اس نے نکاح نہیں کیا ایسی عورت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ کیا کہ جس طرح ان دونوں انگلیوں میں کوئی فاصلہ نہیں ہے اسی طرح میں اور وہ عورت جنت میں ایک ساتھ ہوں گے۔

بَابُ أَدَبِ الْيَتِيمِ

١٤٢- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ شُمَيْسَةَ الْعَتَكِيَّةِ قَالَتْ:

ذُكِرَ أَدَبُ الْيَتِيمِ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ: إِنِّي لَأَضْرِبُ الْيَتِيمَ حَتَّى يَنْبَسِطَ .

ترجمہ: حضرت شمیسہ العتکیہ رحمہا اللہ فرماتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یتیم کو ادب سکھانے کا تذکرہ آیا تو کہا کہ میں تو یتیم کو ادب سکھانے کے لیے ایسی پٹائی کرتی ہوں کہ یہ بچھ جاتا ہے۔

تشریح: کسی کی پرورش میں یتیم ہو تو اس کو پڑھایا جائے گا، تربیت کی جائے گی، ادب سکھلایا جائے گا، اور اس کو کمالات سکھلانے کے لیے اس پر محنت کی جائے گی۔

بعض لوگ یوں سوچتے ہیں کہ یہ تو یتیم ہے اس کو تعلیم وتربیت کے لیے ماریں گے تو یتیم کے ساتھ زیادتی لازم آئے گی۔ ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تعلیم وتربیت کی غرض سے تم اپنی اولاد کی پٹائی کرتے ہو وہاں یتیم کی بھی پٹائی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ پٹائی کرنا درحقیقت اس کی خیر خواہی ہے، اس لیے کہ اس موقع پر اس کی پٹائی نہیں کی گئی تو یتیم یہ سمجھتا ہے کہ میری تو پٹائی ہوتی نہیں تو وہ نہ کوئی چیز سیکھے گا اور نہ آداب سے واقف ہوگا، یہاں پٹائی نہ کرنا یتیم کو بگاڑنے کا سبب بنے گا جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ مَاتَ لَهُ الْوَلَدُ

١٤٣ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله تعالىٰ عنه، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”لَا يَمُوتُ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ،

فَتَمَسَّهُ النَّارُ، إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ".

جس کے لڑکے کا انتقال ہو گیا ہو اس کی فضیلت کے بارے میں

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں میں سے کسی کے تین بچوں کا اگر انتقال ہو گیا تو اس کو آگ نہیں چھوئے گی مگر قسم پوری کرنے کے لیے۔

تشریح: قرآن پاک میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاِن مِّنكُم اِلَّا وَارِدُها كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتمًا مَّقضِيًّا﴾ ہر ایک آدمی کو جہنم کے اوپر سے گذرنا ہے، یہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر رکھی ہے اور یہ چیز پوری ہو کر رہے گی، گویا جہنم کا نظارہ تو ہر شخص کو کرنا ہی ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جن کے تین بچوں کا انتقال ہو گیا تو وہ بطور نظارہ کے جہنم کے اوپر سے گذارا جائے گا، لیکن جہنم کی آگ اس کو لگے گی نہیں، کسی چیز کا بہت کم ہونا بتلانا ہو تو عرف میں بولتے ہیں اس کے پاس تو قسم کھاوے اتنا بھی نہیں ہے۔

١٤٤ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ طَلْقِ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ فَقَالَتِ: ادْعُ لَهُ، فَقَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَةً، فَقَالَ: "احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِيدٍ مِنَ النَّارِ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس کے لیے دعا کر دیجیے اس لیے کہ اس سے پہلے تین بچوں کو دفن کر چکی ہوں تو اس پر حضور اکرم ﷺ نے

فرمایا تو نے جہنم سے بڑی مضبوط دیوار اپنے لیے قائم کر لی۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ کہ ایک عورت نے آ کر آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے تین بچے انتقال کر گئے یہ چوتھا بچہ ہے اس کی زندگی کی دعا کر دیجیے، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین بچوں کے انتقال نے تیرے حق میں بڑی دیوار بنالی ہے کہ جہنم کی آگ تجھے چھوئے گی نہیں۔

١٤٥ - حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ خَالِدٍ الْعَبْسِيِّ قَالَ: مَاتَ ابْنٌ لِي، فَوَجَدْتُ عَلَيْهِ وَجْدًا شَدِيدًا، فَقُلْتُ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا تُسَخِّي بِهِ أَنْفُسَنَا عَنْ مَوْتَانَا؟ قَالَ: سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "صِغَارُكُمْ دَعَامِيصُ الْجَنَّةِ".

ترجمہ: خالد عبسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے ایک بچے کا انتقال ہو گیا اس پر مجھے بڑا شدید غم لاحق ہوا تو میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ نبی کریم ﷺ سے اس سلسلے میں کوئی بات آپ نے سنی ہو تو ہمیں بھی سنائیں جس سے ہمارا جی ہمارے مردوں کی طرف سے راضی ہو جائے (مطلب یہ کہ ایسی کوئی بات سناؤ جس سے یہ غم ہلکا ہو جائے) تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ یہ تمہارے چھوٹے بچے وہ جنت کے کیڑے ہیں۔

تشریح: دَعَامِيصُ پانی کے اندر کیڑا ہوتا ہے جس کو پویرا بولتے ہیں، پویرا بچے کو بھی بولتے ہیں، لیکن پانی کے کیڑے کو بھی پویرا بولتے ہیں جو پانی سے نکلتا نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ تمہارے چھوٹے بچے جو ہیں وہ جنت ہی میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ اپنے ماں باپ کو کھینچ کر جنت میں لے جائیں گے۔

١٤٦ - حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ''مَنْ مَاتَ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَاحْتَسَبَهُمْ دَخَلَ الْجَنَّةَ''، قُلْنَا: يَارَسُولَ اللهِ، وَاثْنَانِ؟ قَالَ: ''وَاثْنَانِ''، قُلْتُ لِجَابِرٍ: وَاللهِ، أَرَى لَوْ قُلْتُمْ وَاحِدٌ لَقَالَ. قَالَ: وَأَنَا أَظُنُّهُ وَاللهِ.

ترجمہ: حضرت محمد ابن لبیب رحمہ اللہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جس کے تین بچے انتقال کر گئے اوران کے انتقال پر اس نے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے صبر کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! اگر دو بچے ہوں تو؟ کہا کہ دو ہوں تو بھی۔ محمد ابن لبیب رحمہ اللہ جو اس روایت کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ کی قسم میرا خیال یہ ہے کہ اگر تم لوگ ایک بچے کے بارے میں پوچھتے تو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی جواب دیتے، اس کے جواب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا بھی خیال یہی ہے اللہ کی قسم آپ کو ایک کے متعلق بھی پوچھا جاتا تو بھی آپ یہی جواب ارشاد فرماتے۔

تشریح: احتساب کا مطلب یہ ہے کہ کسی نیکی کے کام میں جو مشقت آدمی کو لاحق ہوتی ہے وہ اللہ ہی کے خاطر اس مشقت کو اٹھاتا ہے کوئی دوسری غرض نہ ہو وہ احتساب کہلاتا ہے جس طرح اس روایت میں تین بچے اور دو بچے کے انتقال پر ماں باپ کے صبر کرنے پر جنت کی بشارت ہے، اسی طرح بعض روایتوں میں ایک بچہ کا بھی تذکرہ ہے، بلکہ وہ جو ادھورا اور ناقص بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے متعلق بھی یہ فضیلت آئی ہے۔

١٤٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ: سَمِعْتُ طَلْقَ بْنَ مُعَاوِيَةَ - هُوَ جَدُّهُ - قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ فَقَالَتِ: ادْعُ اللهَ لَهُ، فَقَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَةً، فَقَالَ: ''احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِيدٍ مِنَ النَّارِ''.

ترجمہ: ایک عورت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے بچے کو لیکر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس کے لیے دعا کر دیجیے میں نے تین بچے اس سے پہلے دفن کیے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے جہنم کی آگ سے بڑی مضبوط دیوار قائم کر دی ہے۔

١٤٨ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا لَا نَقْدِرُ عَلَيْكَ فِي مَجْلِسِكَ، فَوَاعِدْنَا يَوْمًا نَأْتِكَ فِيهِ، فَقَالَ: ''مَوْعِدُكُنَّ بَيْتُ فُلَانٍ''، فَجَاءَهُنَّ لِذَلِكَ الْوَعْدِ، وَكَانَ فِيمَا حَدَّثَهُنَّ: ''مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ يَمُوتُ لَهَا ثَلَاثٌ مِنَ الْوَلَدِ، فَتَحْتَسِبَهُمْ، إِلَّا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ''، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: أَوِ اثْنَانِ؟ قَالَ: ''أَوِ اثْنَانِ'' كَانَ سُهَيْلٌ يَتَشَدَّدُ فِي الْحَدِيثِ وَيَحْفَظُ، وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَقْدِرُ أَنْ يَكْتُبَ عِنْدَهُ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک عورت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم (یعنی عورتیں) آپ کی مجلس میں حاضری نہیں دے سکتی (یعنی عورت ہونے کی وجہ سے، آپ مردوں کے درمیان ہوتے ہیں اس لیے ہم وہاں حاضری نہیں دے سکتی) آپ ہمارے لیے کوئی ایک دن متعین فرما دیجیے جس میں ہم آپ کی خدمت میں حاضری دیا کریں۔ تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب میں ارشاد فرمایا کہ فلاں دن فلانے کے گھر میں وقت مقرر کرتا ہوں (یعنی فلاں دن، فلاں کے گھر میں عورتوں سے گفتگو

کروں گا) چنانچہ اس وعدہ کے مطابق نبیٔ کریم ﷺ عورتوں کی مجلس میں تشریف لائے اور عورتوں سے باتیں ارشاد فرمائیں، ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ تم میں سے کسی عورت کے تین بچے انتقال کر جائیں وہ اللہ سے اجر اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے صبر کرے تو وہ عورت جنت میں جائے گی، ایک عورت نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! اگر دو ہوں تو؟ تو کہا کہ دو ہوں تو بھی یہی فضیلت حاصل ہے۔

١٤٩ - حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصٍ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ سُلَيْمٍ قَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ''يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَمُوتُ لَهُمَا ثَلَاثَةُ أَوْلَادٍ، إِلَّا أَدْخَلَهُمَا اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ''، قُلْتُ: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: ''وَاثْنَانِ''.

ترجمہ: حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبیٔ کریم ﷺ کے پاس حاضر تھی اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ام سلیم! جن دو مسلمانوں (میاں بیوی) کے تین بچے انتقال کر جائیں اللہ تعالیٰ ان کو محض اپنی رحمت سے جنت میں داخل کریں گے، تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر دو بچے ہوں تو؟ تو کہا کہ دو ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔

تشریح: حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد مالک ابن نضر وہ اسلام نہیں لائے تھے ان کی والدہ نے ان کو اسلام کے لیے کہا تو انہوں نے انکار کیا اور ناراض ہو گئے اور ناراض ہو کر شام کی طرف چلے گئے اور راستے ہی میں انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو پیغام نکاح دیا وہ بھی مشرک تھے، حضرت ام سلیم

رضی اللہ عنہا نے شرط کی کہ اسلام لاؤ تو نکاح کروں گی، چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کیا، پھر نکاح کیا۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ بچپن میں کسی آدمی کے بچوں کا انتقال کر جانا اور اس پر اس آدمی کا صبر کرنا اس کے لیے جنت میں جانے کا ذریعہ بنتا ہے۔

۱۵۰ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى الْفُضَيْلِ: عَنْ أَبِي حَرِيزٍ، أَنَّ الْحَسَنَ حَدَّثَهُ بِوَاسِطَ، أَنَّ صَعْصَعَةَ بْنَ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ لَقِيَ أَبَا ذَرٍّ مُتَوَشِّحًا قِرْبَةً، قَالَ: مَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ يَا أَبَا ذَرٍّ قَالَ: أَلَا أُحَدِّثُكَ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ''مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ، إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ'' ''وَمَا مِنْ رَجُلٍ أَعْتَقَ مُسْلِمًا إِلَّا جَعَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ عُضْوٍ مِنْهُ، فِكَاكَهُ لِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ''.

ترجمہ: صعصعہ ابن معاویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہوئی وہ پانی کا مشکیزہ لٹکائے ہوئے پانی بھر رہے تھے، حضرت صعصعہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کا کوئی بچہ نہیں؟ اس عمر میں بھی آپ کو خود یہ کام کرنا پڑتا ہے، اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تم کو حضور ﷺ کا ارشاد نہ بتلاؤں؟ کہا کہ ضرور بتلایئے، تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبئ کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے انتقال کر گئے اور اس نے اس پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کریں گے۔ اور جو آدمی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کو اس آزاد شدہ کے ہر عضو کے بدلے میں جہنم سے آزاد کریں گے۔

۱۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عُمَارَةَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''مَنْ مَاتَ لَهُ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ، أَدْخَلَهُ اللهُ وَإِيَّاهُمْ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ الْجَنَّةَ'' .

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس کے تین چھوٹے نابالغ بچے انتقال کر جائیں، تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اور ان بچوں کو بھی محض اپنی رحمت سے جنت میں داخل کریں گے۔

تشریح: احادیث کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کا انتقال کر جانا اور اس پر ماں باپ کا صبر کرنا بڑے اجر وثواب اور دخول جنت کا باعث ہے۔

بَابُ مَنْ مَاتَ لَهُ سَقْطٌ

۱۵۲ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ - وَكَانَ لَا يُولَدُ لَهُ - فَقَالَ: لِأَنْ يُولَدَ لِي فِي الْإِسْلَامِ وَلَدٌ سَقْطٌ فَأَحْتَسِبَهُ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِيَ الدُّنْيَا جَمِيعًا وَمَا فِيهَا وَكَانَ ابْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ .

کسی کے یہاں ادھورا، پیٹ والا بچہ انتقال کر گیا اس کی فضیلت

ترجمہ: حضرت سہل ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا تھا تو انہوں نے تمنا کی کہ اسلام لانے کے بعد میرے یہاں کوئی ادھورا بچہ پیدا ہو اور پیدا ہو کر انتقال کر جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ سے اجر اور ثواب کی امید رکھوں یہ مجھے

زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ ساری دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ مجھے مل جائے یہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کسی آدمی کے یہاں ادھورا بچہ ہو کر انتقال کر جائے اور اس کی وفات پر وہ آدمی خالص اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لیے صبر سے کام لے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب اور اجر کی امید رکھے تو اس کے لیے بہت بڑی فضیلت ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ وہ بچہ ماں باپ کا دامن پکڑ کر اپنے ماں باپ کو جنت میں کھینچ کر لے جائے گا۔

اصحاب بدر اور اصحاب بیعت رضوان کا مقام

اس روایت کے راوی حضرت سہل ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ ہیں اس روایت کو پیش کرنے کے بعد اخیر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتلا دیا کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے کیکر کے درخت کے نیچے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی، بیعت رضوان، جن بیعت کرنے والے صحابہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خوشنودی کی بشارت قرآن پاک میں سنائی گئی ﴿لَقَد رَضِيَ اللّٰه عَنِ المُؤمِنِينَ اِذ يُبَايِعُونَكَ تَحتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِم فَاَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيهِم وَ اَثَابَهُم فَتحًا قَرِيبًا﴾ تحقیق اللہ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی معلوم تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب میں اطمینان پیدا کر دیا، ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح دیدی۔

اسی کو بیعت رضوان کہتے ہیں، حضرات صحابہ کے اندر بحیثیت جماعت سب سے افضل اصحاب بدر ہیں اور ان کے بعد افضلیت کا درجہ اصحاب بیعت رضوان کا ہے، اسی لیے اگر کسی صحابی کا تذکرہ آتا ہے اور وہ اصحاب بدر میں سے ہوتو عام طور پر روایت میں اس کی صراحت کی جاتی ہے، اسی طرح اگر وہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے بیعت رضوان میں حصہ لیا تھا تو اس کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے جیسا کہ اس روایت میں حضرت سہل ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے کہ وہ بیعت رضوان میں شریک تھے۔

١٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟'' قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا مِنَّا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِ وَارِثِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''اعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ، مَالُكَ مَا قَدَّمْتَ، وَمَالُ وَارِثِكَ مَا أَخَّرْتَ''.

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے پوچھا تم میں سے کون ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہے؟ اس کے جواب میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر چہ تم ایسا کہتے تو ہو لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ہر ایک کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہے، تم جو مال خرچ کر چکے اور اللہ کے راستے میں دے چکے وہ تمہارا مال ہے اور وہ جو اپنے پیچھے چھوڑ کر جارہے ہو وہ کہنے کو تو بظاہر اس وقت تمہارا ہے لیکن وہ

حقیقت میں تمہارا نہیں ہے، کل کو وارث کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کا انداز بڑا نرالا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں سے مال کی محبت مکمل طور پر نکل جائے اور جو مال ان کی ملکیت میں ہے وہ بھی جتنا جلدی ہو سکے اللہ کے راستے میں خرچ کر کے اپنے لیے آخرت میں ذخیرہ بنالیں، اس لیے کہ ہمارا مال تو وہ ہے جو ہم اپنی ضرورت میں استعمال کرلیں، کھا پی لیں، پہن لیں اوڑھ لیں، وہ مال جس کو ہم نے خرچ نہیں کیا، گن گن کر جمع کرتے رہے، اپنا سمجھ کر حفاظت بھی کرتے رہے اور اس سے محبت بھی کرتے رہے یہاں تک کہ انتقال کے وقت دوسروں کے لیے چھوڑ کر چلے گئے، وہ مال تو ہمارا نہیں ہے۔

١٥٤ - قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا تَعُدُّونَ فِيكُمُ الرَّقُوبَ؟" قَالُوا: الرَّقُوبُ الَّذِي لَا يُولَدُ لَهُ، قَالَ: "لَا، وَلَكِنَّ الرَّقُوبَ الَّذِي لَمْ يُقَدِّمْ مِنْ وَلَدِهِ شَيْئًا".

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا کہ تم رقوب کس کو کہتے ہو؟ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ رقوب اس آدمی کو کہتے ہیں جس کا کوئی بچہ نہ ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رقوب اس کو نہیں کہتے، حقیقت میں رقوب وہ ہے جس نے اپنا بچہ آگے بھیجا نہ ہو۔

تشریح: حدیث شریف میں رقوب کا لفظ ذکر کیا ہے، رَقَبَ یَرْقُبُ کا ترجمہ ہوتا ہے انتظار کرنا، یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کسی کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس کا انتقال ہوگیا، دوسرا بچہ پیدا ہوا وہ بھی انتقال کر گیا، اب تیسرا بچہ پیدا ہوا تو گھر والوں

کو ہر وقت یہ اندیشہ اور خطرہ لگا رہتا ہے کہ یہ بچہ بھی انتقال کر جائے گا، گویا وہ انتظار میں ہیں کہ اب اس کا بھی انتقال ہونے والا ہے ایسے شخص کو عربی میں رقوب کہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی کے یہاں اولاد پیدا ہوئی اور انتقال کر گئی وہ حقیقت میں رقوب نہیں ہے بلکہ اس کے لیے تو اولاد ذخیرہ بن گئی، وہ اولاد کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنے ماں باپ کے حق میں سفارشی بنے گی، ہاں جس شخص کی کسی بھی اولاد کا انتقال نہیں ہوا وہ البتہ اولاد کے اس فائدے سے محروم ہونے کی وجہ سے رقوب کہا جا سکتا ہے۔

١٥٥ - قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا تَعُدُّونَ فِيكُمُ الصُّرَعَةَ؟" قَالُوا: هُوَ الَّذِي لَا تَصْرَعُهُ الرِّجَالُ، فَقَالَ: "لَا، وَلَكِنَّ الصُّرَعَةَ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ".

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے سوال فرمایا کہ تم اپنے اندر پہلوان اور طاقت ور کس کو سمجھتے ہو؟ صحابہ نے کہا کہ ہم تو پہلوان اس کو سمجھتے ہیں جس کو کوئی پچھاڑ نہ سکے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ حقیقت میں پہلوان وہ نہیں ہے، پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو اور کنٹرول کرے وہ ہے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے یہاں پہلوان۔

کیسی پاکیزہ تعلیم ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات سے ہمیں استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

بَابُ حُسْنِ الْمَلَكَةِ

١٥٦ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ:

حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ثَقُلَ قَالَ: ''يَا عَلِيُّ، ائْتِنِي بِطَبَقٍ أَكْتُبْ فِيهِ مَا لَا تَضِلُّ أُمَّتِي بَعْدِي''، فَخَشِيتُ أَنْ يَسْبِقَنِي فَقُلْتُ: إِنِّي لَأَحْفَظُ مِنْ ذِرَاعَيِ الصَّحِيفَةِ، وَكَانَ رَأْسُهُ بَيْنَ ذِرَاعِي وَعَضُدِي، فَجَعَلَ يُوصِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ، وَقَالَ كَذَاكَ حَتَّى فَاضَتْ نَفْسُهُ، وَأَمَرَهُ بِشَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، مَنْ شَهِدَ بِهِمَا حُرِّمَ عَلَى النَّارِ.

اپنے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنا

ترجمہ: نعیم ابن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم کو یہ حدیث بیان کی کہ جب نبئ کریم ﷺ اپنی بیماری سے بھاری ہو گئے (یعنی بیماری نے شدت اختیار کر لی) تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت وہاں موجود تھے ان سے حضور ﷺ نے فرمایا اے علی! اونٹ کی شانے کی ہڈی لاؤ کہ اسمیں ایسی باتیں لکھوا دوں کہ میرے بعد امت راہ راست سے ہٹنے نہ پائے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ آپ کہیں دنیا سے رخصت ہونے کے معاملہ میں سبقت نہ کر جائیں (اس وقت نبئ کریم ﷺ کی جو کیفیت تھی اس کے پیش نظر مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں حضور ﷺ مجھ سے سبقت نہ کر جائیں یعنی میں ادھر شانے کی ہڈی لینے جاؤں اور ادھر آپ کی روح مبارک نکل جائے اور آپ جو چیز مجھے لکھوانا چاہتے ہیں وہ لکھنے کی نوبت نہ آئے) اس لیے میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ جو بات ارشاد فرمائیں میں یاد رکھتا ہوں،، نبئ کریم ﷺ کا سر مبارک میری کہنی اور میرے بازو کے درمیان تھا، چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی تو اب نبئ کریم ﷺ تاکید فرما رہے ہیں نماز اور زکوۃ کی اور غلاموں سے کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

نبیٔ کریم ﷺ نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا یعنی امت کو اس بات کی گواہی کا بھی حکم دیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور نبیٔ کریم ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو آدمی ان دونوں باتوں کی گواہی دے گا وہ جہنم کی آگ پر حرام کر دیا جائے گا، یہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ آپ کی روح پرواز کر گئی۔

تشریح: یہاں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غلاموں کے حقوق کے متعلق کچھ مسائل مختلف ابواب میں پیش کر رہے ہیں، پہلا باب ہے باب حسن الملکۃ یعنی مملوک اور غلام کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

اسلام نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے اگر کوئی شخص ان کے حقوق کو ادا نہیں کرتا اور ان کے ساتھ زیادتی کرتا ہے اس کے متعلق تنبیہ کر دی کہ قیامت کے دن اس کا بدلہ دینا پڑے گا، چنانچہ غلام جس کا آقا پورے طور پر مالک ہوتا ہے ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید فرمائی، بلکہ بعض روایتوں میں یہاں تک آتا ہے کہ جیسا تم پہنتے ہو ان کو بھی ایسا ہی پہناؤ، جیسا تم کھاتے ہو ان کو بھی ایسا ہی کھلاؤ اور اپنے کاموں کا بوجھ ان پر ان کی حیثیت اور طاقت سے زیادہ نہ ڈالو، اگر کوئی ایسا کام سونپا ہے جو اس کے لیے مشکل ہے تو اس کو انجام دینے میں ان کی مدد کرو۔

زندگی کے آخری لمحہ میں غلاموں کے حقوق کی تاکید

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی زندگی کی بالکل آخری حالت ذکر فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے میرے پاس شانے کی ہڈی منگوائی، یہ چوڑی اور پتلی

ہوا کرتی ہے چونکہ اس زمانے میں کاغذ عام طور پر دستیاب نہیں تھے بلکہ بہت کم یاب تھے تو پتھر کی سلوں پر، یا چمڑوں کے ٹکڑوں پر یا اونٹ کے شانے کی ہڈی جو چوڑی ہوا کرتی تھی اس کے اوپر، یا کھجور کی ٹہنی کی چھال نکال کر اندر سے جو سفید حصہ نکلتا ہے اس پر لکھا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کچھ اہم اور بنیادی چیزیں امت کو بتلانا چاہتے تھے اور ایسی وصیت اور نصیحت لکھوانا چاہتے تھے تا کہ امت آپ کے بعد ان نصیحتوں پر عمل کرے اور امت گمراہ نہ ہو جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اونٹ کی ہڈی لانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اس لیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں ہڈی لینے جاؤں اس دوران آپ کی روح پرواز کر جائے، اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ جو فرمانا چاہتے ہیں زبانی ارشاد فرمالیں میں اس کو یاد رکھوں گا۔ آپ ﷺ نے چند باتیں زبانی ارشاد فرمائیں، اس میں جو اس باب کے ساتھ تعلق رکھتی ہے وہ بات یہ تھی کہ آدمی اپنے غلاموں اور ماتحتوں کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی حالت میں نبیٔ کریم ﷺ کی روح مبارک پرواز کرگئی۔

١٥٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَجِيبُوا الدَّاعِيَ، وَلَا تَرُدُّوا الْهَدِيَّةَ، وَلَا تَضْرِبُوا الْمُسْلِمِينَ" .

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرو۔ اور ہدیہ مت لوٹاؤ اور مسلمانوں کو مت مارو۔

تشریح: مذکور حدیث میں آپ ﷺ نے تین چیزیں ارشاد فرمائیں:

پہلی چیز جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو، اگر نکاح یا ولیمے کی دعوت ہے تو اس کے متعلق تو تقریباً تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس کو قبول کرنا ضروری ہے بشرطیکہ اس میں دعوت قبول کرنے کے سارے شرائط پائے جاتے ہوں، یعنی خلاف شرع کوئی چیز نہ ہو، اگر عام دعوت ہے تو بلا شرعی عذر بھی دعوت میں شرکت نہ کرنے کی گنجائش ہے۔

دوسری چیز جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ کوئی آدمی اگر ہدیہ پیش کرتا ہے تو اس کو قبول کرلو بشرطیکہ ہدیہ کے سلسلے میں شریعت مطہرہ کی طرف سے جو ہدایات دی گئی ہیں ان کے خلاف نہ ہو، مثلاً اس کی کمائی حرام کی نہ ہو،، یا وہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر ہدیہ نہ دیتا ہو، یا ہدیہ دینے والے کے متعلق یہ خیال نہ ہو کہ اس کا مقصد نمائش ہے تو اس صورت میں شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ ہدیہ کا انکار نہ کرے۔

تیسری چیز جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ مسلمان کو مارنے سے پرہیز کرو۔

باب کے ساتھ اس حدیث شریف کی مناسبت اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے ایک عام حکم دیا کہ کسی بھی مسلمان کو مارنے کی اجازت نہیں اس عموم میں مسلمان کے ساتھ غلام بھی آجاتے ہیں اور عام طور پر لوگ اپنے غلاموں کے ساتھ پٹائی وغیرہ کا معاملہ کرتے ہی ہیں تو آپ کی یہ عام ممانعت ان لوگوں پر بھی صادق آتی ہے اس لیے اس حدیث شریف کو اس باب میں پیش کیا۔

١٥٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ أُمِّ مُوسَى، عَنْ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ قَالَ: كَانَ آخِرُ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''الصَّلَاةَ، الصَّلَاةَ، اتَّقُوا اللهَ فِيمَا مَلَكَتْ

أَيْمَانُكُمْ".

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا آخری کلام جو آپ نے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے کیا وہ یہ تھا کہ نماز کا خیال رکھو، نماز کا خیال رکھو، اس کا اہتمام کرو اور اپنے غلاموں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

تشریح: حدیث شریف کا اصل مقصد یہ ہے کہ نماز کے اہتمام کے ساتھ ساتھ اپنے غلاموں کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔

بَابُ سُوءِ الْمَلَكَةِ

۱۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ لِلنَّاسِ: نَحْنُ أَعْرَفُ بِكُمْ مِنَ الْبَيَاطِرَةِ بِالدَّوَابِّ، قَدْ عَرَفْنَا خِيَارَكُمْ مِنْ شِرَارِكُمْ. أَمَّا خِيَارُكُمْ: الَّذِي يُرْجَى خَيْرُهُ، وَيُؤْمَنُ شَرُّهُ. وَأَمَّا شِرَارُكُمْ: فَالَّذِي لَا يُرْجَى خَيْرُهُ، وَلَا يُؤْمَنُ شَرُّهُ، وَلَا يُعْتَقُ مُحَرَّرُهُ.

غلاموں کے ساتھ بدسلوکی کی قباحت

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ لوگوں کو یوں کہا کرتے تھے نَحْنُ أَعْرَفُ بِكُمْ مِنَ الْبَيَاطِرَةِ بِالدَّوَابِّ چوپایوں کا معالج اور طبیب جتنا جانوروں سے واقف ہوا کرتا ہے میں اس سے زیادہ تم لوگوں سے واقف ہوں، تم میں جو لوگ اچھے ہیں اور برے ہیں سب کو میں جانتا ہوں، تم میں بہتر وہ ہیں جس سے بھلائی کی امید کی جائے اور اس کی برائی سے لوگ مامون رہیں، اور تم میں بدتر شخص وہ ہے جس سے بھلائی کی کوئی امید نہیں رکھی جاتی اور جس کا غلام آزاد نہ کیا جاتا ہو۔

تشریح: بَیاطِرَہ، بَیْطَرَۃٌ کی جمع ہے، جانوروں کے ڈاکٹر کو کہتے ہیں، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس طرح ایک جانوروں کا ماہر ڈاکٹر جانوروں کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے کہ صحت مند ہے یا نہیں، اس سے کئی گنا زیادہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ مہارت عطا فرمائی ہے کہ آدمی کو دیکھ کر میں پہچان لیتا ہوں کہ یہ نیک ہے یا بد، اور اس کی ایک نشانی بھی بتلائی، وہ یہ ہے جس کا مزاج ایسا ہو کہ اس کے مزاج کی وجہ سے لوگ اس سے بھلائی کی امید رکھتے ہوں اور اس کے شر سے لوگ محفوظ رہتے ہوں یہ بہترین شخص ہے۔ اور جس کا مزاج ایسا ہے کہ اس سے کوئی بھلائی کی امید اور توقع نہیں رکھی جاتی تو یہ بدترین شخص ہے۔

آدمی اپنے مزاج کو اچھا بنانے کی کوشش کرے اور اچھا مزاج بنتا ہے اچھے آدمی کی صحبت میں رہنے سے، اور جب آدمی اچھا ہو جاتا ہے تو ہر وقت اس کے بدن سے اچھے اعمال ہی صادر ہوتے رہتے ہیں، اور اس کی جان اور اس کا مال خیر ہی کے کاموں میں استعمال ہوتے رہتے ہیں، اگر اس کے پاس کوئی غلام ہے تو وہ اس کے سارے حقوق کو ادا کرتا رہتا ہے چاہے کوئی اسے دیکھے یا نہ دیکھے اور اگر اس کے حقوق کی ادائیگی میں اس سے کوتاہی ہوتی ہے تو اس کو آزاد کر دیتا ہے۔ اگر اس نے اپنا مزاج اچھا نہیں بنایا تو ہر وقت اس سے برے اعمال ہی صادر ہوتے رہیں گے اور بھلائی کے کام کی طرف اس کی طبیعت بالکل مائل ہی نہیں ہوگی، اگر اس کے ماتحت کوئی غلام ہے تو اس پر ظلم کرے گا اور کبھی اسے توفیق نہیں ہوگی کہ اپنے غلام کو آزاد کرے۔

١٦٠ - حَدَّثَنَا عِصَامُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنِ ابْنِ هَانِئٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: الْكَنُودُ: الَّذِي يَمْنَعُ رِفْدَهُ، وَيَنْزِلُ

وَحْدَهُ، وَيَضْرِبُ عَبْدَهُ .

ترجمہ: ابن ہانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کنود وہ ہے جو اپنی بھلائی کو لوگوں سے روکتا ہو اور تنہا سفر کرتا ہو اور اپنے غلام کی پٹائی کرتا ہو ایسی خصلت رکھنے والے شخص کو کنود کہتے ہیں۔

تشریح: قرآن پاک میں انسان کے لیے کنود کا لفظ آیا ہے صحابیٔ رسول حضرت ابو امامہ اسکی تشریح فرماتے ہیں اپنے غلاموں کے ساتھ ملاطفت اور نرمی کا معاملہ کیا جائے، ان کے قصوروں کو معاف کیا جائے، ان کو بھی اپنے گھر کا ایک فرد سمجھا جائے اور جیسے اپنے گھر کے افراد کے ساتھ آدمی نرمی، بھلائی اور چشم پوشی کا معاملہ کرتا ہے اسی طرح اپنے غلاموں کے ساتھ بھی نرمی اور بھلائی کا معاملہ کرنا چاہیے، یہ نہیں کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ ملاطفت اور نرمی کا معاملہ ہو اور اپنے غلاموں کے ساتھ ہر وقت سختی کا معاملہ ہو، اللہ تعالیٰ ایسی بری خصلتوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

١٦١ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَحَمَّادٍ، عَنْ حَبِيبٍ، وَحُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ رَجُلًا أَمَرَ غُلَامًا لَهُ أَنْ يَسْنُوَ عَلَى بَعِيرٍ لَهُ، فَنَامَ الْغُلَامُ، فَجَاءَ بِشُعْلَةٍ مِنْ نَارٍ فَأَلْقَاهَا فِي وَجْهِهِ، فَتَرَدَّى الْغُلَامُ فِي بِئْرٍ، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَرَأَى الَّذِي فِي وَجْهِهِ، فَأَعْتَقَهُ .

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے حوالے سے امام بخاری رحمۃ اللہ نے ایک واقعہ ذکر کیا، ایک آدمی نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ اونٹ کے ذریعے پانی لا کر زمین کو سیراب کرے،

غلام سو گیا (اور جو کام سونپا تھا وہ اس نے کیا نہیں) آقا اس پر غصے ہوا اور ایک آگ کا شعلہ لا کر اس نے اس کے چہرے پر مارا، غلام وہاں سے بھاگا اور ایک کنویں میں جا کر اپنی جان کو محفوظ کیا، صبح وہ غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ نے اس کے چہرے پر شعلے کا اثر دیکھا اور اس کی وجہ دریافت کی، غلام نے پورا قصہ سنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو آزاد کر دیا۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی کا ایک اونٹ تھا اس نے اپنے غلام کو حکم کیا کہ وہ اونٹ پر پانی کا مشکیزہ رکھ کر زمین کو سیراب کرے اور غلام بے چارہ کام سے چور ہو کر تھک گیا تھا جس سے اس کو نیند لگ گئی اور جو کام سونپا تھا وہ اس نے کیا نہیں، اس پر آقا کو شریعت کی حد میں رہ کر تنبیہ کی اجازت تھی، لیکن اس نے غلام پر ظلم کیا اور آگ کے شعلے سے اس کو سزا دی جس سے اس کے چہرے پر نشان پڑ گیا اور اپنی جان کی حفاظت کے لیے ایک کنویں میں اپنے آپ کو ڈال دیا اور صبح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا کر پورا واقعہ بیان کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو اپنی طرف سے آزاد کر کے اس کی ملکیت سے نکلوا دیا۔

بَابُ بَيْعِ الْخَادِمِ مِنَ الْأَعْرَابِ

١٦٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عَمْرَةَ، عَنْ عَمْرَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا دَبَّرَتْ أَمَةً لَهَا، فَاشْتَكَتْ عَائِشَةُ، فَسَأَلَ بَنُو أَخِيهَا طَبِيبًا مِنَ الزُّطِّ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ تُخْبِرُونِي عَنِ امْرَأَةٍ مَسْحُورَةٍ، سَحَرَتْهَا أَمَةٌ لَهَا، فَأُخْبِرَتْ عَائِشَةُ، قَالَتْ: سَحَرْتِينِي؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ، فَقَالَتْ: وَلِمَ؟ لَا تَنْجَيْنَ أَبَدًا، ثُمَّ قَالَتْ: بِيعُوهَا مِنْ شَرِّ الْعَرَبِ مَلَكَةً .

غلام کو بدو کے ہاتھ بیچ دینا

ترجمہ: حضرت عمرہ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ایک باندی کو مدبر بنایا، اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہوگئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجوں نے ایک سوڈانی سیاہ فام طبیب سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق پوچھا کہ ہماری پھوپھی جان بیمار ہوگئی ہیں، بیماری کا سبب کیا ہے؟ تو اس نے بتلایا کہ تم مجھے ایک ایسی عورت کے بارے میں کہہ رہے ہو جس کے اوپر جادو کیا گیا ہے، چنانچہ بھتیجوں نے آ کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خبر دی کہ آپ پر تو آپ کی باندی نے جادو کیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ تو نے مجھ پر جادو کیا ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں، پوچھا کیوں؟ (دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا کہ آپ نے میری آزادی موت پر موقوف رکھی ہے میں یہ چاہتی تھی کہ جلدی آزاد ہو جاؤں) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اس لیے تو نے یہ کیا اب تو کبھی آزاد نہیں ہوگی، اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ عرب میں جو اپنے غلاموں کے ساتھ سب سے بدتر سلوک کرنے والا ہو اس کے ہاتھ اس کو بیچ دو تا کہ اس کو سزا ملے (دوسری روایت میں ہے اس سے جو قیمت آئے اس سے کوئی غلام خرید کر اس غلام کو آزاد کردو)

تشریح: مدبر بنانے کا مطلب یہ ہے کہ آقا اپنی باندی یا غلام کی آزادی کو اپنی موت پر معلق کردے اس کو مدبر کہتے ہیں۔

باب کا مقصد یہ ہے کہ غلام اور باندی کے قصور پر حدود شرع میں رہ کر بطور تنبیہ ان کے قصور کے مطابق سزا بھی دی جاسکتی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باندی جس نے ان پر جادو کیا تھا اس کو بطور سزا ایسے آدمی کے ہاتھ بیچ دیا

جواس پر برابر نگرانی رکھے اور ہر چھوٹی بڑی غلطی پر مواخذہ کرے۔

اس واقعہ سے یہ بھی بتلانا ہے کہ بدو کے ہاتھ غلام اور باندی کو بیچ سکتے ہیں۔

بَابُ الْعَفْوِ عَنِ الْخَادِمِ

۱۶۳ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو غَالِبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ غُلَامَانِ، فَوَهَبَ أَحَدُهُمَا لِعَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ وَقَالَ: "لَا تَضْرِبْهُ، فَإِنِّي نُهِيتُ عَنْ ضَرْبِ أَهْلِ الصَّلَاةِ، وَإِنِّي رَأَيْتُهُ يُصَلِّي مُنْذُ أَقْبَلْنَا"، وَأَعْطَى أَبَا ذَرٍّ غُلَامًا وَقَالَ: "اسْتَوْصِ بِهِ مَعْرُوفًا"، فَأَعْتَقَهُ، فَقَالَ: "مَا فَعَلَ؟" قَالَ: أَمَرْتَنِي أَنْ أَسْتَوْصِي بِهِ خَيْرًا، فَأَعْتَقْتُهُ.

غلام کو معاف کر دینا

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو غلاموں کو اپنے ساتھ لے کر آئے اور ان میں سے ایک غلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہدیہ اور بخشش کے طور پر دیا اور ہدایت کی کہ اس کو مارنا مت اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے نمازی کو مارنے سے منع کیا گیا ہے اور جب سے یہ غلام میرے پاس آیا ہے میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ دوسرا غلام حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا کہ اس غلام کے سلسلے میں میری طرف سے بھلے سلوک کی نصیحت قبول کرو (مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ بھلائی کا، اچھائی کا، احسان کا سلوک کیجئے) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو آزاد کر دیا، پھر بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جو غلام تم کو دیا تھا اس کا کیا کیا؟ تو کہا کہ آپ نے تو مجھے ہدایت فرمائی تھی کہ میں اس کے ساتھ بھلائی کا سلوک کروں تو میں نے اس کو آزاد کر دیا۔

تشریح: صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور ﷺ کی منشاء کے مطابق ہی عمل کرتے تھے

حضور ﷺ کی طرف سے صحابہ کو جو ہدایت دی جاتی تھی صحابہ اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے، حضور ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے، وہ خود ہی اپنے باغ میں پانی پلایا کرتے تھے اور جب آپ ﷺ باغ میں پہنچے تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ میٹھا پانی لینے گئے تھے، جب وہ آئے تو ان سے آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہارے پاس ایسا کوئی غلام نہیں ہے جو تمہارے لیے میٹھا پانی لایا کرے اور تم کو یہ زحمت برداشت نہ کرنی پڑے؟ تو کہا کہ نہیں، تو کہا کہ اچھا ہمارے پاس ایسا غلام آئے تو آنا۔ حضور ﷺ کے پاس ایک مرتبہ کچھ غلام آئے، ان صحابی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو یہ آپ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے مجھے ہدایت فرمائی تھی کہ کوئی غلام آئے تو ہمارے پاس آنا، معلوم ہوا کہ آپ کے پاس غلام آئے ہیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اچھا یہ ایک غلام ہے اس کو لے جاؤ اور اس کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرنا، وہ لے کر کے گھر آئے، بیوی سے کہا کہ حضور ﷺ نے یہ غلام عنایت فرمایا ہے مگر آپ نے تاکید کی ہے کہ اس کے اچھا سلوک کرنا، بیوی نے کہا کہ اچھا سلوک والی حضور کی تاکید پر ہم عمل نہیں کر سکیں گے، اچھا تو یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دو، ان صحابی رضی اللہ عنہ نے غلام کو آزاد کر دیا، ایک مدت کے بعد جب حضور ﷺ کی ان صحابی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ اس غلام کا کیا حال ہے؟ تو کہا کہ اے اللہ کے رسول! میری بیوی نے مشورہ دیا کہ اس کو آزاد کر دو، تو میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس کی بیوی کی تعریف کی کہ آپ کی

بیوی نے اچھا مشورہ دیا۔

١٦٤ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَيْسَ لَهُ خَادِمٌ، فَأَخَذَ أَبُو طَلْحَةَ بِيَدِي، فَانْطَلَقَ بِي حَتَّى أَدْخَلَنِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنَّ أَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ لَبِيبٌ، فَلْيَخْدُمْكَ . قَالَ: فَخَدَمْتُهُ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ، مَقْدَمَهُ الْمَدِينَةَ حَتَّى تُوُفِّيَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا قَالَ لِي لِشَيْءٍ صَنَعْتُ: لِمَ صَنَعْتَ هَذَا هَكَذَا؟ وَلَا قَالَ لِي لِشَيْءٍ لَمْ أَصْنَعْهُ: أَلَا صَنَعْتَ هَذَا هَكَذَا؟ .

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے آپ کے پاس گھریلو کام کاج کے لیے کوئی خادم نہیں تھا، تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے گئے، اور عرض کیا: یا نَبی الله اِنَّ انساً غلامٌ كَيِّسٌ لَبِيبٌ فلْيَخدِمْكَ یہ انس (رضی اللہ عنہ) بڑا سمجھ دار اور ہوشیار بچہ ہے یہ آپ کی خدمت کرے گا چنانچہ نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی خدمت کے لیے قبول فرمالیا، حضور ﷺ کی وفات تک انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت کی، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت کی سفر میں بھی اور حضر میں بھی جب سے آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تب سے لے کر حضور ﷺ کی وفات تک دس سال تک میں نے خدمت کی، کوئی نہ کرنے والا کام میں نے کرلیا اس پر کبھی ایسا نہیں کہا کہ ایسا کیوں کیا؟ اور کوئی کام سونپا اور نہ کیا ہو تو یہ نہیں فرمایا کہ ایسا کیوں نہیں کیا۔

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا، ان کے والد کے

انتقال کے بعد ان کی والدہ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا تھا، یہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے والد تھے اور اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال کی تھی جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے، اس وقت سے لے کر مسلسل دس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ ان دس سالوں کے دوران کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ سختی کا معاملہ نہیں کیا۔ دیکھئے یہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن سلوک کی بات ہے ورنہ بچے تو بہر حال مزاج کے خلاف بہت ساری باتیں کرتے ہیں یا کرنے کی باتیں نہیں کرتے، مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی تنبیہ نہیں فرمائی۔

بَابُ إِذَا سَرَقَ الْعَبْدُ

١٦٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا سَرَقَ الْمَمْلُوكُ بِعْهُ وَلَوْ بِنَشٍّ" قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: النَّشُّ: عِشْرُونَ . وَالنَّوَاةُ : خَمْسَةٌ . وَالْأُوقِيَّةُ: أَرْبَعُونَ .

غلام جب چوری کرے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غلام چوری کرے تو اس کو بیچ دو چاہے ایک نش کے بدلے میں ہو، نش بیس درہم کو کہتے ہیں، چالیس درہم کو اوقیہ کہتے ہیں اور پانچ درہم کو نواۃ کہتے ہیں۔

تشریح: جو غلام چوری کرے اس کو بیچ دو چاہے کم قیمت میں ہو، حالانکہ غلام کی قیمت تو بہت زیادہ ہوا کرتی ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس کے یہاں بیچ دیا جائے اس کے یہاں چوری کرے گا تو جس کو خود پسند نہ کرے وہ دوسروں کو دینا یہ کیسے درست ہے؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس کو بتلا دیا جائے کہ اس میں یہ عیب ہے، ویسے بھی اس کو نہ بتایا گیا ہو تب بھی شریعت کے اصول کے مطابق خیار عیب تو اس کو حاصل ہوتا ہی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آقا کی تبدیلی کی وجہ سے چوری کی بری عادت میں بھی تبدیلی آتی ہے، جیسا کہ ایک بچہ ایک استاذ کے پاس نہیں پڑھتا تھا وہ دوسرے استاذ کے پاس پڑھنا شروع کر دیتا ہے، ویسے ہی جیسا یہاں چوری کرتا ہے دوسری جگہ ہوسکتا ہے کہ چوری نہ کرے۔

بَابُ الْخَادِمِ يُذْنِبُ

١٦٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: سَمِعْتُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَدَفَعَ الرَّاعِي فِي الْمُرَاحِ سَخْلَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحْسِبَنَّ - وَلَمْ يَقُلْ: لَا تَحْسَبَنَّ - إِنَّ لَنَا غَنَمًا مِائَةً لَا نُرِيدُ أَنْ تَزِيدَ، فَإِذَا جَاءَ الرَّاعِي بِسَخْلَةٍ ذَبَحْنَا مَكَانَهَا شَاةً" فَكَانَ فِيمَا قَالَ: "لَا تَضْرِبْ ظَعِينَتَكَ كَضَرْبِكَ أَمَتَكَ، وَإِذَا اسْتَنْشَقْتَ فَبَالِغْ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا".

غلام کوئی قصور کرے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے؟

ترجمہ: حضرت لقیط ابن صبرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسی وقت آپ کے چرواہے نے بکریوں کے باڑے میں سے ایک نوزائیدہ بچہ آپ کے حوالے کیا، راوی کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بکری ذبح فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لا تحسِبَن (سین کے کسرہ کے ساتھ فرمایا، سین کے فتحہ کے ساتھ نہیں فرمایا) گمان مت کر کہ آپ کی وجہ سے بکری ذبح کی ہے، بلکہ ہمارے یہاں سو بکریاں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نہیں چاہتے تھے کہ بکریوں کی تعداد نصاب تک پہنچ جائے، حضرت لقیط رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روز نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ اور باتیں بھی ارشاد فرمائیں، اسی ضمن میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنی بیوی کو باندی کی طرح مت مار۔ اور جب تو وضو اور غسل میں ناک میں پانی ڈالے تو اس میں مبالغہ سے کام لے (یعنی پانی کو اوپر تک پہنچانے کی کوشش کر) مگر جب تو روزہ کی حالت میں ہو (اس وقت مطلق ناک میں پانی پہنچانا ہے، مبالغہ نہیں کرنا ہے)۔

تشریح: اس حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین باتیں ارشاد فرمائیں:

(۱) ایک باڑے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند ذاتی بکریاں اور اونٹنیاں تھیں جن کا دودھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کے لیے آتا تھا اور گھر میں استعمال ہوتا تھا، ایک دن چرواہے نے بکری کا ایک بچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا اور پھر ذبح کرنے کی وجہ بھی بتلادی تاکہ بکری کا نصاب ایک سو ایک (۱۰۱) تک نہ پہنچ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا اہتمام فرماتے تھے، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرص دنیا سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہتے تھے۔

(۲) دوسری چیز یہ فرمائی کہ عورتوں کو باندی کی طرح مت مارو، اس لیے کہ اس

زمانے میں لوگ غلام اور باندیوں پر بہت زیادتیاں کرتے تھے اور حد سے زیادہ پٹائی بھی کرتے تھے جیسے ہم بولتے ہیں کی بیٹے کو جانور کی طرح مت مارو، مطلب یہ ہے کہ جس طرح جانور کو بے رحمی سے مارا جاتا ہے اسی طرح اپنی بیوی کی پٹائی مت کرو، بیوی ہی کیا بلکہ گھر میں جو خادم ہے اس کی بھی پٹائی مت کرو، اسی طرح اگر ہمارا غلام کوئی قصور کرے تو اس کو بھی معاف کر دیا جائے، پٹائی وغیرہ سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔

(۳) تیسری اور آخری بات جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ وضو اور غسل کے وقت خوب اچھی طرح کلی کرو اور ناک میں پانی ڈالو، صرف روزہ کی حالت میں مبالغہ سے پرہیز کرو اس لیے کہ مبالغہ سے پانی ناک اور منھ کے اندر چلے جانے کا امکان ہے، اگر پانی اندر چلا گیا تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

بَابُ مَنْ خَتَمَ عَلٰى خَادِمِهِ مَخَافَةَ سُوءِ الظَّنِّ

١٦٧ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو خَلْدَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ: كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْتِمَ عَلَى الْخَادِمِ، وَنَكِيلَ، وَنَعُدَّهَا، كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتَعَوَّدُوا خُلُقَ سُوءٍ، أَوْ يَظُنَّ أَحَدُنَا ظَنَّ سُوءٍ.

بدگمانی سے بچنے کے لیے غلام کی لائی ہوئی چیز پر نشان لگانا

ترجمہ: حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو ایک بات کی تاکید کی جاتی تھی کہ غلام یا خادم جو چیز لائے اس پر نشان لگا لیا جائے، اس کو ناپ لیا جائے، اور گن لیا جائے، ایسا دو وجہ سے کیا جاتا تھا، ایک وجہ تو یہ ہے کہ خادم اور غلام کو بدخلقی کا اور برے

عادت میں مبتلا ہونے کا موقع نہ مل سکے اور دوسری وجہ ہماری بدگمانی سے حفاظت کے لیے۔

تشریح: ہماری شریعت ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ ہم اپنے ماتحتوں کے اخلاق کی ایسی نگرانی کریں کہ ان کو اپنی عادتیں اور اخلاق بگاڑنے کی جرأت نہ ہو، بعد میں آپ تبرع اور احسان کرتے ہوئے اپنی طرف سے کوئی چیز ہدیہ میں دیں وہ بات الگ ہے، اس لیے کہ آپ کی بے پرواہی اور غفلت ان کو غلط کام کرنے پر برانگیختہ کر سکتی ہے۔ اسی طرح باپ کو چاہیے کہ بیٹے سے کوئی چیز منگوائے تو ضرور اس کا حساب وکتاب مانگے، اس لیے کہ اگر باپ بیٹے سے حساب لینے میں کوتاہی کرے گا تو بیٹا یہ سوچے گا کہ ابا کوئی چیز منگواتے ہیں تو وہ گنتے نہیں ہیں، اور نہ کبھی پوچھتے ہیں کہ کتنی لایا، کتنے کی آئی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ شیطان اس کو چوری کرنے پر آمادہ کرے گا، اس کو بری عادتیں سکھلائے گا، یہی حال خادم کا بھی ہے۔

گوشت کے ٹکڑے گننے کا اہتمام

فیض الباری میں ایک مضمون حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب اپنے غلام کو گوشت وغیرہ کوئی چیز خریدنے کے لیے بھیجتے تھے اور جب وہ چیز خرید کر لاتا تھا تو گوشت کے ٹکڑے بھی گنا کرتے تھے اور جب کھانے کے لیے بیٹھتے تھے تو اصرار کر کے اپنے خادم کو بھی اپنے ساتھ ہی بٹھاتے تھے، کسی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ: آپ کا معاملہ بھی عجیب ہے ایک طرف تو خادم سے گوشت کے ٹکڑے بھی برابر گنتے ہیں اور دوسری طرف خادم کو کھانے کے لیے اصرار کر کے اپنے ساتھ بھی بٹھاتے ہیں اس کی

کیا وجہ؟ فرمایا کہ؛ اسی میں سلامتی ہے اور فرمایا کہ: گنتا اس لیے ہوں تا کہ بدگمانی سے حفاظت ہو جائے، اور اگر وہ چیز گنی نہیں اور استعمال کر لی تو بعد میں شیطان یہ خیال پیدا کر سکتا ہے کہ ہوسکتا ہے غلام اور خادم نے اس میں سے ایک آدھ چیز چرا لی ہو، غلام اور خادم سے کسی چیز کے منگوانے پر گننے سے دونوں کی حفاظت ہو جاتی ہے، غلام اور خادم کی بری عادت (چور اور خائن بننے) سے حفاظت ہوگی اور ہماری بدگمانی سے حفاظت ہوگی۔

چیزوں کے حساب سے دونوں کی سلامتی ہے

آج کل لوگ کے ان اصولوں کی طرف توجہ نہ دینے سے بعد میں پچھتاتے ہیں اور پھر روتے ہیں، ایک کہاوت مشہور ہے حساب پائی پائی کا بخشش لاکھ کی۔

ہمیشہ لینے دینے کے معاملہ میں حساب کا اہتمام کرنا چاہیے تا کہ خادم اور غلام کو غلط اقدام کرنے کا موقع نہ ملے اور لینے دینے میں حساب کا حکم اس لیے بھی ہے کہ ہم میں سے کوئی آدمی بدگمانی میں مبتلا نہ ہو، اس لیے کہ بغیر گنے ہم نے وہ چیز استعمال کر لی اور بعد میں آکر کسی نے کہا کہ ہمارے یہاں کوئی چیز کم ہوئی ہے تمہارے نوکر نے ہماری چیز چرا لی ہے، اب اگر آپ گنتے ہیں تو کسی کی طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہونے کا موقع نہیں ملے گا، میں تو برابر گنتا ہوں تا کہ اس کے متعلق بدگمانی نہ ہو۔

گھر میں چیز رکھنے کے دو طریقے

ہمارے بزرگوں کی تعلیم یہی ہے کہ گھر میں جو چیز بھی آئے اس کو استعمال سے

پہلے گن لیا جائے اس سے ہماری اور ہمارے گھر والوں کی بہت ساری برائیوں سے حفاظت ہو جاتی ہے۔اگر گھر میں کوئی چیز ایسی ہے جس کو ہم گھر والوں سے چھپانا چاہتے ہیں تو اس چیز کو ایسے صندوق میں رکھے کہ جس کی چابی آپ کے جیب میں رہے، کبھی کسی کو چابی اور تالے پر قبضہ کرنے کا موقع نہ دیں تا کہ ان کو خیانت پر آمادہ نہ کر سکے۔اگر آپ اس چیز کو گھر والوں سے چھپانا نہیں چاہتے تو گھر والوں کو بتلا دیا جائے کہ میں نے صندوق میں اتنے پیسے رکھے ہیں اس سے بھی خیانت کی نوبت نہیں آئے گی۔خلاصہ یہ کہ گھر کے اندر اور گھر کے باہر سے اندر آنے والی چیزوں پر برابر ہماری نظر رہنی چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری بدنظمی ہمارے ماتحتوں کو غلط عادات میں مبتلا ہونے کا ذریعہ بنے، اِس کا خوب خیال رکھا جائے۔

بَابُ مَنْ عَدَّ عَلَى خَادِمِهِ مَخَافَةَ سُوءِ الظَّنِّ

١٦٨ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: إِنِّي لَأَعُدُّ الْعُرَاقَ عَلَى خَادِمِي مَخَافَةَ الظَّنِّ .

بدگمانی سے بچنے کے لیے غلام کی لائی ہوئی چیزوں کو گننا

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہمارا خادم اور غلام جب گوشت لاتا ہے تو گوشت کی جو ہڈیاں ہوتی ہیں وہ بھی میں بدگمانی سے بچنے کے لیے گنتا ہوں۔

١٦٩ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ مُضَرِّبٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَلْمَانَ: إِنِّي لَأَعُدُّ الْعُرَاقَ

خَشْيَةَ الظَّنِ.

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ ہمارا خادم اور غلام جب گوشت لاتا ہے تو گوشت کی جو ہڈیاں ہوتی ہیں وہ بھی میں گنتا ہوں اسی بدگمانی سے بچنے کے لیے۔

تشریح: یہ دو روایتیں ہیں، دونوں روایتوں کا مقصد یہی ہے کہ خادم اور غلام کو کام سپرد کر کے فارغ نہ ہو جائیں، بلکہ مکمل نگرانی رکھیں تا کہ کل کسی کو بدگمانی کا موقع نہ ملے۔ بہر حال یہ شریعت کی ایک اسلامی تعلیم ہے جس پر عمل کرنے سے گھر کا نظام درست رہتا ہے اور اس میں آخرت کا بھی نفع ہے۔

بَابُ أَدَبِ الْخَادِمِ

١٧٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَيْطٍ قَالَ: أَرْسَلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ غُلَامًا لَهُ بِذَهَبٍ أَوْ بِوَرِقٍ، فَصَرَفَهُ، فَأَنْظَرَ بِالصَّرْفِ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَجَلَدَهُ جَلْدًا وَجِيعًا وَقَالَ: اذْهَبْ، فَخُذِ الَّذِي لِي، وَلَا تَصْرِفْهُ.

خادم کو ادب سکھانا

ترجمہ: یزید ابن عبداللہ بن قسیط رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک غلام کو سونے یا چاندی کا سکہ دیکر سودا کرنے کے لیے بھیجا، اس نے سونے چاندی کا سودا کیا، مگر ادھار سودا کیا (جس سے بیع فاسد ہوگئی) غلام واپس آیا (اس نے چونکہ شریعت کے خلاف کام کیا تھا) تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی سرزنش کرتے ہوئے

اس کی کوڑے سے پٹائی کی اور کہا کہ میرا مال واپس لا اور تجھے یہ مال دے دیا، آئندہ اس طرح ادھار معاملہ مت کرنا۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ نوکر کی غلطی پر اس کی سرزنش کرنا یعنی اس کی کسی غلطی پر ادب سکھانے کے لیے اس کو معمولی سزا دینے کی اجازت ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام نے نقد سودا کے بجائے ادھار سودا کیا جس سے بیع فاسد ہوگئی تو آپ نے بطور تنبیہ کے اپنے غلام کو سزا کے طور پر کوڑے مارے تاکہ آئندہ اس طرح کا معاملہ نہ کرے۔غلام کو بطور تنبیہ کے کچھ پٹائی کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے اسی کو بتلانے کے لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو یہاں ذکر کیا ہے۔

سونے چاندی کا معامہ جو آپس میں کیا جاتا ہے اس کو شریعت کی اصطلاح میں بیع صرف کہتے ہیں، بیع صرف جس میں مبیع اور ثمن دونوں سونا یا چاندی ہو یا مبیع سونا اور ثمن چاندی ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں جو معاملہ کیا جائے وہ نقد ہو ادھار نہ ہو اس لیے کہ ادھار حرام ہے۔

۱۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي، فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِي صَوْتًا: "اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ، لَلّٰهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ"، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَهُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ، فَقَالَ: "أَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ" أَوْ "لَلَفَحَتْكَ النَّارُ".

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بدری ہیں غزوۂ بدر میں شریک تھے، فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنے غلام کی پٹائی کر رہا تھا، پٹائی کے دوران میں نے اپنے پیچھے آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے اے ابو مسعود! ذرا سنو اور جان لو اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ قدرت ہے جتنی تم کو اس غلام پر۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آواز دینے والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر فوراً عرض کیا؛ یا رسول اللہ! یہ غلام اللہ کے واسطے آزاد ہے (گویا انہوں نے اپنی کوتاہی کی تلافی کے لیے غلام کو آزاد کر دیا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر تم ایسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ تم کو چھو لیتی، یا جہنم کی آگ تم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔

تشریح: حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے ماتحتوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کا معاملہ کرتا ہے تو وہ کل اللہ تعالیٰ کے یہاں اس زیادتی پر سزا سے بچ نہیں سکتا، یہ نہ سمجھا جائے کہ اگر ہمارا بیٹا، ہمارا شاگرد، ہمارا خادم، ہمارا غلام اور ہمارا نوکر ہے تو ان کے ساتھ زیادتی شمار نہیں ہوگی، اس کے ساتھ جس طرح چاہے زیادتی کر لے اور اگر ہم کسی غیر کے ساتھ زیادتی کریں گے تو وہ زیادتی شمار ہوگی، یہ شیطانی خیال ہے، بلکہ اگر اپنوں کے ساتھ بھی زیادتی ہوئی ہے تو کل قیامت میں اس کا بھی حساب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، بڑا سنگین معاملہ ہے۔

بَابُ لَا تَقُلْ قَبَّحَ اللّٰهُ وَجْهَهُ

١٧٢ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَقُولُوا: قَبَّحَ اللّٰهُ وَجْهَهُ".

اللہ تعالیٰ تمہارا چہرہ خراب کرے ایسا بددعائیہ جملہ نہ کہا جائے

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے غلام اور نوکر کو بددعا دیتے ہوئے یہ مت کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا چہرہ خراب کرے۔

۱۷۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَا تَقُولَنَّ: قَبَّحَ اللهُ وَجْهَكَ وَوَجْهَ مَنْ أَشْبَهَ وَجْهَكَ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ عَلَى صُورَتِهِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے غلام کو بددعا دیتے ہوئے یہ نہ کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا چہرہ بگاڑے اور جس کا چہرہ تمہارے مشابہ ہو اس کو بھی بگاڑے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر اپنی کچھ صفات کے نمونے رکھے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت صفتِ وجود ہے، ایک صفت علم ہے، ایک صفت سمع ہے، ایک صفت بصر ہے، ایک صفت ارادہ ہے، ان میں سے کچھ نمونے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اندر رکھے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت بہت اچھی بنائی ہے ﴿ فتبارك الله احسن الخالقين ﴾ ﴿لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم﴾ دنیا میں جتنی شکلیں اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں ان شکلوں میں سب سے بہترین شکل اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو بگاڑے اسی طرح جس کا چہرہ تیرے مشابہ ہو اس کو بھی بگاڑے ایسے جملے سے بالکلیہ پرہیز کرنا چاہیے، اور ایسے جملے عموماً آدمی غصہ میں

کہتا ہے اور جب غصہ ہوتا ہے تو جس پر غصہ آیا صرف اسی کو نہیں، اس کے ساتھ ساتھ اور بہت ساروں کو لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

بَابُ لِيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ فِي الضَّرْبِ

١٧٤ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، وَسَعِيدٌ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ''.

چہرے پر مارنے سے پرہیز کرے

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے خادم کی پٹائی کرے تو چہرے پر مارنے سے پرہیز کرے۔

تشریح: غلام، بیوی، بچے اور اپنے ماتحتوں کی پٹائی کی کبھی ضرورت پڑ جائے تو بقدر ضرورت پٹائی کی اجازت ہے مگر اس وقت چہرے پر پٹائی کرنے سے پرہیز کرے اس لیے کہ چہرے میں اللہ تعالیٰ نے سارے محاسن اور خوبیاں رکھی ہیں، اور انسان کے جو حواس ظاہرہ ہیں مثلاً آنکھ، ناک، کان اور دوسرے محاسن وہ بھی چہرے ہی میں ہیں، اگر کان کے پاس مار دیا جس سے کان نے کام کرنا ہی چھوڑ دیا تو بہرا ہو جائے گا، اگر آنکھ پر لگا جس سے آنکھ کی روشنی ختم ہوگئی تو اندھا ہو جائے گا اور چہرہ بدنما ہو جائے گا، اس لیے شریعت نے چہرے پر مارنے سے بڑی سختی سے روکا ہے۔

١٧٥ - حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَابَّةٍ قَدْ وُسِمَ يُدَخِّنُ مَنْخِرَاهُ، قَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَعَنَ اللهُ مَنْ فَعَلَ هَذَا، لَا يَسِمَنَّ أَحَدٌ الْوَجْهَ وَلَا يَضْرِبَنَّهُ".

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم ﷺ کا گذر ایک جانور کے پاس سے ہوا جس کو چہرے پر داغ دیا گیا تھا، جس کی وجہ سے جانور کے نتھنوں سے دھواں نکل رہا تھا، یہ منظر حضور اکرم ﷺ نے دیکھا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی لعنت ہو کس نے ایسا کیا؟ کوئی بھی چہرے پر داغ نہ لگائے اور نہ مارے (چاہے انسان کا چہرا ہو یا جانور کا)۔

تشریح: جانور کے پچھلے حصے میں ضرورت کی خاطر اگر داغ دیا جائے تو اس کی گنجائش ہے، بعض لوگ چہرے پر داغ دیتے ہیں اور چہرے پر مارتے ہیں اس کی کسی بھی حال میں اجازت نہیں، اس پر بہت سخت وعید آئی ہے۔

بَابُ مَنْ لَطَمَ عَبْدَهُ فَلْيُعْتِقْهُ مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ

١٧٦ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ قَالَ: سَمِعْتُ هِلَالَ بْنَ يَسَافٍ يَقُولُ: كُنَّا نَبِيعُ الْبَزَّ فِي دَارِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، فَخَرَجَتْ جَارِيَةٌ فَقَالَتْ لِرَجُلٍ شَيْئًا، فَلَطَمَهَا ذَلِكَ الرَّجُلُ، فَقَالَ لَهُ سُوَيْدُ بْنُ مُقَرِّنٍ: أَلَطَمْتَ وَجْهَهَا؟ لَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ وَمَا لَنَا إِلَّا خَادِمٌ، فَلَطَمَهَا بَعْضُنَا، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعْتِقَهَا.

غلام کو طمانچہ مار دے تو اس کو آزاد کر دینا مستحب ہے

ترجمہ: حضرت ہلال ابن یساف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت سوید ابن مقرن رضی اللہ عنہ کے محلے میں ان کی دکان کے صحن میں کپڑا بیچا کرتے تھے، ایک باندی باہر آئی اور

اس نے کسی آدمی سے کچھ کہا تو اس نے باندی کو طمانچہ مارا، حضرت سوید ابن مقرن رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے اس مارنے والے سے کہا کہ تم نے اس کے چہرے پر طمانچہ مارا؟ اور پھر کہا کہ ہمارے گھر کے سات افراد تھے اور ان سب کے لیے ایک ہی خادم تھا، ہم میں سے کسی ایک نے اس کو طمانچہ مارا تو نبئ کریم ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ اس غلام کو آزاد کر دے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ طمانچہ مارنے پر اگرچہ غلام کو آزاد کرنا فرض اور واجب نہیں ہے لیکن اپنے جرم کی تلافی کے لیے آزاد کرنا ہی بہتر ہے۔ حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اپنے ماتحتوں کو ضرورت سے زائد سزا دینا ہماری شریعت کی نگاہ میں کتنا بڑا جرم ہے۔

١٧٧ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ”مَنْ لَطَمَ عَبْدَهُ أَوْ ضَرَبَهُ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ، فَكَفَّارَتُهُ عِتْقُهُ“.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس آدمی نے اپنے غلام کو طمانچہ مارا، یا بلا قصور اسکی پٹائی کی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دے۔

ماتحتوں کے ساتھ اپنے قصور کی تلافی کرنے میں دیر نہ کرے

تشریح: بلا قصور اپنے ماتحتوں کے ساتھ کسی بھی قسم کی زیادتی کا معاملہ کیا جائے تو اس کی تلافی فوراً کر لینی چاہیے، ہم لوگ اپنی رعونت اور غرور کی وجہ سے اپنے ماتحتوں کے ساتھ زیادتی بھی کرتے ہیں، اور اگر کسی بڑے کی طرف سے تنبیہ کی جائے

تو بھی اپنی زیادتی کی تلافی کے لیے کوئی شکل اختیار نہیں کرتے، کبھی اپنے بچوں یا شاگردوں کے ساتھ کوئی زیادتی ہوجائے تو فوراً تلافی کرلی جائے۔ غلام کے معاملہ کی تلافی کا تو حضور ﷺ نے اس حدیث میں طریقہ بتلایا کہ اس کو آزاد کردو، اور اگر زیادتی اپنے بچے یا اپنے شاگرد کے ساتھ ہوئی ہے تو اس کی تلافی تو آزادی سے نہیں ہوگی تو کسی اور طریقے سے ان کو راضی کرلو مثلاً ان کو کوئی چیز دے دو، ان کی تسلی کے دو کلمات کہہ دو، ان سے تھوڑی دل لگی کرلو، ان کو چاکلیٹ دے دو۔ مطلب یہ کہ کسی بھی طریقہ سے ان کو راضی کرلو تاکہ دنیا ہی میں اس کی تلافی ہوجائے۔ یہی حال بیوی کے ساتھ بھی ہے کہ اگر اس کے ساتھ بھی ایسا معاملہ ہو تو اس کی تلافی ہونی چاہیے، ایسا نہیں کہ ہم اپنے غرور کے اندر ہی رہے کہ اگر ہم نے معافی مانگ لی یا اور کوئی طریقہ سے تلافی کرلی تو بیوی اور بگڑ جائے گی، میرے بھائیو! وہ نہیں بگڑ رہی ہے ہم خود اپنی اَنَا اور ضد کی وجہ سے اپنی آخرت بگاڑ رہے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس طرح کا کوئی معاملہ ہوجائے تو اس کی کسی طرح تلافی کرلو اس لیے کہ اگر یہاں تلافی نہیں ہوئی تو آخرت کا معاملہ بہت ہی سنگین ہوجائے گا۔

١٧٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ: لَطَمْتُ مَوْلًى لَنَا فَفَرَّ، فَدَعَانِي أَبِي فَقَالَ لَهُ: اقْتَصَّ، كُنَّا وَلَدَ مُقَرِّنٍ سَبْعَةً، لَنَا خَادِمٌ، فَلَطَمَهَا أَحَدُنَا، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ”مُرْهُمْ فَلْيُعْتِقُوهَا“، فَقِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ لَهُمْ خَادِمٌ غَيْرَهَا، قَالَ: ”فَلْيَسْتَخْدِمُوهَا فَإِذَا اسْتَغْنَوْا خَلُّوا سَبِيلَهَا“.

ترجمہ: حضرت معاویہ ابن سوید ابن مقرن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہمارے ایک غلام کو طمانچہ مارا تو وہ بھاگ گیا، میرے والد نے مجھے بلایا اور اس غلام سے کہا کہ تو بھی اپنا بدلہ لے اور اس کو بھی طمانچہ مار، پھر حضرت سوید ابن مقرن رضی اللہ عنہ نے اپنا قصہ سنایا کہ ہم مقرن کی اولاد میں سات بھائی تھے، ہمارا ایک ہی خادم تھا، کسی وجہ سے بھائیوں میں سے کسی ایک بھائی نے اس کو طمانچہ مارا، نبیٔ کریم ﷺ کے پاس شکایت کی گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کو کہو کہ غلام کو آزاد کردیں، کسی نے کہا کہ ان کے یہاں تو خدمت کے لیے یہی ایک غلام ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ابھی اس سے کام لو مگر جب اللہ تعالیٰ وسعت دیں تو اس وقت اس غلام کو آزاد کردو۔

تشریح: دوسری روایت میں ہے کہ جس غلام کو مارا تھا وہ بھاگ گیا اور ظہر کے وقت آیا تو حضرت معاویہ ابن سوید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ظہر کی نماز میں تھا، میرے ابا حضرت سوید ابن مقرن رضی اللہ عنہ نے مجھے اور غلام کو بلایا اور غلام سے کہا کہ اس سے بدلہ لو یعنی اس نے تم کو طمانچہ مارا تھا تم بھی اس کو طمانچہ مارو۔ دوسری روایت میں ہے کہ غلام نے کہا کہ میں نے معاف کردیا مجھے بدلہ نہیں لینا ہے۔ اس پر حضرت سوید ابن مقرن رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو مارنے کا واقعہ سنایا جس کی تفصیل حدیث میں ہے۔

١٧٩ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ: مَا اسْمُكَ؟ فَقُلْتُ: شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو شُعْبَةَ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ الْمُزَنِيِّ، وَرَأَى رَجُلًا لَطَمَ غُلَامَهُ، فَقَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الصُّورَةَ مُحَرَّمَةٌ؟ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي سَابِعُ سَبْعَةِ إِخْوَةٍ، عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا لَنَا إِلَّا خَادِمٌ، فَلَطَمَهُ أَحَدُنَا، فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَنْ نُعْتِقَهُ .

ترجمہ: شعبہ کہتے ہیں کہ محمد ابن منکدر نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا کہ شعبہ، تو کہا کہ مجھے ابو شعبہ نے روایت بیان کی حضرت سوید ابن مقرن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کہ حضرت سوید ابن مقرن رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے اپنے غلام کو چہرے پر طمانچہ مارا، تو حضرت سوید ابن مقرن رضی اللہ عنہ نے اسے بلا کر تنبیہ کی کہ تم کو معلوم نہیں کہ چہرے پر مارنا حرام ہے اور پھر فرمایا کہ دیکھو! ہم نبیٔ کریم ﷺ کے زمانے میں سات بھائی تھے، ہمارا ایک خادم تھا، ہم میں سے ایک بھائی نے خادم کو طمانچہ مارا تو حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اس غلام کو آزاد کردو (تم بھی اسی طرح فکر رکھو)

١٨٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا فِرَاسٌ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ زَاذَانَ أَبِي عُمَرَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ، فَدَعَا بِغُلَامٍ لَهُ كَانَ ضَرَبَهُ فَكَشَفَ عَنْ ظَهْرِهِ فَقَالَ: أَيُوجِعُكَ؟ قَالَ: لَا. فَأَعْتَقَهُ، ثُمَّ رَفَعَ عُودًا مِنَ الْأَرْضِ فَقَالَ: مَالِي فِيهِ مِنَ الْأَجْرِ مَا يَزِنُ هَذَا الْعُودَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، لِمَ تَقُولُ هَذَا؟ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ - أَوْ قَالَ -: "مَنْ ضَرَبَ مَمْلُوكَهُ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ، أَوْ لَطَمَ وَجْهَهُ، فَكَفَّارَتُهُ أَنْ يُعْتِقَهُ".

ترجمہ: زاذان کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے کسی غلام کی پٹائی کی تھی اسی وجہ سے اسے بلایا اور اس کا کپڑا اس کی پیٹھ پر سے اٹھا کر پوچھا کہ تکلیف ہوتی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، پھر بھی حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو آزاد کردیا اور آپ نے زمین پر سے ایک تنکا اٹھایا اور تنکا اٹھا کر کہنے لگے کہ یہ غلام جو میں نے آزاد کیا اس کو آزاد کرنے میں مجھے ایک تنکے کے

برابر بھی ثواب نہیں ملا، زاذان کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! آپ ایسا کیوں فرماتے ہیں؟ غلام کے آزاد کرنے پر تو بڑا ثواب ہے، تو کہا کہ میں نے نبئ کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی اپنے غلام کو بغیر قصور کے مارے، یا اس کے چہرے پر طمانچہ مارے تو اس کے جرم کی تلافی اور کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کردے (تو گویا اس آزاد کرنے کی وجہ سے جو جرم کیا تھا وہ معاف ہوا ثواب کچھ بھی نہیں ملا)۔

تشریح: اپنے ماتحتوں کے ساتھ اگر کوئی زیادتی ہوئی ہے تو چاہیے کہ اس کی تلافی کی کوشش اور اہتمام کیا جائے۔

بَابُ قِصَاصِ الْعَبْدِ

١٨١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، وَقَبِيصَةُ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ: لَا يَضْرِبُ أَحَدٌ عَبْدًا لَهُ - وَهُوَ ظَالِمٌ لَهُ - إِلَّا أُقِيدَ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

اپنے غلام کے ساتھ زیادتی کرنے والے سے بدلہ لیا جائے گا

ترجمہ: حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کوئی آدمی اپنے غلام کی پٹائی کرتا ہے اور وہ پٹائی ناحق طریقے سے کی ہے تو کل قیامت کے روز اس سے انتقام اور بدلہ لیا جائے گا۔

تشریح: اگر آقا نے اپنے غلام کے ساتھ زیادتی کا معاملہ کیا ہے تو قیامت کے روز اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا بدلہ لیں گے، آقا ہونے کے باوجود یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ چھوڑ دیا جائے گا، مگر یہ کہ غلام معاف کردے۔

١٨٢ - حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا لَيْلَى قَالَ: خَرَجَ سَلْمَانُ فَإِذَا عَلَفُ دَابَّتِهِ يَتَسَاقَطُ مِنَ الْآرِيِّ، فَقَالَ لِخَادِمِهِ: لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ الْقِصَاصَ لَأَوْجَعْتُكَ.

ترجمه: حضرت ابو لیلیٰ رحمہ اللہ جو تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے نکلے تو چوپائے کو کھلانے کا جو گھاس چارا ہوتا ہے وہ تھیلے سے گر رہا تھا (جس تھیلے میں چارا بھرا ہوا تھا وہ تھیلا کھل گیا تھا اور کھلنے کی وجہ سے اس میں سے چارا گر رہا تھا) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے کہا کہ مجھے قیامت کے دن بدلے کا ڈر نہ ہوتا تو میں تجھے سزا دیتا۔

تشریح: تھیلے سے چارا گرنے میں خادم اور نوکر کی بے پروائی، غفلت اور سستی کا دخل تھا، غلام نے تھیلے کو جس طرح بند کرنا چاہیے، اور جس طرح رکھنا چاہیے تھا اس طرح نہیں رکھا تھا جس کی وجہ سے وہ تھیلا کھل گیا تھا اور چارا گر گیا تھا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ سختی کا معاملہ کروں گا تو مجھے یہ اندیشہ ہے کہ قیامت کے روز اس کا بدلہ مجھ سے لیا جائے گا، اگر قیامت کے دن کی جواب دہی کا ڈر نہ ہوتا تو میں تجھے سزا دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آقا کی طرف سے غلام پر کوئی زیادتی ہو تو قیامت کے روز اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے بدلہ لیں گے۔

١٨٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا، حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَمَّاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ“.

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق والوں کے حق ادا کرو یہاں تک کہ قیامت کے روز بغیر سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری

سے بدلہ دلایا جائے گا۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے حق والوں کے حقوق میں کوتاہی کا ارتکاب کیا اور تم سے حق والوں کے حقوق میں کمی ہوئی ہے، اور دنیا میں اس کا تصفیہ نہیں ہوا ہے تو قیامت کے روز اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا حق دلوائیں گے، یہاں تک کہ اگر دنیا میں سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری کو مارا ہے تو کل قیامت کے دن بغیر سینگ والی بکری کو اس کا بدلہ دلوائیں گے۔ دوسری روایتوں میں ہے کہ اس سینگ والی بکری کا سینگ نکال دیا جائے گا اور بغیر سینگ والی بکری کو اللہ سینگ دیں گے اور کہیں گے کہ مار کر اس سے بدلہ لے لو، اللہ تعالیٰ اپنی شان عدل کو اس طرح ظاہر فرمائیں گے، حالانکہ جانور احکام شرع کے مکلف نہیں ہیں، اگر جانوروں کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا تو ہم انسانوں نے اگر کسی کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو تو بھلا کیسے وہ چھوڑا جائے گا؟ اس سے بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ اسی لیے لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں آدمی کو بہت زیادہ احتیاط کرنا چاہیے، خاص کر کے اپنے ماتحتوں پر۔ یہ غلام جو ہیں ان پر تو آقا کی ملکیت ہے، آقا کو بہت زیادہ اختیارات اس پر حاصل ہیں اس کے باوجود آقا نے ناحق طریقہ سے اس پر زیادتی کی ہو اور ناحق طریقہ سے سزا دی ہو تو اس کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔

١٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي جَدَّتِي، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضى الله عنها، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بَيْتِهَا، فَدَعَا وَصِيفَةً لَهُ - أَوْ لَهَا - فَأَبْطَأَتْ،

فَاسْتَبَانَ الْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ، فَقَامَتْ أُمُّ سَلَمَةَ إِلَى الْحِجَابِ، فَوَجَدَتِ الْوَصِيفَةَ تَلْعَبُ، وَمَعَهُ سِوَاكٌ، فَقَالَ: "لَوْلَا خَشْيَةُ الْقَوَدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَأَوْجَعْتُكِ بِهَذَا السِّوَاكِ" . زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ الْهَيْثَمِ: تَلْعَبُ بِبَهْمَةٍ. قَالَ: فَلَمَّا أَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهَا لَتَحْلِفُ مَا سَمِعَتْكَ، قَالَتْ: وَفِي يَدِهِ سِوَاكٌ .

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ کے مکان میں تھے، ان کی باندی (خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی) کو کسی ضرورت کے لیے بلایا، اس نے آنے میں دیر کردی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے اس رویہ پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے انور پر غصہ کے آثار نمودار ہوئے، تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود ہی اٹھیں پردہ کے جانب (جہاں پانی کی جگہ تھی اس طرف تشریف لے گئیں) تو وہاں باندی کھیل رہی تھی (اور آگے کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی جانور یا بکری کا بچہ تھا اس کے ساتھ وہ کھیل رہی تھی) تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہاں سے اس کو پکڑ کر کے لائیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں مسواک تھی، آپ نے فرمایا کہ قیامت کے روز اگر بدلہ کا ڈر نہ ہوتا تو اس مسواک سے سزا دیتا۔

تشریح: کبھی ماتحت کو بلایا جائے اور وہ وقت پر نہ آئے تو بڑے کو غصہ آتا ہے باندی کے نہ آنے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر غصہ کے آثار نمودار ہوئے اور آنے پر سزا دینے کا ارادہ کیا مگر قیامت کے ڈر سے سزا کو مؤخر کیا اور اس کو معاف کردیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاس لے کر آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے کہا کہ وہ یہ کہتی ہے کہ میں نے آپ کی آواز نہیں سنی تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سزا دینے سے رک گئے۔ اس روایت

سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کام کو کسی عذر کی وجہ سے نہیں کیا ہے تو اس عذر کو بیان کر دیا جائے تاکہ بڑوں کے دل میں کوئی کدورت باقی نہ رہے۔

بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سید الکونین ہیں اس کے باوجود آپ سزا کے معاملہ میں ڈرتے ہیں کہ اگر زیادتی ہوگئی تو بدلہ دینا پڑے گا تو ہمیں تو کتنی زیادہ احتیاط کرنے کی ضرورت ہے، اسی لیے اپنے ماتحتوں کے معاملے میں بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے، اساتذہ ہوں تو اپنے شاگردوں کے سلسلے میں، ماں باپ ہوں تو اپنی اولاد کے سلسلے میں، آقا ہوں تو اپنے غلام کے سلسلے میں، سیٹھ ہوں تو اپنے نوکر کے سلسلے میں، بڑا ہے تو اپنے ماتحتوں کے سلسلے میں ڈرتا رہے، بلا وجہ اس نے اس کے ساتھ کوئی معاملہ کیا ہے تو بھلے دنیا میں یہ معاملہ اپنی طاقت کی وجہ سے کرلیا، مگر قیامت کے روز اس کا بدلہ دلوایا جائے گا۔

١٨٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مَنْ ضَرَبَ ضَرْبًا اقْتُصَّ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ''.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی کی ناحق پٹائی کی تو قیامت کے روز اس سے بدلہ لیا جائے گا۔

تشریح: لفظ ''من'' یہاں مطلق ہے صرف آقا اور غلام کے ساتھ خاص نہیں ہے، کسی کے ساتھ بھی کسی نے زیادتی کا معاملہ کیا ہے اس سے بدلہ لیا جائے گا، اگر استاذ نے شاگرد کے ساتھ، باپ نے بیٹے کے ساتھ، بھائی نے بھائی کے ساتھ، شوہر نے بیوی کے ساتھ اگر زیادتی کا معاملہ کیا ہے تو ان سب کو قیامت کے روز بدلہ

دینا پڑے گا، یہ چھوٹ نہیں سکتا، بدلہ نہ دیا جائے ایسا نہیں ہوسکتا۔

١٨٦ - حَدَّثَنَا خَلِيفَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْعَوَّامِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ ضَرَبَ ضَرْبًا ظُلْمًا اقْتُصَّ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی کو ناحق طریقہ سے مارا تو اس سے قیامت کے روز بدلہ لیا جائے گا۔

بَابُ اكْسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ

١٨٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ مُجَاهِدٍ أَبِي حَزْرَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: خَرَجْتُ أَنَا وَأَبِي نَطْلُبُ الْعِلْمَ فِي هَذَا الْحَيِّ فِي الْأَنْصَارِ، قَبْلَ أَنْ يَهْلِكُوا، فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ لَقِينَا أَبُو الْيَسَرِ صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ غُلَامٌ لَهُ، وَعَلَى أَبِي الْيَسَرِ بُرْدَةٌ وَمَعَافِرِيٌّ، وَعَلَى غُلَامِهِ بُرْدَةٌ وَمَعَافِرِيٌّ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا عَمِّي، لَوْ أَخَذْتَ بُرْدَةَ غُلَامِكَ وَأَعْطَيْتَهُ مَعَافِرِيَّكَ، أَوْ أَخَذْتَ مَعَافِرِيَّهُ وَأَعْطَيْتَهُ بُرْدَتَكَ، كَانَتْ عَلَيْكَ حُلَّةٌ أَوْ عَلَيْهِ حُلَّةٌ، فَمَسَحَ رَأْسِي وَقَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ فِيهِ، يَا ابْنَ أَخِي، بَصَرُ عَيْنَيَّ هَاتَيْنِ، وَسَمْعُ أُذُنَيَّ هَاتَيْنِ، وَوَعَاهُ قَلْبِي - وَأَشَارَ إِلَى نِيَاطِ قَلْبِهِ - النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "أَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ، وَاكْسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ" وَكَانَ أَنْ أُعْطِيَهُ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَيَّ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ حَسَنَاتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

تم جیسا پہنو ایسا ان کو بھی پہناؤ

ترجمہ: حضرت عبادہ ابن ولید بن عبادہ بن صامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ولید ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مرتبہ انصار کے محلے میں علم حاصل کرنے کے لیے گیا اس سے پہلے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو جاننے والے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دنیا سے رخصت ہو جائیں، سب سے پہلے ہماری ملاقات حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے، ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا، انہوں نے ایک عام چادر اور ایک معافری چادر پہن رکھی تھی، اور ان کے غلام نے بھی اسی طرح ایک عام چادر اور معافری چادر پہن رکھی تھی، میں نے حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ اپنی چادر اس غلام کو دے دیتے اور اس کا معافری کپڑا آپ لے لیتے تو دو معافری چادریں آپ کے پاس ہو جاتی اور دو چادر اس کے پاس ہو جاتی، اس کا بھی جوڑا ہو جاتا، آپ کا بھی جوڑا ہو جاتا، یا یہ کہ آپ معافری چادر اس کو دے دیتے اور عام چادر اس کے پاس سے لے لیتے۔ میری یہ بات سن کر انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی کہ اے اللہ! اس میں برکت رکھ اور پھر مجھے کہنے لگے کہ اے میرے بھتیجے! میری ان آنکھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا اور میرے اس دل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو محفوظ رکھا کہ حضور فرما رہے تھے کہ تم جو کھاؤ وہ ان کو کھلاؤ اور تم جو پہنو وہ ان کو پہناؤ۔ پھر کہنے لگے میں اپنے اس غلام کو دنیا کا ساز و سامان دے دوں یہ میرے لیے آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ کل قیامت کے دن وہ میری نیکیاں لی جائے۔

تشریح: معافر یمن کی بنی ہوئی چادر کا نام ہے، معافر نامی ایک قبیلہ اس چادر کو بناتا تھا اسی نام سے وہ چادر مشہور ہو گئی تھی۔

عرب میں جوڑے لباس پہننے کا معمول تھا، جوڑے اس کو کہتے ہیں کہ اوپر نیچے

دونوں کپڑے ایک ہی رنگ اور ایک ہی ہیئت میں بنے ہوئے ہوں جس کو ہماری زبان میں سوٹ کہتے ہیں۔

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے بے جوڑ کپڑا پہن رکھا تھا جو عرب کی شان کے خلاف تھا اس پر حضرت عبادہ ابن ولید رحمہ اللہ نے وجہ پوچھی اور جوڑا بنانے کی ترکیب بتلائی اسپر حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے غلاموں کے ساتھ کھانے، پینے اور پہننے میں برابری کا حکم فرمایا ہے اگر اس وقت میں اپنے غلام سے کپڑا لے کر اس کو جوڑا بنا لوں تو کہیں آپ ﷺ کے فرمان کے خلاف کرنے والا نہ بن جاؤں اور اس پر آپ ﷺ نے جو وعید ذکر کی ہے اس وعید کا مستحق نہ ہو جاؤں اس لیے میں نے اس بے جوڑ کپڑے کو پہن رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے غلاموں کے ساتھ برابری کی جو تعلیم دی ہے یہ کوئی فرض اور واجب نہیں ہے، صرف مستحب ہے لیکن صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے فرمان کے عاشق تھے آپ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہر بات پر عمل کرتے تھے اور عمل کرتے ہوئے یہ نہیں دیکھتے کہ کہ اس میں فرض، واجب، مستحب اور مکروہ کیا ہے، بلکہ ہر وقت آخرت کے نفع نقصان کو دیکھتے تھے اور آخرت کے نفع نقصان کے سامنے ساری دنیا کو ترک کرنا پڑے تو یہ ان کے لیے سستا سودا تھا۔

۱۸۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُبَشِّرٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوصِي بِالْمَمْلُوكِينَ خَيْرًا وَيَقُولُ: ''أَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ، وَأَلْبِسُوهُمْ مِنْ لَبُوسِكُمْ، وَلَا تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ''.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ جو تم کھاتے ہو وہ ان کو کھلاؤ اور تم پہنتے ہو اس میں سے ان کو پہناؤ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو تکلیف مت دو۔

بَابُ سِبَابِ الْعَبِيدِ

١٨٩ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ قَالَ: سَمِعْتُ الْمَعْرُورَ بْنَ سُوَيْدٍ يَقُولُ: رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا فَشَكَانِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ؟'' قُلْتُ: نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ: ''إِنَّ إِخْوَانَكُمْ خَوَلُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعِينُوهُمْ''.

غلام کو برا بھلا کہنا

ترجمہ: حضرت معرور بن سوید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے جسم پر ایک جوڑا تھا اور ان کے غلام کے جسم پر بھی ایسا ہی جوڑا تھا، میں نے اس سلسلے میں ان سے پوچھا تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک آدمی کو گالی دی (اس آدمی سے لڑائی ہوئی تو میں نے گالی دی اور برا بھلا کہا اور اس کی ماں کے سلسلے میں سخت جملہ کہا) اس نے حضور ﷺ کے پاس جا کر میری فریاد کی کہ ابو ذر نے مجھے یوں کہا، نبی کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تو نے اسے اس کی ماں کی عار دلائی؟ میں نے کہا کہ ہاں، تو اس موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے خادم اور غلام تمہارے بھائی ہیں (یہ بھی تمہاری

طرح انسان ہیں) کسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کردیا،(ماتحت کر دینے کی وجہ سے وہ انسانیت سے نکل نہیں گئے،اب بھی ان کے تمہارے اوپر بھائی والے حقوق ہیں،اس اخوت کی وجہ سے وہ تمہارے ساتھ مساوی درجہ رکھتے ہیں) جس کا بھائی اس کی ماتحتی میں ہوتو جو وہ خود کھاتا ہے وہ اس کو بھی کھلائے،جو وہ خود پہنتا ہے وہ اس کو پہنائے،تم ان کوایسا کام مت سپرد کرو جس کے کرنے سے وہ عاجز آجائیں(یعنی ایسا مشقت کا کام جس کو وہ کرنہ سکیں)اوراگرایسا کام سپرد کیا تو پھران کا ہاتھ بٹاؤ(اس میں ان کی مدد کرو)۔

تشریح: عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ اگر غلام سونپی گئی خدمت انجام نہیں دے پاتا، سونپا ہوا کام نہیں کر پاتا تو آقا ناراض ہوتا ہے اور ناراضگی میں وہ سخت الفاظ بول دیتا ہے،گالیاں بھی دیتاہے اور غلط القابات سے اس کو یاد کرتا ہے مثلاً گدھا،نالائق، بدمعاش وغیرہ،اس سلسلے میں نبیٔ کریم ﷺ کی طرف سے بڑوں کو یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کو سخت اور تکلیف پہنچانے والے الفاظ کہنے سے پرہیز کریں،باپ بیٹے کو،استاد شاگرد کو اور آقا غلام کو ایسے سخت قسم کے الفاظ کہنے سے احتیاط برتیں۔

اپنی زبان کو طعن و تشنیع اور برے الفاظ سے پاک رکھیں

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا ہے دوسری روایتوں میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کسی بات پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا) یاابن السوداء(،''سوداء'' سیاہ فام عورت کو کہتے ہیں کیوں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے

جا کر نبیٔ کریم ﷺ سے شکایت کی کہ مجھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس طرح سخت جملہ کہا، تو ان کو حضور نے بلایا اور پوچھا کہ تم نے ان کی ماں کے ذریعہ سے ان کو عار اور شرم دلائی؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (انک امرأفیک جاہلیۃ) حضور ﷺ نے ان کو تنبیہ فرمائی کہ تم ایسے آدمی ہو کہ زمانۂ جاہلیت کے آثار تمہارے اندر ابھی بھی موجود ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! اس عمر میں بھی زمانۂ جاہلیت کے آثار موجود ہیں؟ حالانکہ میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں، کہا کہ جی ہاں۔

دوسری روایتوں میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ''یا ابن السوداء'' والا جملہ اس لیے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس طرح کہنے کی شناعت اور قباحت کا علم نہ ہو، لوگ اس طرح بول دیتے ہیں اس لیے آپ نے بھی اس طرح بول دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، یہ تو جاہلیت والا طریقہ ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنا رخسار زمین کے ساتھ لگا دیا اور لیٹ گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے دوسرے گال پر پاؤں رکھو اور جب تک انہوں نے اپنا پاؤں نہیں رکھا وہاں تک حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ان کو اصرار کرتے رہے۔

بَابُ هَلْ يُعِينُ عَبْدَهُ؟

١٩٠ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَلَّامَ بْنَ عَمْرٍو يُحَدِّثُ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''أَرِقَّاكُمْ إِخْوَانُكُمْ، فَأَحْسِنُوا إِلَيْهِمْ، اسْتَعِينُوهُمْ عَلَى مَا غَلَبَكُمْ، وَأَعِينُوهُمْ عَلَى مَا غُلِبُوا''.

آقا کو چاہیے کہ غلام کا ہاتھ بٹائے

ترجمہ: حضرت سلام بن عمرو رحمہ اللہ ایک صحابی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ غلام تمہارے بھائی ہیں، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، تم جن کاموں کو انجام دینے سے عاجز ہو یعنی جو کام تمہارے لیے مشقت کے ہیں ان میں تم ان سے مدد حاصل کرو اور جو کام ان کے لیے بار اور مشقت کے ہیں تم ان میں ان کی مدد کرو۔

تشریح: اگر غلام کمزور ہونے کی وجہ سے کوئی کام انجام نہیں دے سکتا تو آقا کو چاہیے کہ اس کا ہاتھ بٹائے، اس کی مدد کرے جیسے بھائی بھائی سے مشقت کے کام میں مدد حاصل کرتا ہے اور اس کے مشقت کے کام میں مدد کرتا ہے تم بھی ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ کیا کرتا ہے اور تم غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

جب غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی جارہی ہے تو دوسرے جو آزاد اور ہمارے ماتحت ہیں ان کے ساتھ تو حسن سلوک کا معاملہ بطریق اولیٰ کرنا چاہیے۔

١٩١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، عَنْ أَبِي يُونُسَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: أَعِينُوا الْعَامِلَ مِنْ عَمَلِهِ، فَإِنَّ عَامِلَ اللّٰهِ لَا يَخِيبُ، يَعْنِي: الْخَادِمَ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ عامل یعنی خادم کو اس کے کام میں مدد کرو اس لیے کہ جو آدمی اللہ کے واسطے مدد کرے گا وہ گھاٹے میں نہیں رہتا۔

تشریح: اپنے غلام کی جو اعانت کی جارہی ہے وہ اللہ کا حکم سمجھ کر کی جارہی ہے تو اس صورت میں تم کو بھی غلام کی اعانت کا ثواب ملے گا۔

بَابُ لَا يُكَلَّفُ الْعَبْدُ مِنَ الْعَمَلِ مَا لَا يُطِيقُ

١٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَجْلَانَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ، وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ مَا لَا يُطِيقُ''.

غلام کو اس کی طاقت سے زیادہ کام نہ سپرد کیا جائے

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غلام کا کھانا اور کپڑا آقا کے اوپر ضروری ہے (اور جو کام اس کی طاقت میں ہے اتنا ہی اس سے لے) اس کی طاقت سے زیادہ کام اس کے حوالے نہ کرے۔

تشریح: اپنے غلام کے کھانے اور کپڑے کا دستور کے مطابق جیسا رواج ہے ایسا انتظام کریں اور اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر نہ ڈالا جائے، اپنے غلام کو اتنا سخت کام نہ سونپا جائے جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو۔ اس عموم میں غلام، نوکر، ملازم اور بیوی بچے سبھی آ گئے۔

١٩٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَجْلَانَ، عَنْ بُكَيْرٍ، أَنَّ عَجْلَانَ أَبَا مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ قُبَيْلَ وَفَاتِهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ،

وَلَا يُكَلَّفُ إِلَّا مَا يُطِيقُ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غلام کے لیے کھانا، کپڑا آقا کے ذمہ ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی طاقت سے زیادہ کا اس کو مکلف نہ بنائے۔

١٩٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: قَالَ مَعْرُورٌ: مَرَرْنَا بِأَبِي ذَرٍّ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ، وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ، فَقُلْنَا: لَوْ أَخَذْتَ هَذَا وَأَعْطَيْتَ هَذَا غَيْرَهُ، كَانَتْ حُلَّةٌ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا يُكَلِّفْهُ مَا يَغْلِبُهُ، فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ".

ترجمہ: حضرت معرور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا گذر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس ہوا ان کے جسم پر ایک کپڑا تھا اور ان کے غلام کے جسم پر ایک جوڑا تھا، تو ہم نے عرض کیا کہ آپ یہ گھٹیا چادر اس کو دیدیں اور اس کی بڑھیا چادر لے لیں تو آپ کا بھی بڑھیا قسم کا جوڑا ہو جائے گا اور غلام کے لیے بھی جوڑا ہو جائے گا (دوسری روایتوں میں ہے کہ ان کے اوپر کی چادر اعلیٰ قسم کی تھی اور نیچے کی چادر گھٹیا قسم کی تھی) تو کہا کہ: نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: یہ تمہارے بھائی ہیں (جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقعہ گذرا وہی ہدایت دی) یہ غلام تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہو، وہی پہنائے جو خود پہنتا ہو اور جو کام اس کے لیے مشقت کا ہو اس کا اس کو پابند نہ بنائے اور اگر ایسا کام اس کے حوالے کیا تو اس میں اس کی مدد کرے، تنہا اس پر نہ ڈالے۔

تشریح: حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یہ خصوصیت تھی کہ کسی

بات پر ان کو تنبیہ کی جاتی تو وہ زندگی بھر کے لیے ان کو کافی ہوجاتا تھا، پھر دوبارہ اس میں ان کی طرف سے غفلت یا کوتاہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تنبیہ فرمائی تھی تو اس پر زندگی بھر عمل ہو رہا ہے۔

بَابُ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى عَبْدِهِ وَخَادِمِهِ صَدَقَةٌ

١٩٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا بَقِيَّةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي بَحِيرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ، سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَا أَطْعَمْتَ نَفْسَكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ وَلَدَكَ وَزَوْجَتَكَ وَخَادِمَكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ".

آقا کا اپنے غلام اور خادم پر خرچ کرنا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے

ترجمہ: حضرت مقدام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہوں نے ارشاد فرماتے ہوئے سنا تم اپنے آپ کو کھلاؤ گے وہ صدقہ ہے، اور اپنے بچوں، بیوی اور خادم کو کھلاؤ گے وہ بھی صدقہ ہے۔

تشریح: غلام کا نفقہ، کپڑا، اس کا کھانا پینا اس کی ضرورتیں جو آقا کی طرف سے پوری کی جاتی ہیں یہ اللہ کی طرف سے اس پر لازم کی گئی ہیں، گویا یہ ایک فرض ہے جو اس کو ادا کر رہا ہے اس پر اس کو ثواب ملے گا، جس طرح اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر ثواب ملتا ہے غلام اور خادم کو کھلانے پر بھی ثواب ملے گا بلکہ اس میں زیادہ ثواب ہے اس لیے کہ صدقہ اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنا وہ تو نفل کا درجہ رکھتا ہے اور غلام کی ذمہ داری کو ادا کرنا یہ تو آقا پر فرض ہے اور فرض کا ثواب نفل سے زیادہ ہوا

کرتا ہے۔لیکن آدمی کو احتساب ہونا چاہیے احتساب کا معنی ہے اللہ کا حکم سمجھ کر اس کو انجام دے اور اس پر اجر وثواب کی امید رکھے، اس کو بوجھ نہ سمجھے، اگر بوجھ سمجھ کر ذمہ داری پوری کی تو ذمہ داری ادا تو ہو جائے گی لیکن اس پر کوئی اجر نہیں ملے گا۔

١٩٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا بَقَى غِنًى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، تَقُولُ امْرَأَتُكَ: أَنْفِقْ عَلَيَّ أَوْ طَلِّقْنِي وَيَقُولُ مَمْلُوكُكَ: أَنْفِقْ عَلَيَّ أَوْ بِعْنِي وَيَقُولُ وَلَدُكَ: إِلَى مَنْ تَكِلُنَا .

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین صدقہ وہ ہے جس میں آدمی اپنے پاس اتنا مال باقی رکھے جو اس کی ضرورت کے لیے کافی ہو اور اوپر والا ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ) بہتر ہے نیچے والے ہاتھ سے (یعنی مانگنے والے یا لینے والے ہاتھ سے) اور خرچ کرنے میں ابتدا ان لوگوں سے کرو جن کی کفالت آپ پر ہے (یعنی جو لوگ آپ کی ماتحتی میں ہیں، جو لوگ آپ کی عیال میں ہیں، مثلاً بیوی بچے اور غلام وغیرہ) بیوی کو نفقہ نہیں دے رہے ہیں تو وہ یہ ہی کہے گی کہ میری ضرورتیں پوری کرو یا مجھے الگ کر دو، اگر غلام کی ضرورت پوری نہیں کریں گے تو وہ یہی کہے گا کہ میرا خرچہ دو یا مجھے بیچ ڈالو، اگر اولاد کو خرچہ نہیں دیں گے تو اولاد یہی کہے گی کہ (ہمیں خرچ دو آپ خرچ نہیں دیں گے تو کون ہماری ضرورتوں کو پوری کرے گا؟) ہمیں کس کے سپرد کرتے ہو؟

تشریح: حدیث شریف سے دو چیزیں معلوم ہوئیں (۱) آدمی صدقہ کرے تو اس طرح کرے کہ وہ اپنی اور اپنے ماتحتوں کی ضرورت سے زائد ہو، اسی صدقہ کو بہترین صدقہ کہا گیا ہے (۲) اتنا زیادہ صدقہ نہ کرے کہ خود محتاج ہو جائے۔

۱۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةٍ، فَقَالَ رَجُلٌ: عِنْدِي دِينَارٌ، قَالَ: "أَنْفِقْهُ عَلَى نَفْسِكَ"، قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: "أَنْفِقْهُ عَلَى زَوْجَتِكَ" قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: "أَنْفِقْهُ عَلَى خَادِمِكَ، ثُمَّ أَنْتَ أَبْصَرُ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کا حکم دیا، اس پر ایک آدمی نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار ہے میں کہاں خرچ کروں؟ کہا کہ اپنی ذات پر خرچ کر، کہا کہ دوسرا بھی ہے، کہا کہ اپنی بیوی پر خرچ کر، کہا کہ ایک اور ہے، تو کہا کہ اس کو اپنے خادم پر، اس کے بعد جو تم کو ٹھیک لگے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سب سے پہلے اپنے مال سے اپنی ضرورت کو پورا کرے، اس کے بعد اپنے ماتحتوں کے حقوق ادا کرے اگر اپنے ماتحتوں کی ضرورت پوری کرنے کے بعد بھی تمہارے پاس مال ہے تو جو بھی نیکی کا راستہ آپ کو ٹھیک لگے وہاں خرچ کرو۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی دوسرے کارِ خیر میں تو بہت خرچ کرتا ہے، لیکن جو اس کے گھر والے ہیں یا اس کے رشتہ دار ہیں جو بہت محتاج ہیں ان کی طرف توجہ نہیں کی جاتی، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔

بَابُ إِذَا كَرِهَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَ عَبْدِهِ

۱۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا يَسْأَلُ جَابِرًا عَنْ خَادِمِ

الرَّجُلِ، إِذَا كَفَاهُ الْمَشَقَّةَ وَالْحَرَّ، أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَدْعُوهُ؟ قَالَ: "نَعَمْ، فَإِنْ كَرِهَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَطْعَمَ مَعَهُ فَلْيُطْعِمْهُ أُكْلَةً فِي يَدِهِ".

اگر کوئی آدمی اپنے غلام کے ساتھ کھانا ناپسند کرتا ہے وہ کیا کرے؟

ترجمہ: ابوالزبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کو پوچھتے ہوئے سنا کہ کسی آدمی کے غلام نے کھانا پکانے کی آقا کی طرف سے مشقت یعنی گرمی برداشت کر لی تو کیا اس غلام کے متعلق آپ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ اس کو اپنے ساتھ کھلائے؟ اس پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں! اس غلام کو بھی شریک کرلے۔ اگر کوئی آدمی اپنے غلام کے ساتھ کھانا ناپسند کرتا ہو تو کم از کم ایک آدھ لقمہ اس کے ہاتھ میں دے دے (بالکل محروم نہ رکھے)۔

تشریح: حضور ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ غلام کو اپنے ساتھ کھلاؤ، اس لیے کہ اس کھانے میں اگر تمہارا مال خرچ ہوا ہے تو اس کی محنت بھی خرچ ہوئی ہے، ظاہر ہے جس طرح تم اپنے مال کی وجہ سے کھانے کے حق دار ہو تو وہ بھی اپنی محنت کی وجہ سے کھانے کا حق دار ہے اس لیے اسے بھی کچھ ملنا چاہیے، ایسا نہیں کہ اس کو محروم رکھے۔

بَابُ يُطْعِمُ الْعَبْدَ مِمَّا يَأْكُلُ

١٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ مُبَشِّرٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوصِي بِالْمَمْلُوكِينَ خَيْرًا وَيَقُولُ: "أَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ، وَأَلْبِسُوهُمْ مِنْ لَبُوسِكُمْ، وَلَا تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللهِ".

جو خود کھائے وہی غلام کو کھلائے

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم جو کھاؤ وہ ان کو کھلاؤ اور جو تم پہنو وہ ان کو پہناؤ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو تکلیف مت دو۔

تشریح: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ دستور کے مطابق غلام کو جو کھانا کھلایا جاتا ہے وہ کھلانا ضروری ہے، جو خود کھائے وہی کھلانا ضروری نہیں ہے، ہاں بہتر یہ ہے کہ جو خود کھائے وہی کھلائے۔ اگر کوئی آدمی بخیل ہے اور خود کو مجاہدہ میں ڈالتے ہوئے گھٹیا قسم کی چیز کھاتا ہے اور غلام کو بھی وہی کھلاتا ہے یہ سمجھ کر کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو خود کھاؤ وہی غلام کو بھی کھلاؤ تو یہ جائز نہیں ہے، ہاں خود بریانی یا کوئی عمدہ چیز کھاتا ہے تو اس کو بھی بریانی اور عمدہ کھانا کھلائے، اگر آپ سوکھی روٹی کھاتے ہیں تو غلام کو سوکھی روٹی مت کھلاؤ، بلکہ دستور کے مطابق غلام کو جو ملنا چاہیے وہ دینا چاہیے۔

بَابُ هَلْ يُجْلِسُ خَادِمَهُ مَعَهُ إِذَا أَكَلَ

٢٠٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ فَلْيُجْلِسْهُ، فَإِنْ لَمْ يَقْبَلْ فَلْيُنَاوِلْهُ مِنْهُ''.

جب خود کھائے تو کیا اپنے خادم کو بھی ساتھ بٹھائے؟

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خادم جب کھانا پکا کر کے لائے تو اس کو بھی اپنے ساتھ بٹھاؤ اگر غلام بیٹھنے کے لیے تیار نہیں ہے تو اس میں سے اس کو کچھ حصہ دے دو۔

تشریح: آقا کے لیے اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ غلام کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے، ہاں اگر کسی مصلحت کے خلاف ہو تو اس وقت ساتھ نہ بٹھائے مگر کھانے میں سے اسے کچھ ضرور دینا چاہیے۔

۲۰۱ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو يُونُسَ الْبَصْرِيُّ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: قَالَ أَبُو مَحْذُورَةَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، إِذْ جَاءَ صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ بِجَفْنَةٍ يَحْمِلُهَا نَفَرٌ فِي عَبَاءَةٍ، فَوَضَعُوهَا بَيْنَ يَدَيْ عُمَرَ، فَدَعَا عُمَرُ نَاسًا مَسَاكِينَ وَأَرِقَّاءَ مِنْ أَرِقَّاءِ النَّاسِ حَوْلَهُ، فَأَكَلُوا مَعَهُ، ثُمَّ قَالَ عِنْدَ ذَلِكَ: "فَعَلَ اللهُ بِقَوْمٍ - أَوْ قَالَ: لَحَا اللهُ قَوْمًا - يَرْغَبُونَ عَنْ أَرِقَّائِهِمْ أَنْ يَأْكُلُوا مَعَهُمْ"، فَقَالَ صَفْوَانُ: أَمَا وَاللهِ، مَا نَرْغَبُ عَنْهُمْ، وَلَكِنَّا نَسْتَأْثِرُ عَلَيْهِمْ، لَا نَجِدُ وَاللهِ مِنَ الطَّعَامِ الطَّيِّبِ مَا نَأْكُلُ وَنُطْعِمُهُمْ.

ترجمہ: حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن تھے وہ) فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بہت بڑا لگن کھانے کا بھرا ہوا لے کر آئے جس کو چند لوگ ایک کپڑے میں رکھ کر اٹھائے ہوئے تھے، ان لانے والوں نے وہ برتن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غریب غرباء اور غلام قسم کے لوگ جو آس پاس تھے ان سب کو بلایا اور اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرلیا، ان سب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر کھایا اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ برا کرے ان لوگوں کا یا فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت کرے ان لوگوں پر جو

اپنے غلاموں سے اعراض کرتے ہیں اور اپنے ساتھ بٹھا کر نہیں کھلاتے۔اس پر حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم ہم غلاموں کے ساتھ کھانے کو اپنے لیے عیب نہیں سمجھتے ہاں البتہ ان کے مقابلے میں اچھی چیز کے اندر اپنے آپ کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی قسم اچھا کھانا اتنی زیادہ مقدار میں میسر ہی نہیں ہوتا کہ ہم بھی کھائیں اور ان کو بھی کھلائیں۔

تشریح: حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کھلانے پلانے میں بڑے سخی تھے، آپ نے ماتحتوں کو اپنے ساتھ بٹھا کر نہ کھلانے کی علت یہ بیان کی کہ جو چیز ہے وہ بہت کم مقدار میں ہے اگر ماتحتوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھائیں گے تو ہمارے لیے کافی نہیں ہوگی، اور آدمی کا مزاج یہ ہے کہ خود کو ماتحتوں کے مقابلہ میں ترجیح دیتا ہے، اس لیے ہم وہ کھا لیتے ہیں باقی اپنے ساتھ بٹھا کر کھلانا ہم اپنے لیے عیب نہیں سمجھتے۔

بَابُ إِذَا نَصَحَ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهِ

٢٠٢ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهِ، وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ، لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ''.

غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کرے

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غلام جب اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور ساتھ ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت بھی جیسا عبادت کا حق ہے اس طرح کرے تو اس کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے دوہرا اجر ملے گا۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو غلام اپنے آقا کے لیے خیر خواہی کرے اس کی بھلائی چاہے، اس کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے جو حقوق اس کے ذمہ ہیں اس میں بھی کوئی کمی نہ کرے، گویا وہ اپنے مالک حقیقی اور مالک مجازی دونوں کے حقوق کو ادا کر رہا ہے تو دونوں کے حقوق کی ادائیگی پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کو ثواب بھی دوہرا ملے گا۔

٢٠٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَيٍّ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِعَامِرٍ الشَّعْبِيِّ: يَا أَبَا عَمْرٍو، إِنَّا نَتَحَدَّثُ عِنْدَنَا أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَعْتَقَ أُمَّ وَلَدِهِ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا كَانَ كَالرَّاكِبِ بَدَنَتَهُ، فَقَالَ عَامِرٌ: حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ، وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَهُ أَجْرَانِ. وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ . وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ يَطَأُهَا، فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا، فَلَهُ أَجْرَانِ" قَالَ عَامِرٌ: أَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ، وَقَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيمَا دُونَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ.

ترجمہ: حضرت صالح ابن حی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ (جو تابعین میں سے ہیں ان) سے پوچھا: اے ابو عمرو! ہم آپس میں یہ گفتگو کرتے ہیں کہ کوئی آدمی اپنی باندی کو آزاد کرے اور اس کے بعد اس کے ساتھ نکاح کرے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ وہ اونٹ جو اللہ کے راستے میں حرم میں ذبح کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے اس پر وہ سواری کرے۔ اس پر حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ نے روایت بیان کی کہ حضرت ابو بردہ (جو حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہیں انہوں) نے مجھ کو حدیث بیان کی، انہوں

نے اپنے ابا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ذکر کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ نبیٔ کریم ﷺ نے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کو دوہرا یعنی ڈبل ثواب ملے گا، ایک وہ آدمی جو اہل کتاب سے تعلق رکھتا تھا (یہودی تھا نصرانی تھا اور اپنے نبی پر ایمان رکھتا تھا اور پھر نبیٔ کریم ﷺ کی بعثت کی اس کو اطلاع ہوئی کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں، اب نبیٔ آخر الزمان تشریف لا چکے ہیں) وہ اپنے نبی پر بھی ایمان رکھتا تھا پھر وہ آپ پر بھی ایمان لے آیا ایسے آدمی کے لیے دوہرا ثواب ہے۔ دوسرا وہ غلام جو اپنے آقا کے حقوق بھی ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرتا ہے ایسے غلام کو بھی دہرا ثواب ملے گا۔ اور تیسرا وہ آدمی جس کے پاس کوئی باندی ہے جس کے ساتھ وہ وطی بھی کر رہا ہے، اب اس نے باندی ہونے کے زمانے میں اپنی اس باندی کو ادب سکھلایا (تربیت کی) اور بہترین تعلیم دی اور پھر اس کو اللہ کے واسطے آزاد کیا اور پھر اس سے نکاح کیا اس کے لیے بھی دہرا اجر ہے۔ یہ روایت نقل کرنے کے بعد عامر شعبی نے اس سوال کرنے والے کو کہا کہ یہ ہم نے تمہارے سوال کا جواب مفت میں دے دیا ورنہ اس سے کم سوال کے لیے لوگ مدینہ تک کا لمبا لمبا سفر کیا کرتے تھے۔

تشریح: ہدی کے جانور سے مراد وہ جانور ہے جس کو حج یا عمرہ کرنے والے لوگ اپنے ساتھ ذبح کرنے کے لیے مکہ مکرمہ لے جاتے تھے یا ان کے ساتھ لوگ حرم میں اپنی طرف سے ذبح کرنے کے لیے بھیجتے تھے، پہلے زمانے میں اس کا خاص اہتمام ہوتا تھا اگر اونٹ ہے تو اس ہدی کو بدنہ کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ اس جانور سے کسی بھی قسم کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں، جیسے قربانی کا جانور ہوتا ہے جس کو قربانی کے لیے خرید چکے اور طے کر چکے تو اب اس سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہیے اس لیے کہ یہ جانور اللہ کے لیے گویا نامزد ہو چکا ہے، اسی طرح ایک باندی کو اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کر دیا

اب نکاح کر کے دوبارہ اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں کیا یہ صحیح ہے؟ اس کے بارے میں آپ کے پاس کچھ علم ہے؟ اس پر حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ نے ایک حدیث ذکر کی کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ ان کو ان کے اس عمل پر دوہرا اجر ملتا ہے ان میں سے ایک آقا جو اپنی باندی کا مالک تھا اور مالک ہونے کی نسبت سے وہ اس سے جس طرح چاہتا فائدہ اٹھا سکتا تھا اور کوئی حق لازم بھی نہیں تھا، یعنی بیوی کے جو مساویانہ حقوق ہوتے ہیں وطی، نان ونفقہ وغیرہ وہ اس پر لازم نہیں تھے، گویا باندی کے اختیارات بہت کم تھے، ہر چیز پر اس کی باندی ہونے کی حیثیت سے وہ اس کا مالک تھا مطلب یہ کہ باندی ہونے کی حیثیت سے اس پر کوئی حق نہیں تھا، جبر نہیں تھا، ہر طرح کی سہولتیں اس کو حاصل تھیں، اس نے اپنی ان سہولتوں اور اختیارات کو محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے قربان کیا اور اپنی باندی کو ادب سکھلایا اور اچھی طرح تربیت کی، اب ظاہر ہے کہ باندی کو اس طرح ادب سکھلایا اور اس کو تعلیم دی تو اس کی وجہ سے اس کے کمالات میں اضافہ ہونے کی وجہ سے اس کی قدر و قیمت بڑھ گئی، بھاؤ بڑھ گیا اور دوسری باندیوں کے مقابلے میں اس کی قیمت کئی گنا ہوگئی، گویا آقا نے محنت کر کے اس کو قیمتی بنایا۔ اور پھر اس کو آزاد کیا اور اس سے نکاح کیا تو ایسے آقا کو دوہرا اجر ملے گا، ایک تو آزاد کرنے کا اور دوسرا اس کے ساتھ نکاح کرنے کا۔

دوسرا وہ شخص جس کو اپنے کام پر دوہرا اجر ملے گا وہ غلام ہے جو اپنے آقا کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں بھی کسی قسم کی کمی نہیں کرتا مثلاً نماز روزہ، ذکر اذکار کا اہتمام کرتا ہے اس کو بھی اپنے کام پر دوہرا اجر ملے گا۔

اور تیسرا وہ شخص جو یہودی یا نصرانی تھا آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تو اپنی پہلی شریعت اور اپنے پہلے نبی کی اتباع کو چھوڑ کر وہ شخص آپ ﷺ کی اتباع کو لازم پکڑتا ہے اس کو بھی اپنے اس فعل پر دوہرا اجر ملے گا۔

یہاں پر اس حدیث کو لانے کا مطلب یہ ہے کہ غلام جب اپنے آقا کے حقوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں کوئی کمی نہیں کرتا تو ایسے غلام کا مقام اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بہت بلند ہے۔

٢٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمَمْلُوكُ الَّذِي يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ، وَيُؤَدِّي إِلَى سَيِّدِهِ الَّذِي فُرِضَ، الطَّاعَةَ وَالنَّصِيحَةَ، لَهُ أَجْرَانِ".

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو غلام اپنے پروردگار کی عبادت بہترین طریقے سے کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اپنے آقا کے جو حقوق ہیں مثلاً آقا کی اطاعت اور خیر خواہی ان کو بھی کما حقہ ادا کر رہا ہے اس کو اس پر دوہرا ثواب ملے گا۔

تشریح: ایک طرف اپنے مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنا، دوسری طرف اپنے مالک مجازی یعنی آقا کے حقوق کی ادائیگی یہ دو بڑی ذمہ داریاں ہیں، اور بڑے مشقت کے کام ہیں، مطلب یہ کہ دونوں کے حقوق برابر ادا کرتا ہے، گویا اس کے لیے خوب مشقت اٹھا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مشقت پر ثواب بھی دوہرا ملے گا۔

٢٠٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ

بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمَمْلُوكُ لَهُ أَجْرَانِ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللّٰهِ فِي عِبَادَتِهِ - أَوْ قَالَ: فِي حُسْنِ عِبَادَتِهِ - وَحَقَّ مَلِيكِهِ الَّذِي يَمْلِكُهُ".

ترجمہ: حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس غلام کے لیے دوہرا اجر ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق کما حقہ ادا کرتا ہے اور اپنے آقا کا حق بھی ادا کرتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی آدمی پر دوہری ذمہ داریاں ہوں اور وہ ان دوہری ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مطابق ثواب بھی دوہرا ملے گا۔

بَابُ الْعَبْدُ رَاعٍ

۲۰۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُ، أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ".

غلام بھی ذمہ دار ہے

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبئ کریم ﷺ نے ارشاد

فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اپنے ماتحتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، حکمران لوگوں پر نگران ہے اور اس کو اپنے ماتحتوں کے متعلق پوچھا جائیگا، مرد نگران ہے اپنے گھر والوں پر اس کو سوال کیا جائے گا اپنے گھر والوں کے متعلق، اور کسی شخص کا غلام نگران ہے اپنے آقا کے مال پر اس کو پوچھا جائے گا اپنی ذمہ داری کے متعلق، تم میں سے ہر ایک نگران ہے، ہر ایک کو سوال کیا جائے گا ان کی ذمہ داری کے متعلق۔

تشریح: نبیٔ کریم ﷺ نے اپنی پاکیزہ تعلیمات کے ذریعے ہر ایک کو اپنی ذمہ داری اور فرض منصبی کی ادائیگی کی طرف متوجہ کیا، ہر آدمی پر اپنی اپنی جگہ، اپنے اپنے شعبے اور میدان میں کچھ نہ کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور آدمی پر ضروری ہے کہ اپنی ساری ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کرے۔ کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جس پر کوئی ذمہ داری نہ ہو، ہر ایک پر اس کے مناسب حال، اس کے مقام، اس کے مرتبہ، اس کی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ ذمہ داریاں ہیں، بڑا آدمی ہے تو بڑی اور چھوٹا آدمی ہے تو چھوٹی ذمہ داری ہے، اسی ذمہ داری کی نبیٔ کریم ﷺ نے کچھ وضاحت فرمائی، مثلاً بادشاہ وقت ہے تو وہ اپنی پوری رعیت اور عوام کا ذمہ دار ہے، بادشاہ ہونے کی حیثیت سے رعیت کے جو حقوق اور جو ذمہ داریاں اس پر عائد ہوتی ہیں ان کو ادا کرنا اس کے لیے ضروری ہو جائے گا، کل قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں اس کی اس حیثیت کے مطابق اس سے سوال کیا جائے گا کہ بھائی! تم بادشاہ تھے، حاکم تھے، امیر تھے اور بادشاہ اور حاکم ہونے کی حیثیت سے اپنے ماتحت رعیت کی جو ذمہ داری تم پر عائد تھی تم نے اپنا فرض منصبی ادا کیا یا نہیں؟ اگر اس نے کوتاہی کی ہے تو اس کی گرفت ہوگی اور اگر اس نے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر

اسے اجروثواب ملے گا۔اسی طرح آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے،ایک آدمی ہے اس کے ماتحت اس کی بیوی ہے،اس کی اولاد ہے،اس کے گھر کے نوکر چاکر ہیں، یاایک سیٹھ ہے،اس کے ماتحت کام کرنے والے نوکر ہیں،کوئی بڑاافسر ہے تو وہ اپنے ماتحتوں کا ذمہ دار ہے،ان کی تربیت،ان کے حقوق کی نگرانی،ان کے حقوق کی ادائیگی، ان کوغلط راہ پر چلنے سے بچانا یہ سب اس کی ذمہ داری ہے،اسی کوفرماتے ہیں کہ مرد اپنے گھر والوں پر ذمہ دار ہے اس کواس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اس حدیث کو یہاں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ غلام اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے،آقا اپنے مال میں سے بہت سی چیزوں کوغلام کے حوالے کرتا ہے،مثلاً آقا نے اپنی کھیتی باڑی کا ساراکام غلام کوسونپ رکھا ہے،غلام کی اب یہ ذمہ داری ہے کہ آقا کے ان اموال کی نگرانی اس طرح کرے کہ آقا کوان اموال سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے اورکسی قسم کی اپنی طرف سے اس میں کوتاہی نہ ہو۔اسی طرح سیٹھ نے اپنے ملازم کو،اپنے ماتحت کو،اپنے نوکر کوذمہ داری دی ہے کہ یہ مشین کی نگرانی تمہارا کام ہے،مشین کے اندرکوئی خرابی ہے تواس حیثیت سے اس کوٹھیک کرنا ہے،یامشین چل رہی ہے کہ نہیں اس کی نگرانی تم کوکرنی ہے اب اپنی اس ذمہ داری میں کوتاہی کرے گا تو یہاں تواس کی باز پرس ہوگی ہی،کل قیامت میں بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے متعلق سوال ہوگا،اسی کو کہتے ہیں کہ آدمی کا غلام یہ ذمہ دار ہے اپنے آقا کے مال میں۔

اورایک اصول نبیٔ کریم ﷺ نے پھرارشادفرمایا کہ ہرآدمی تم میں سے نگران ہے اور ہرایک کواپنے ماتحتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا،یہاں تک کہ ایک آدمی ہے اس کی نہ بیوی ہے،نہ بچے ہیں،تن تنہا ہے توشراح نے لکھا ہے کہ اس کواللہ تعالیٰ نے

جو جسم عطا کیا ہے اور جسم میں جو اعضاء اللہ نے عطا فرمائے ہیں، آنکھ، زبان، کان، ہاتھ، پیر اور دل وغیرہ ان سارے اعضاء کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی اس کی ذمہ داری ہے اور وہ ان پر نگران ہے، ان اعضاء کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا اور ان اعضاء کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو ہدایات اور احکام دیے ہیں انہیں بجالانا اس کی ذمہ داری ہے، اگر اس نے اس میں کوتاہی کی تو اس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی پوچھ ہوگی۔

۲۰۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ مَوْلَى عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه يَقُولُ: ''الْعَبْدُ إِذَا أَطَاعَ سَيِّدَهُ، فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، فَإِذَا عَصَى سَيِّدَهُ فَقَدْ عَصَى اللهَ عَزَّ وَجَلَّ''.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ غلام جب اپنے آقا کی فرماں برداری کرتا ہے تو گویا اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جب غلام اپنے آقا کی نافرمانی کرتا ہے تو اس نے گویا اللہ کی نافرمانی کی۔

تشریح: شریعت نے جتنے بھی حقوق متعین کیے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے متعین کیے ہوئے ہیں اس لیے ان حقوق کو ادا کرنا گویا اللہ کی فرماں برداری ہے اور ان کو ضائع کرنا گویا اللہ کی نافرمانی ہے البتہ اگر کوئی شخص کسی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے تو وہ مانا نہیں جائے گا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اصول بتلادیا (لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق) جہاں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو وہاں مخلوق کی اطاعت اور فرماں برداری نہیں کی جائے گی۔

شریعت نے بیوی کو پابند کیا ہے کہ شوہر کی اطاعت اور فرماں برداری کرے، لیکن اگر شوہر بیوی کو کوئی ایسا کام کرنے کا حکم دیتا ہے جس میں اللہ تعالی کی نافرمانی ہو تی ہے، مثلاً شوہر بیوی سے کہتا ہے کہ تو پردہ مت کر، تو سینما دیکھنے کے لیے میرے ساتھ چل، تو میرے دوستوں سے پردہ ہٹا کر ملاقات کر تو ان باتوں میں بیوی کو شوہر کی اطاعت نہیں کرنی ہے، اگر شوہر بیوی سے کہے کہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس لیے جو میں کہتا ہوں وہ کر! تو یہاں شوہر کی بات نہیں مانی جائے گی۔

اسی طرح شریعت نے بیٹے پر باپ کی اطاعت کو ضروری قرار دیا ہے، بیٹے کو چاہیے کہ باپ کی اطاعت کرے لیکن باپ اگر کسی ایسی چیز کا حکم دیتا ہے جس میں اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی ہوتی ہے تو وہاں باپ کی بات نہیں مانی جائے گی۔

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ غلام اگر اپنے آقا کی اطاعت اور فرماں برداری کرتا ہے تو یہ ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا اس نے اللہ کا حکم پورا کیا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آقا کی اطاعت کا حکم دیا ہے، اللہ ہی کے حکم پر اور اللہ ہی کے کہنے سے وہ آقا کی بات پر عمل کر رہا ہے جیسے کسی باپ نے اپنے بیٹے کو یوں کہا کہ فلانے کی بات ماننا تو جب اس کی بات مانیں گے تو اس کی بات ماننا یہ باپ کی بات ماننے کے برابر ہے اس لیے کہ ان کے کہنے سے یہ ایسا کر رہا ہے۔ اسی طرح غلام اگر اپنے آقا کی نافرمانی کرتا ہے، اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور خلاف ورزی کی۔

یہی حکم ہر ماتحت کے لیے ہے کہ جن جن لوگوں کی اطاعت اور فرماں برداری اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پر لازم اور ضروری قرار دی ہے گویا ان کی اطاعت اور فرماں برداری کر کے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، اور ماں باپ کی نافرمانی گویا اللہ کی نافرمانی ہے

کیوں کہ ماں باپ کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، گویا بندے کا اصل تعلق تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی ہے اللہ ہی کے حکم کی وجہ سے وہ باپ کا بھی کہا ہوا مانتا ہے، ماں کا بھی کہا ہوا مانتا ہے اور اللہ ہی کے حکم کی وجہ سے بیوی شوہر کی اطاعت اور فرماں برداری کرتی ہے۔

بَابُ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا

۲۰۸ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ سَيِّدِهِ، لَهُ أَجْرَانِ وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ، لَوْلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَالْحَجُّ، وَبِرُّ أُمِّي، لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوتَ مَمْلُوكًا.

آزاد شخص غلام ہونا پسند کرے

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان غلام جب اللہ کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے آقا کا بھی حق ادا کرتا ہے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔

غلام کون ہوتا ہے

تشریح: کفار اور مشرکین کو سب سے پہلے ایمان کی دعوت دی جاتی ہے جب وہ ایمان کی دعوت قبول نہیں کرتے تو ان کے ساتھ مقابلہ ہوتا ہے، اسی میں انمیں سے جو پکڑے جاتے ہیں ان کو غلام بنایا جاتا ہے، گویا اللہ کی طرف سے ایک طرح کی ان کو سزا دی جاتی ہے، جب وہ اللہ تعالیٰ کی غلامی کے لیے تیار نہیں ہوئے تو

انسانوں کی غلامی میں آنا پڑا۔ ہماری شریعت نے غلاموں کے ذمہ اپنے آقاؤں کے کچھ حقوق رکھے ہیں اور جب غلام ان حقوق کو ادا کرتا ہے تو شریعت نے جو ان کو بشارتیں سنائی ہیں تو بعض حضرات ایسے بھی ہیں کہ ان کی فضیلتوں کو سن کر آزاد ہونے کے باوجود غلام ہونے کی تمنا کرتے تھے۔ ظاہر ہے جو آزاد ہے وہ تو کسی کا غلام نہیں ہے اس لیے آقا کے حق والی ذمہ داری تو آتی نہیں صرف اس کے لیے تو اللہ ہی کے حقوق والا معاملہ آتا ہے تو اب اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرے گا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر اللہ تعالی کے راستے میں جہاد، حج اور ماں کی خدمت کی بات نہ ہوتی تو میں پسند کرتا کہ غلام ہو کر مروں، اس لیے کہ غلام آقا کے حقوق اور آقا کی خدمت کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہیں کرسکتا، اسی طرح حج کے لیے نہیں جا سکتا، اسی طرح ماں کی خدمت کا بھی اس کو موقع نہیں ملے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان اسباب کی وجہ سے میں غلام نہیں ہوتا ورنہ تو میں تمنا کرتا کہ میں غلام ہو جاتا۔ لکھا ہے کہ جب تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ زندہ رہیں تب تک وہ حج میں نہیں گئے، ان کے انتقال کے بعد وہ حج میں گئے۔

بَابُ لَا يَقُولُ: عَبْدِي

٢٠٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله، عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ: عَبْدِي، أَمَتِي، كُلُّكُمْ عَبِيدُ اللّٰهِ، وَكُلُّ نِسَائِكُمْ إِمَاءُ اللّٰهِ، وَلْيَقُلْ: غُلَامِي، جَارِيَتِي، وَفَتَايَ، وَفَتَاتِي".

آقا اپنے غلام کو عبدی (میرا غلام) نہ کہے

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ عَبْدِیْ (میرا بندہ)، اَمَتِیْ (میری بندی) تم میں سے ہر مرد اللہ کا بندہ اور عورتوں میں سے ہر عورت اللہ کی بندی ہے، چاہیے کہ یہ الفاظ کہے غُلَامی (میرا غلام) وَجَارِیَتِیْ (میری باندی) یا فَتَاْیْ (میرا خادم) وَفَتَاتِیْ (میری خادمہ)۔

تشریح: اسلام نے آپس کی گفتگو اور کلام کے معاملے میں بھی کچھ آداب سکھلائے ہیں، بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا استعمال مناسب نہیں سمجھا جاتا، بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو استعمال کرنے کی وجہ سے استعمال کرنے والے کے متعلق گمان ہوتا ہے کہ شاید وہ گھمنڈ اور غرور میں ہے اس وجہ سے اس طرح کے الفاظ کہہ رہا ہے، گویا الفاظ کے استعمال میں بھی اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ ان کا استعمال آپ کے لیے تکبر کا ذریعہ نہ ہو۔

لفظ "عبد" عربی میں غلام اور بندہ دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، اسی طرح "اَمَةٌ" باندی اور بندی دونوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے غلام کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہے تو یوں نہ کہے عبدی اور امتی، اس لیے کہ سب اللہ کے بندے اور بندیاں ہیں، بلکہ اگر آقا اپنے غلام کو پکارنا چاہتا ہے اور غلام کی ذات کو ظاہر کرنا چاہتا ہے تو بجائے عَبْدٌ کے غُلَامِی یا جَارِیتی اور فَتَایَ یا فَتَاتی کہے، لفظ "فتا" نوجوان کو کہتے ہیں میرا نوجوان چھوکرا اور میری نوجوان چھوکری،

میرا خادم اور میری خادمہ، فتاۃ کا لفظ غلام کے لفظ سے زیادہ اچھا ہے اس لیے کہ اس میں تواضع زیادہ ہے۔

بَابُ هَلْ يَقُولُ: سَيِّدِي ؟

۲۱۰ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، وَحَبِيبٍ، وَهِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ: عَبْدِي وَأَمَتِي، وَلَا يَقُولَنَّ الْمَمْلُوكُ: رَبِّي وَرَبَّتِي، وَلْيَقُلْ: فَتَايَ وَفَتَاتِي، وَسَيِّدِي وَسَيِّدَتِي، كُلُّكُمْ مَمْلُوكُونَ، وَالرَّبُّ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ".

غلام اپنے آقا کو سیدی کہہ سکتا ہے؟

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی آقا اپنے غلام کے متعلق یہ نہ کہے کہ میرا غلام اور میری باندی اور غلام اپنے آقا کے متعلق رَبِّي وَرَبَّتِي نہ کہے، آقا کو چاہیے کہ وہ اپنے غلام کو فَتَايَ یا فَتَاتِي کہے اور غلام سیدی اور سیدتی کہے، تم میں سے ہر ایک غلام ہے اور سب کا رب اللہ جل وعلیٰ ہے۔

تشریح: حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ لفظ رب عام بول چال میں بندہ اپنے مالک حقیقی کے لیے بھی استعمال کرتا ہے اور غلام اپنے آقا کو بھی لفظ رب سے بلاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ادب سکھلایا کہ لفظ رب صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے استعمال کیا جائے، غلام اپنے آقا کو اس لفظ سے نہ پکارے اس لیے کہ اس میں آقا کو لفظاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہت دینا ہے اور یہ مناسب نہیں ہے۔ غلام کے لیے اپنے

آقا کو پکارنے کے لیے بہترین لفظ سید یعنی میرے سردار ہے۔اسی طرح آقا اپنے غلام کو یا عبدی کے بجائے یا فتایکہے یعنی میرا چھوکرا یا میرا خادم، اس لیے کہ ہم سب حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں اور رب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

۲۱۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَسْلَمَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ: قَالَ أَبِي: انْطَلَقْتُ فِي وَفْدِ بَنِي عَامِرٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: أَنْتَ سَيِّدُنَا، قَالَ: "السَّيِّدُ اللهُ"، قَالُوا: وَأَفْضَلُنَا فَضْلًا، وَأَعْظَمُنَا طَوْلًا، قَالَ: فَقَالَ: "قُولُوا بِقَوْلِكُمْ، وَلَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ".

ترجمہ: حضرت مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے ابا نے بتلایا کہ میں بنو عامر کے وفد کے ساتھ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو قبیلہ والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو خطاب کیا تو کہا اَنْتَ سَيِّدُنا، اس پر نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشاد فرمایا سید تو صرف اللہ تعالی کی ذات ہے، اس پر انہوں نے کہا کہ آپ ہم میں فضیلت کے اعتبار سے سب سے افضل ہیں اور حیثیت کے اعتبار سے ہم میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں، ان کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو جو کہنا ہو کہو (لیکن ان چیزوں میں مت پڑو) تم کو شیطان ایسی چیزوں میں آگے نہ لے جائے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ بنو عامر نے لفظ سید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استعمال کیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اصلاح فرمائی کہ لفظ سید میرے لیے بھی استعمال نہ کرو اس لیے کہ لفظ سید کا حقیقی اطلاق تو اللہ ہی کی ذات پر ہے (اگرچہ عرف میں لفظ سید مجازاً بڑے آدمی کے لیے بھی بولا جاتا ہے) اس لیے شیطان کے بہکاوے میں آکر کسی کی تعریف میں زیادہ مبالغہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر کوئی ضرورت ہو تو پیش کرو۔

بَابُ الرَّجُلِ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ

۲۱۲ - حَدَّثَنَا عَارِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْأَمِيرُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ، أَلَا وَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ".

آدمی اپنے گھر والوں پر نگران ہے

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک کو اپنے ماتحتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، مرد نگران ہے اپنے گھر والوں پر اور اس کو سوال کیا جائے گا اپنے گھر والوں کے متعلق، عورت نگران ہے اپنے شوہر کے گھر کی اور اس کو اس ذمہ داری کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ غرض تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک کو اس کی ذمہ داری کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

تشریح: عورت نگران ہے اپنے شوہر کے گھر کی، شوہر عموماً صبح سارا گھر بیوی کے حوالے کر کے گھر سے نکل جاتا ہے، اب ساری ذمہ داری بیوی کی ہے، اگر اس سے کچھ کوتاہی ہوئی تو کل قیامت کے دن اللہ کے یہاں پوچھا جائے گا، نگرانی میں اولاد بھی آجاتی ہے اور اس کی نگرانی بھی عورت پر آتی ہے۔

۲۱۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رضي الله عنه أَتَيْنَا النَّبِيَّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً، فَظَنَّ أَنَّا اشْتَهَيْنَا أَهْلِينَا، فَسَأَلَنَا عَنْ مَنْ تَرَكْنَا فِي أَهْلِينَا؟ فَأَخْبَرْنَاهُ وَكَانَ رَقِيقًا رَحِيمًا فَقَالَ: "ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ، وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ".

ترجمہ: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم سب نوجوان ہم عمر تھے، بیس دن ہم نے قیام کیا، حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیس دن کے بعد نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس کیا کہ ہمیں گھر والوں کی رغبت ہو رہی ہے تو ہم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تم اپنے پیچھے جو گھر والے چھوڑ کر آئے تھے ان کے متعلق تم نے کچھ بتلایا نہیں؟ پس ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا حال بتلایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے نرم دل اور بڑے مہربان تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ اور یہاں جو سیکھا ان کو سکھلاؤ اور بھلی بات کا حکم کرو، یہاں رہتے ہوئے جس طرح تم نے مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تم بھی گھر جا کر اسی طرح نماز پڑھو، جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے اور تم میں جو بڑا ہے وہ امامت کرائے۔

تشریح: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں علمِ دین سیکھنے کے لیے آئے تھے، گھر والوں سے ایک طویل زمانہ گذرنے کی وجہ سے ہمارے دلوں میں گھر والوں کی طرف رغبت پیدا ہوئی کہ ہم کو گھر یاد آ رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ محسوس کیا تو ہمیں پوچھا کہ تمہارے گھر پر کون کون ہے؟ ماں باپ ہیں، بیوی ہے، بچے ہیں؟ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنے گھر والوں کی حالت ذکر کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں گھر جانے کا حکم دیا اور جو کچھ سیکھا تھا وہ

گھر والوں کو سکھانے کا حکم دیا اور کچھ نصیحتیں کیں، ان میں سے ایک یہ کہ جب اذان کا وقت آئے تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہے، اس کے لیے کوئی خاص شرط نہیں لگائی اور امامت میں زیادہ حق دار وہ ہے جو علم وقرأت میں سبقت رکھتا ہو، لیکن یہاں سب علم میں برابر تھے اس لیے کہ سب نے ایک ہی وقت میں آپ ﷺ سے علم حاصل کیا تھا اس لیے فرمایا کہ تم میں عمر میں جو بڑا ہے وہ امامت کرائے گا۔

بَابُ الْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ

٢١٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنَا سَالِمٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ"، سَمِعْتُ هَؤُلَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَحْسَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَالرَّجُلُ فِي مَالِ أَبِيهِ".

عورت اپنے گھر کی نگران ہے

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے نبیٔ کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ ارشاد فرما رہے تھے کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے، تم سب سے اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، امام نگران ہے اپنی رعیت کا، اس کو سوال ہوگا اپنی رعیت کے متعلق، مرد اپنے گھر والوں کے بارے میں نگران ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور خادم اپنے مالک کے مال کا نگران ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان مذکورہ بالا آدمیوں کے بارے میں سنا اور میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مرد اپنے والد کے مال میں نگران ہے۔

بَابُ مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوفٌ فَلْيُكَافِئْهُ

۲۱۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ شُرَحْبِيلَ مَوْلَى الْأَنْصَارِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوفٌ فَلْيُجْزِئْهُ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ مَا يُجْزِئُهُ فَلْيُثْنِ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ إِذَا أَثْنَى فَقَدْ شَكَرَهُ، وَإِنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ، وَمَنْ تَحَلَّى بِمَا لَمْ يُعْطَ، فَكَأَنَّمَا لَبِسَ ثَوْبَيْ زُورٍ".

جس کے ساتھ کوئی بھلائی کی جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس بھلائی کا بدلہ دے

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے ساتھ کوئی بھلائی کی جائے اس کو چاہیے کہ اس حسن سلوک کرنے والے کو اس کے اس حسن سلوک کا بدلہ دے اور اگر کسی نے کسی کے ساتھ حسن سلوک کیا اور جس کے ساتھ حسن سلوک کیا گیا اس کے پاس اسی جیسا معاملہ کرنے کی سکت نہیں ہے تو وہ اس کی تعریف کرے، اگر اس نے اس کی تعریف کی تو یہ تعریف کرنا بھی اس کا شکر ادا کرنا ہے، اگر اس نے اس احسان کو چھپایا تو اس کے متعلق نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے اللہ کی ناشکری کی، اور جس نے اپنی وہ صفت ظاہر کی جو اس میں نہیں ہے یہ ایسا ہے جیسے اس نے جھوٹ کے دو کپڑے پہنے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ہمارے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے تو اسکا حق ہے کہ ہم بھی اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کریں، اس نے اگر

کوئی ہدیہ دیا ہے تو ہم بھی اس کو ہدیہ دیں، یعنی جیسا معاملہ اس نے ہمارے ساتھ کیا ہے ہم بھی ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ کریں، اگر ہمارے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ اس طرح کا معاملہ اس کے ساتھ کریں تو اس صورت میں ہم اس کی تعریف کریں کہ بھائی! جزاک اللہ آپ نے ہماری حیثیت سے زیادہ ہمارے ساتھ خیر کا معاملہ کیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائیں، اس لیے کہ اس کی تعریف کرنا ایسا ہی ہے گویا اس نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کے اس احسان پر اپنی زبان سے کچھ کہے تا کہ اس کا ایک طرح کا شکریہ ادا ہو جائے اور یہ بھی ایک طرح کا بدلہ ہے۔ لیکن اگر اس نے اس احسان کرنے والے کے احسان کا نہ تو کوئی بدلہ دیا اور نہ ہی زبان سے اس کا شکریہ ادا کیا بلکہ اس احسان پر وہ خاموش رہا تو گویا اس نے اس احسان کو چھپایا اور لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں کیا تو گویا اس نے ناشکری کی۔

اس حدیث شریف میں آپ ﷺ نے ایک بہت اہم چیز ہمیں بتلائی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی ایسی چیز کا اظہار لوگوں کے سامنے کرے جو اس کے پاس نہ ہو، یا اس کو نہ دی گئی ہو تو یہ بھی ایک قسم کا جھوٹ ہے۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت نے نبیٔ کریم ﷺ سے سوال کیا کہ ایک چیز کہیں اور سے میرے پاس آئی ہے، میرے شوہر نے وہ چیز مجھے ہدیہ میں نہیں دی ہے لیکن میں اپنی سوکن کے سامنے شوہر کی طرف سے اس کے ملنے کا اظہار کرتی ہوں تا کہ اس کا دل جلے تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو سراپا جھوٹ ہے اور اس کو ایک مثال سے سمجھایا کہ آدمی کے بدن پر عموماً دو کپڑے لباس کے طور پر ہوتے ہیں تو گویا اس نے جھوٹ کے دو کپڑے پہنے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ خالص جھوٹ ہے اور

بعضوں نے اس کی تشریح یہ بھی کی کہ کوئی آدمی عالم اور متقی کا لباس پہن کر اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے عالم اور متقی ظاہر کرتا ہے اور حقیقت میں یہ اوصاف اس میں نہیں ہیں تو گویا ایسا سمجھا جائے گا کہ اس نے جھوٹ کے دو کپڑے پہنے ہیں۔

٢١٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنه وعنهم قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللهِ فَأَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللهِ فَأَعْطُوهُ، وَمَنْ أَتَى إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَادْعُوا لَهُ، حَتَّى يُعْلَمَ أَنْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ".

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی آدمی اللہ کا نام لے کر تم سے پناہ چاہے تو تم اس کو پناہ دو (یعنی پناہ حاصل کرنے کے لیے آپ کو اللہ کا واسطہ دے تو چاہیے کہ آپ اس کو پناہ دیں) اور کوئی آدمی کوئی چیز اللہ کا واسطہ دے کر تم سے مانگے تو اس کو وہ چیز دو (اس لیے کہ بہت بڑا اس نے واسطہ پیش کیا ہے) اور اگر کسی نے تمہارے ساتھ احسان کیا تو تم اس کا بدلہ دو اور اگر ہو سکے تو اس نے جیسا احسان کیا ایسا ہی مناسب بدلہ دو، اور اگر ایسا مناسب بدلہ دینے کے لیے تمہارے پاس کچھ نہیں ہے تو تم اس کے لیے دعا کرو تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تم نے اس کی بھلائی کا بدلہ دے دیا۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس احسان کا بدلہ دینے کی طاقت نہیں ہے تو اس کے لیے دعا کرو، وہ بھی ایک طرح کا بدلہ ہے۔

تسکین میرٹھی کا شعر ہے۔

گدا کو بھی اہل کرم کم نہ سمجھیں	*	بہت کچھ دیا جس نے دل سے دعا دی

نوٹ: "گدا" فارسی لفظ ہے جس کے معنیٰ ہیں: فقیر، بھیک مانگنے والا

بَابُ مَنْ لَمْ يَجِدِ الْمُكَافَأَةَ فَلْيَدْعُ لَهُ

۲۱۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه وعنهم، أَنَّ الْمُهَاجِرِينَ قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ، ذَهَبَ الْأَنْصَارُ بِالْأَجْرِ كُلِّهِ؟ قَالَ: "لَا، مَادَعَوْتُمُ اللهَ لَهُمْ، وَأَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ بِهِ".

جو آدمی بدلہ دینے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اس کے لیے دعا کرے

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے حضرات مہاجرین نے آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! انصار ہمارا سارا اجر لے گئے، تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں جب تک تم ان کے لیے دعا کرتے رہو گے اور ان کی تعریف کرتے رہو گے، تم کو بھی تمہارے کاموں کا بدلہ ملتا رہے گا۔

تشریح: حضور ﷺ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو مکہ میں رہنے والے مسلمانوں نے بھی مدینہ منورہ ہجرت کی اور مکہ سے ہجرت کر کے آنے والوں کے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارگی کرائی، گویا مہاجرین کی ذمہ داری انصار پر ڈالی، چنانچہ انصار مہاجرین کے کھانے پینے اور رہائش کی ساری ذمہ داریاں اٹھاتے تھے، یہاں تک کہ روایتوں میں آتا ہے کہ غزوۂ بنو نضیر کے موقع پر جو جائدادیں، باغات اور زمینیں وغیرہ حاصل ہوئی تھیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کا مالک بنا کر آپ کو اختیار دیا تھا کہ آپ جہاں چاہیں اس کو خرچ کر سکتے ہیں، آپ ﷺ نے یہ سوچا کہ اب تک مہاجرین کا بوجھ انصار اٹھا رہے ہیں اگر مہاجرین کو یہ ساری چیزیں

دے دی جائیں تو انصار کا بوجھ ہٹ جائے گا اور ان کے لیے سہولت ہو جائے گی، چنانچہ نبیٔ کریم ﷺ نے اپنے اس ارادے کا اظہار انصار کے سامنے کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ قبیلۂ بنونضیر کی جائدادیں، باغات اور زمینیں وغیرہ جو آئی ہیں ان کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مجھے اختیار دیا گیا ہے ,میں یہ سب مہاجرین کے درمیان تقسیم کرنا چاہتا ہوں تاکہ ان کے پاس گذارے کا سامان ہو جائے اور ان کا جو بوجھ تم پر ہے وہ ہٹ جائے۔اس پر انصار نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہماری درخواست یہ ہے کہ یہ ساری زمینیں، جائداد وغیرہ بھی آپ ان پر تقسیم کر دیجیے اور ہمارے مال میں سے بھی آپ جتنا چاہیں ان کو دے دیجئے اور اس کے بعد بھی وہ حضرات ہمارے گھر ہی میں رہیں اور جس طرح آج تک ان کا جو ذمہ ہم نے اٹھایا تھا آئندہ بھی ہم ہی وہ ذمہ اٹھاتے رہیں گے ۔جب آپ نے یہ سنا تو آپ ﷺ نے انصار کو دعا دی)اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَابْنَاءَ الْاَنْصَارِ وَابْنَاءَ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ (اے اللہ! انصار پر مہربانی فرما،اور ان کی اولاد پر بھی اور ان کی اولاد کی اولاد پر بھی مہربانی فرما۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر انصار سے فرمایا اور ایک شاعر نے عربی میں اس کو نقل کیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ ’’تم نے تو ہم پر ایسا احسان کیا کہ اگر ہماری ٹانگ ٹوٹ گئی ہوتی اور معذور ہو گئے ہوتے تو ماں بھی خدمت کر کے عاجز آجاتی، لیکن تمہارے احسان کا تو کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا)انصار کے انہی احسانات اور حسن سلوک کو دیکھ کر حضرات مہارین نے نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! انصار تو سارا ثواب لے گئے،سب کچھ وہی اٹھا رہے ہیں، بوجھ برداشت کر رہے ہیں تو ہمارے جتنے اعمال ہیں ان سب کا بدلہ بھی انہی کو مل رہا ہے،

سارا ثواب تو وہی لے گئے۔ اس پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، جب تک تم ان کے لیے اللہ سے دعا کرتے رہو گے اور ان کے اس احسان پر ان کا شکر ادا کرتے رہو گے، ان کی تعریف کرتے رہو گے تو وہاں تک یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سارا اجر وہ لے گئے بلکہ تم بھی اس میں برابر کے شریک رہو گے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ

٢١٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه وعنهم، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَشْكُرُ اللهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ".

جو لوگوں کا شکر ادا نہ کرے

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دنیا دار الاسباب ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی نعمتوں کا واسطہ انسان کو بنایا جاتا ہے، اصل منعم حقیقی تو وہی ہے لیکن انسان واسطہ ہے تو جو شخص واسطہ کا شکر ادا نہیں کرتا تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کا کیا شکر ادا کرے گا؟ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کا شکر ادا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا ایک حصہ ہے، کوئی یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے تو جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کا براہ راست شکر ادا کرتا ہے اسی طرح جو واسطے ہیں ان کا بھی وہ شکر ادا کرے یہ بھی گویا ایسا ہی سمجھا جائے گا جیسے اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

٢١٩ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللهُ تَعَالَى لِلنَّفَسِ: اخْرُجِي، قَالَتْ: لَا أَخْرُجُ إِلَّا كَارِهَةً.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اللہ تعالیٰ (ناشکرےاورنافرمان انسان کی موت کےوقت اس کی) روح سے فرماتاہے کہ نکل تو، وہ کہتی ہے کہ میں ناگواری سے ہی نکلوں گی۔

بَابُ مَعُونَةِ الرَّجُلِ أَخَاهُ

٢٢٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِي مُرَاوِحٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه وعنهم، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قِيلَ: أَيُّ الْأَعْمَالِ خَيْرٌ؟ قَالَ: "إِيمَانٌ بِاللهِ، وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ"، قِيلَ: فَأَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "أَغْلَاهَا ثَمَنًا، وَأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا"، قَالَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَسْتَطِعْ بَعْضَ الْعَمَلِ؟ قَالَ: "فَتُعِينُ ضَائِعًا، أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ"، قَالَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ ضَعُفْتُ؟ قَالَ: "تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلَى نَفْسِكَ".

آدمی کا اپنے بھائی کی مدد کرنا

ترجمہ: حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا تمام اعمال میں سب سے بہتر اعمال کونسے ہیں؟ تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشادفرمایا کہ اللہ پرایمان لانااوراس کے راستے میں جہادکرنا۔ پھرپوچھا گیا کہ غلاموں میں کونسے غلام کو آزادکرناسب سے بہتر ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جوزیادہ قیمت والاہواورجواس کے مالک

کے نزدیک زیادہ بڑھیا ہو، پوچھنے والے نے پوچھا کہ ان میں سے بعض اعمال کی میرے اندر طاقت نہ ہو تو؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بے دست و پا کی مدد کرنا، یا کوئی ناتجربہ کار اناڑی آدمی ہے اس کی مدد کرنا (یعنی کسی مجبور کی مدد کرنا) پھر پوچھنے والے نے پوچھا کہ اگر میرے اندر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو اپنی برائی سے بچانا یہ بھی صدقہ ہے یہ گویا کہ تم اپنی ذات پر صدقہ کر رہے ہو۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ چند اعمال کو دوسرے اعمال پر فوقیت حاصل ہے ان میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان اور جہاد کا ذکر کیا ہے، ایمان کو سب اعمال پر فوقیت اس لیے حاصل ہے کہ سارے اعمال اسی پر موقوف ہیں، اس کے بعد اللہ کی راہ میں جہاد کا ذکر کیا ہے، اس لیے کہ اعمال کا وزن محنت اور مشقت سے بڑھتا ہے اور جہاد میں بہ نسبت دوسرے اعمال کے محنت اور مشقت زیادہ ہوتی ہے اس لیے جہاد کو دوسرے اعمال پر فوقیت حاصل ہے۔

تیسرے نمبر پر غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت بیان کی ہے کہ جس غلام کی قیمت جتنی زیادہ ہوگی اس غلام کو آزاد کرنے پر ثواب بھی اتنا ہی زیادہ ملے گا، اس لیے کہ غلام جتنا زیادہ قیمتی اور بڑھیا ہوگا اس کو آزاد کرنے میں اتنی ہی مشقت زیادہ ہوگی اور جتنی زیادہ مشقت ہوگی اتنا ثواب بھی زیادہ ہوگا، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَنْ تَنَالُوا البِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ تم حقیقی نیکی اور ثواب نہیں پا سکتے جب تک کہ جن چیزوں سے تم سب سے زیادہ محبت کرتے ہو ان کو تم خرچ نہ کرو۔ جتنی زیادہ محبوب چیز اللہ کے راستے میں خرچ کی جائے گی اتنا ہی زیادہ ثواب اللہ کے یہاں ملے گا۔ اب ہر شخص کے پاس غلام نہیں ہوتا یا غلام تو ہوتا ہے لیکن آزاد کرنے

کی طاقت نہیں ہوتی تو وہ کیسے اپنے خالق اور مالک کو راضی کرسکتا ہے؟ تو اس پر پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی کام کرنے والے کی مدد کرو تو اس کے نتیجے میں جو کام کرنے والا ہے اس کو جس طرح اجر ملے گا اسی طرح مدد کرنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ پورے پورے اجر سے نوازیں گے۔

اسی طرح کوئی ناتجربہ کار، اناڑی آدمی ہے جس کو کچھ کرنا نہیں آتا اس کی کسی کام میں مدد کرنا بھی نیکی کے کاموں میں سے ہے۔

اور اگر کوئی شخص اتنا کمزور ہے کہ خود کوئی نیکی کا کام نہیں کرسکتا اور نہ ہی کسی کا تعاون کرسکتا ہے ایسے شخص کے لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو اپنی برائی سے بچاؤ یہ بھی صدقہ اور نیکی کا کام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی سے کوئی نیک کام نہیں ہوسکتا تو کم از کم یہ تو ہر ایک سے ہوسکتا ہے کہ لوگوں کو اپنی برائی سے بچائے یہ بھی مشقت اور محنت کے کاموں میں سے ہے، اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل ہوتا ہے، بلکہ بعض مرتبہ نیکی کرنے پر وہ اجر نہیں ملتا جو برائی سے بچانے پر ملتا ہے، بیشک نیکی اور اچھے اعمال کی بھی بہت زیادہ فضیلت ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ آدمی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بھی بچاتا ہو اور اگر کوئی شخص نیکی تو بہت کرتا ہے لیکن ساتھ میں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بھی اپنے کو آپ کو نہیں بچاتا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسی نیکیوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں، اور اس کے مقابلے میں ایک دوسرا شخص ہے جو بہت زیادہ نیکیاں تو نہیں کرتا لیکن اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچانا بھی بہت بڑی نیکی ہے جس کا آپ ﷺ نے اس حدیث میں ہمیں پتہ بتلایا ہے۔

بَابُ أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الْآخِرَةِ

۲۲۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي هَاشِمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي نُصَيْرُ بْنُ عُمَرَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ قَبِيصَةَ بْنِ يَزِيدَ الْأَسَدِيُّ، عَنْ فُلَانٍ قَالَ: سَمِعْتُ بُرْمَةَ بْنَ لَيْثِ بْنِ بُرْمَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ قَبِيصَةَ بْنَ بُرْمَةَ الْأَسَدِيَّ رضي الله عنه وعنهم قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: "أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الْآخِرَةِ، وَأَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الْآخِرَةِ".

جو دنیا میں بھلائی کرنے والے ہیں وہ آخرت میں بھلائی پانے والے ہیں

ترجمہ: حضرت قبیصہ بن برمہ اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبیٔ کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو لوگ دنیا میں نیکی کا کام کرنے والے ہیں وہ آخرت میں بھلائی پائیں گے (یعنی ان کو اپنی نیکی کا اچھا بدلہ آخرت میں ملے گا) اور جو دنیا میں برے کام کرنے والے ہیں وہ آخرت میں اپنے برے کاموں کا بدلہ پائیں گے۔

۲۲۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ عَاصِمٍ - وَكَانَ حَرْمَلَةُ أَبَا أُمِّهِ - فَحَدَّثَتْنِي صَفِيَّةُ ابْنَةُ عُلَيْبَةَ، وَدُحَيْبَةُ ابْنَةُ عُلَيْبَةَ - وَكَانَ جَدُّهُمَا حَرْمَلَةُ أَبَا أَبِيهِمَا - أَنَّهُ أَخْبَرَهُمْ، عَنْ حَرْمَلَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه وعنهم، أَنَّهُ خَرَجَ حَتَّى أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ عِنْدَهُ حَتَّى عَرَفَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا ارْتَحَلَ قُلْتُ فِي نَفْسِي: وَاللهِ لَآتِيَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَزْدَادَ مِنَ الْعِلْمِ، فَجِئْتُ أَمْشِي حَتَّى قُمْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ

فَقُلْتُ مَا تَأْمُرُنِي أَعْمَلُ؟ قَالَ: ''يَا حَرْمَلَةُ، ائْتِ الْمَعْرُوفَ، وَاجْتَنِبِ الْمُنْكَرَ''، ثُمَّ رَجَعْتُ، حَتَّى جِئْتُ الرَّاحِلَةَ، ثُمَّ أَقْبَلْتُ حَتَّى قُمْتُ مَقَامِي قَرِيبًا مِنْهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا تَأْمُرُنِي أَعْمَلُ؟ قَالَ: ''يَا حَرْمَلَةُ، ائْتِ الْمَعْرُوفَ، وَاجْتَنِبِ الْمُنْكَرَ، وَانْظُرْ مَا يُعْجِبُ أُذُنَكَ أَنْ يَقُولَ لَكَ الْقَوْمُ إِذَا قُمْتَ مِنْ عِنْدِهِمْ فَأْتِهِ، وَانْظُرِ الَّذِي تَكْرَهُ أَنْ يَقُولَ لَكَ الْقَوْمُ إِذَا قُمْتَ مِنْ عِنْدِهِمْ فَاجْتَنِبْهُ''، فَلَمَّا رَجَعْتُ تَفَكَّرْتُ، فَإِذَا هُمَا لَمْ يَدَعَا شَيْئًا.

ترجمہ: حضرت حرملہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ اپنے گھر سے نکلے اور نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے پاس اتنا لمبا زمانہ رہے کہ آپ ﷺ نے ان کو اچھی طرح پہچان لیا، وہ کہتے ہیں کہ جب میری واپسی کا وقت آیا تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ اللہ کی قسم میں نبیٔ کریم ﷺ کے پاس جاتا ہوں تا کہ مزید علم آپ سے سیکھوں چنانچہ میں چل کر حضور ﷺ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا اے حرملہ! نیک کام کرو اور برے کاموں سے بچو اور میں اپنی سواری کے جانور کے پاس آیا اس کے بعد پھر واپس حضور ﷺ کے پاس آیا یہاں تک کہ حضور ﷺ کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ حضور ﷺ نے دوبارہ وہی بات ارشاد فرمائی نیکی کا کام کرو اور برائی سے بچو اور یہ بھی خیال رکھو کہ تم لوگوں کے پاس سے اٹھ کر جاؤ گے تو تمہارے متعلق لوگ بات کریں گے ان میں سے جو بات تمہارے کان پسند کرتے ہوں وہ کرو اور اگر تمہارے متعلق لوگ ایسی بات کریں جس کو تمہارے کان ناپسند کرتے ہوں تو ان کاموں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ حرملہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس سے واپس لوٹا تو میں نے غور کیا کہ یہ دو جملے حضور ﷺ نے ایسے فرمائے تھے کہ کوئی اچھی اور بری بات آپ نے چھوڑی نہیں (سب

کچھ ان میں آ گیا)

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ لوگ کسی کی اچھائی یا برائی اس کے سامنے ذکر کرنے سے شرماتے ہیں، اچھائی تو اس لیے ذکر نہیں کرتے کہ ذکر کرنے سے کہیں وہ شخص عجب میں مبتلا نہ ہو جائے، اور برائی اس لیے ذکر نہیں کرتے کہ وہ اس کی وجہ سے اس آدمی کی تذلیل سمجھتے ہیں اور کبھی کبھی سامنے والے شخص کو خوش کرنے کے لیے اچھائی نہیں ہے پھر بھی اس کو ذکر کرتے ہیں اور برائی کو اس سے چھپاتے ہیں، یا برائی کو بھی اچھا بنا کر ذکر کرتے ہیں لہٰذا وہ باتیں معتبر نہیں، البتہ غائبانہ جو کچھ کہا جاتا ہے وہ مبنی بر حقیقت ہوتا ہے اگر خوبی ہو تو شرما شرمی میں تمہارے سامنے نہ کہے مگر غائبانہ جو صحیح بات ہوتی ہے وہی کہی جاتی ہے۔ شعر:

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا:؟	*	کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا۔؟

بہر حال اصل یہی کہ تمہاری غیر حاضری میں تمہارے متعلق لوگ کیا تبصرہ کرتے ہیں اگر وہ اچھی بات کہتے ہیں تو وہ اچھا کام ہے اسے کرو، اگر وہ بری بات کہتے ہیں تو وہ برا ہے اس سے بچو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جامع ارشاد فرمایا۔

۲۲۳ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: ذَكَرْتُ لِأَبِي حَدِيثَ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ سَلْمَانَ، أَنَّهُ قَالَ: ''إِنَّ أَهْلَ الْمَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الْآخِرَةِ''، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُهُ مِنْ أَبِي عُثْمَانَ يُحَدِّثُهُ، عَنْ سَلْمَانَ، فَعَرَفْتُ أَنَّ ذَاكَ كَذَاكَ، فَمَا حَدَّثْتُ بِهِ أَحَدًا قَطُّ. حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمہ: معتمر فرماتے ہیں کہ میں نے میرے والد سے یہ حدیث ذکر کی جو کہ ابوعثمان حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ دنیا میں بھلائی کرنے والے آخرت میں بھی بھلائی کو پانے والے ہیں، تو اس پر میرے والد نے بتلایا کہ میں نے بھی اس کو سنا ہے ابوعثمان سے جو آپ ﷺ سے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے بھی ایسا ہی ارشاد فرمایا (یعنی دنیا میں بھلائی کرنے والا آخرت میں بھی بھلائی پانے والا ہے)۔

بَابُ إِنَّ كُلَّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ

٢٢٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه وعنهم، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ".

ہر نیکی اپنے اندر صدقہ کا ثواب رکھتی ہے

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نیکی صدقہ ہے۔

تشریح: معروف عربی میں جانی پہچانی چیز کو کہتے ہیں گویا بھلائی کا ہر کام لوگوں میں جانا پہچانا ہوتا ہے اور منکر غیر معروف چیز کو کہتے ہیں یعنی جو کام نہیں کیا جاتا وہ لوگوں میں غیر معروف ہوتا ہے، بہرحال ہر نیک کام اپنے اندر صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔

٢٢٥ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رضي الله عنه وعنهم قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ"، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: "فَيَعْتَمِلُ بِيَدَيْهِ، فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ، وَيَتَصَدَّقُ"، قَالُوا: فَإِنْ

لَمْ يَسْتَطِعْ، أَوْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: ''فَيُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ''، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: ''فَيَأْمُرُ بِالْخَيْرِ، أَوْ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ''، قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: ''فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ، فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ''.

ترجمہ: حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے، اس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کسی کے پاس صدقہ کرنے کے لیے مال موجود نہ ہوتو؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مزدوری کرے اور مزدوری کے نتیجے میں جو ملے اس سے خود بھی فائدہ اٹھائے اور کچھ صدقہ بھی کرے، پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اگر اس کی بھی کسی کے پاس طاقت نہ ہوتو؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی حاجت مند پریشان حال ہے اس کی مدد کرے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اس کی بھی کسی کے پاس طاقت نہ ہوتو؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نیک کام کا کسی کو حکم کرے، نیک کام کی ترغیب دے یہ بھی صدقہ ہے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یہ بھی نہ ہوتو؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر اپنے آپ کو لوگوں کو تکلیف پہنچانے سے بچائے رکھے یہ بھی صدقہ ہے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اس حدیث میں جو اچھے اچھے کام بتلائے ہیں وہ سب بجالائے، اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم اتنا تو ضرور کرے کہ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے یہ بھی صدقہ یعنی بھلائی کا کام ہے۔

٢٢٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّ أَبَا مُرَاوِحٍ الْغِفَارِيَّ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا ذَرٍّ رضي الله عنه وعنهم أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ''إِيمَانٌ بِاللهِ، وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ''، قَالَ: فَأَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ''أَغْلَاهَا

ثَمَنًا، وَأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا"، قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَفْعَلْ؟ قَالَ: "تُعِينُ ضَائِعًا، أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ"، قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَفْعَلَ؟ قَالَ: "تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَنْ نَفْسِكَ".

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا تمام اعمال میں سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، پھر کہا گیا کہ کونسے غلام کو آزاد کرنا سب سے بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو زیادہ قیمت والا ہو اور جو اس کے مالک کے نزدیک زیادہ بڑھیا ہو۔ پوچھنے والے نے پوچھا کہ ان میں سے بعض اعمال کی میرے اندر طاقت نہ ہو تو؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی کام کرنے والا ہو اس کی مدد کرنا، یا کوئی ناتجربہ کار اناڑی آدمی ہے اس کی مدد کرنا (کسی مجبور کی مدد کرنا) پھر پوچھنے والے نے پوچھا کہ اگر میرے اندر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اپنے آپ کو برائی سے بچانا یہ بھی صدقہ ہے، گویا تم اپنی ذات پر صدقہ کر رہے ہو۔

۲۲۷ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ وَاصِلٍ مَوْلَى أَبِي عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ، قَالَ: "أَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُونَ؟ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ وَتَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً، وَبُضْعُ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ"، قِيلَ: فِي شَهْوَتِهِ صَدَقَةٌ؟ قَالَ: "لَوْ وُضِعَ فِي الْحَرَامِ، أَلَيْسَ كَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ؟ فكذَالِكَ إِنْ وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ".

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا کہ

اے اللہ کے رسول! مال والے سارا ثواب سمیٹ کر لے گئے (جن کو اللہ نے مال دے رکھا ہے سارا ثواب بھی وہی لے گئے، اس لیے کہ ہم جو بغیر مال کے ہیں وہ تو صدقہ نہیں کر سکتے) ہم جس طرح نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور ہم جس طرح روزہ رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں اور مزید برآں ان کے پاس جو مال ہے اس کے ذریعہ وہ صدقہ بھی کرتے ہیں جو ہم نہیں کر پاتے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لیے بھی صدقہ کا اللہ تعالیٰ نے راستہ کھول رکھا ہے ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا بھی صدقہ کا ثواب رکھتا ہے، الحمد للہ کہنا بھی صدقہ کا ثواب رکھتا ہے، اپنی شرم گاہ کو صحیح جگہ پر استعمال کرنا بھی صدقہ ہے، پوچھا گیا کہ کیا ایک شخص اپنی بیوی سے اپنی خواہش پوری کرتا ہے یہ بھی صدقہ ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اچھا! اگر یہ اپنی خواہش حرام جگہ پوری کرتا تو گناہ ہوتا یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ گناہ ہوتا، اس لیے جب وہ اپنی خواہش کو اپنی بیوی سے حلال جگہ پر پوری کر کے گناہ سے بچتا ہے تو اس پر بھی ثواب ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آپ ﷺ سے ایسی ایسی باتیں پوچھ کر چلے گئے جس کی وجہ سے نیکی کی بے شمار راہیں ہمارے لیے کھل گئیں، گویا ایک آدمی اپنی زندگی شریعت کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق گذارتا ہے چاہے وہ کام نفس کی چاہت کا ہو مگر اس کی نیت اگر اللہ کے احکام کی بجا آوری ہو اور اللہ ہی کے حکم کو پورا کرتے ہوئے اجر وثواب حاصل کرنے کی ہو تو اس صورت میں اس کے لیے اس میں بھی صدقے کا ثواب ہے۔

بَابُ إِمَاطَةِ الْأَذَى

۲۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَمْعَةَ، عَنْ أَبِي الْوَازِعِ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ رضي الله عنه قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ،

دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، قَالَ: "أَمِطِ الْأَذَى عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ".

تکلیف دینے والی چیز کو دور کرنا

ترجمہ: حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتلا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ لوگوں کے راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دے (یہ چھوٹا سا عمل بھی تجھ کو جنت میں داخل کر دے گا)۔

تشریح: ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا عمل معلوم کیا جو ہمیشہ کی جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ بنے، تو ہمارے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی ایسا عمل بتلائیں گے جو بہت مشقت اور تکلیف والا ہوگا، لیکن جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لوگوں کی گذر گاہ اور لوگوں کے راستے پر جو تکلیف دینے والی چیز ہے اس کو دور کرنا مثلاً راستے میں ڈھیلا پڑا ہے اور آپ کو اندازہ ہے کہ آنے جانے والوں کو اس سے تکلیف ہوگی تو اس کو ہٹا دینا، کانٹے پڑے ہوئے ہیں ان کو ہٹا دینا، اپنے مکان کے آگے پانی ڈالنا جس سے آنے جانے والوں کو دشواری اور تکلیف ہو، ان کے پھسلنے کا ڈر ہو اس سے بچنا اور کوئی بھی ایسی چیز کرنے سے بچنا جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچ سکتی ہے، یہ سب اماطۃ الاذی عن الطریقمیں داخل ہے، ان ساری شکلوں سے اپنے آپ کو بچانا ضروری ہے۔

کوئی بھی چیز کسی بھی حیثیت سے لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث ہوسکتی ہے اس کو دور کر کے لوگوں کو اس تکلیف سے بچانا اور اس کی طرف سے پہنچنے والی پریشانی سے لوگوں کو محفوظ کر دینا یہ بھی بہت بڑا عمل ہے، بلکہ حدیث میں جہاں ایمان کے شعبے

شمار کرائے گئے ہیں اس میں اماطۃ الاذی عن الطریق، راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو دور کرنا یہ بھی ایمان کا ایک شعبہ بتلایا ہے، گویا آدمی کے ایمان کا تقاضا ہے کہ لوگوں کو جو چیز تکلیف پہنچنے کا باعث بن سکتی ہے اس کو دور کردے اور لوگوں کو اس کی تکلیف سے محفوظ کردے، جب کسی کی غفلت سے ڈالی ہوئی چیز کو ہٹانے کا حکم فرمایا تو خود ڈالی ہوئی چیز کو ہٹانے کی تو کتنی زیادہ اہمیت ہوگی، اس لیے اپنے آپ کو ان تمام شکلوں سے جن سے لوگوں کو تکلیف پہنچ سکتی ہے بچانا انتہائی ضروری ہے۔

آج کل پارکنگ کا مسئلہ ہر جگہ پر موجود ہے، پارکنگ میں آدمی اپنی سہولت کو دیکھتا ہے اور جہاں اپنی سہولت ہے وہاں گاڑی کھڑی کر دیتا ہے اس وقت یہ نہیں دیکھتا کہ اس طرح پارک کرنے سے کسی کو تکلیف تو نہیں ہوگی؟ اسی طرح عام طور پر ایسا بھی ہوتا ہے کہ راستہ چلتے چلتے ٹھہرنے کی ضرورت پیش آگئی تو وہیں بیچ راستے میں گاڑی کھڑی کردی، اس وقت یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ یہاں گاڑی کھڑی کرنے کی وجہ سے کتنے لوگوں کو تکلیف ہوگی، اور لوگوں کو تکلیف پہنچنے سے میرا خدا ناراض ہوجائے گا، اس لیے اس کا بڑا اہتمام کرنا چاہیے اور ایسی جگہوں پر جہاں گاڑی کھڑی کرنے کی وجہ سے لوگوں کو دشواری پیش آسکتی ہو وہاں گاڑی کھڑی کرنے سے اپنے آپ کو بچانے کا اہتمام کرنا چاہیے، راستے میں دو منٹ کا بھی کام ہو تو گاڑی کو کنارے پر کر لیجیے تاکہ آنے جانے والوں کا راستہ نہ رکے، اسی طرح سب تکلیف دینے والی چیزیں اس میں داخل ہیں۔

۲۲۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

مَرَّ رَجُلٌ مُسْلِمٌ بِشَوْكٍ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ: لَأُمِيطَنَّ هَذَا الشَّوْكَ، لَا يَضُرُّ رَجُلًا مُسْلِمًا، فَغُفِرَ لَهُ .

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ ایک مرتبہ ایک مسلمان آدمی جارہا تھااوراس نے راستے میں کانٹا پڑاہوادیکھاتواپنے جی میں کہا کہ میں اس کانٹے کو ہٹادیتاہوں تاکہ کسی مسلمان کوتکلیف نہ پہنچےاور یہ سوچ کراس نے وہاں سےاس کانٹے کو ہٹادیا،اس کےاس عمل پراللہ تعالیٰ کی طرف سےاس کی مغفرت کردی گئی۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی مخلوق کوراحت اورآرام پہنچانے کی شکلیں اختیارکرنااللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے،ایک کانٹاہٹانے پراور یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ وہ کانٹاکسی کو چبھتا،لیکن اس نے یہ سوچ کر ہٹایا تاکہ اس سے کسی کوتکلیف نہ پہنچےاس پراللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سےاس کی مغفرت کافیصلہ کردیا گیا،مخلوق کی تھوڑی سی ہمدردی پراللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنابڑااجروثواب ہےتوجن لوگوں نےمخلوق کی ہمدردی کواپنارات دن مشغلہ بنایاہواہےان کااللہ تعالیٰ کے یہاں کیامقام ہوگااس کوتو ہم سوچ بھی نہیں سکتے؟

۲۳۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمُرَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي، حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا، فَوَجَدْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا أَنَّ الْأَذَى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيقِ، وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِئِ أَعْمَالِهَا: النُّخَاعَةَ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ“.

ترجمہ: حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری امت کے اچھے برے سارے اعمال میرے سامنے پیش کیے گئے،امت کے اچھے اعمال میں میں نے یہ بھی دیکھا کہ کوئی آدمی کسی تکلیف پہنچانے والی

چیز کو راستے سے ہٹا رہا ہے (گویا راستے سے تکلیف پہنچانے والی چیز کو ہٹانا ان اعمال خیر میں سے ہے جو حضور ﷺ کو دکھلائے گئے) اس میں میں نے امت کے برے اعمال میں وہ بلغم بھی دیکھا جو مسجد میں ڈالا گیا اور اس کو دفن نہیں کیا گیا۔

تشریح: پہلے زمانے میں مسجدوں کے نہ تو پختہ فرش ہوتے تھے، نہ اس پر چٹائیاں، دریاں یا قالینیں بچھی ہوئی ہوتی تھیں، ریت ہوا کرتی تھی، آج بھی راجستھان میں بہت سارے علاقے ایسے ہیں جہاں مسجد میں کوئی فرش وغیرہ نہیں ہے، صرف ریت بچھی ہوئی ہوتی ہے ایسی جگہ پر اگر بلغم کو نکالنے کی ضرورت پڑے تو بائیں طرف نکالنا بہتر ہے پھر اس کو ریت اور مٹی میں دفن کر دینا چاہیے، اگر اس کو ایسے ہی چھوڑ دیا تو ظاہر ہے کسی کے کپڑے اور بدن پر لگ سکتا ہے یا کسی کی اس پر نظر پڑے گی تو اس سے اسے گھن محسوس ہوگی اس کو بھی برے اعمال میں شمار کیا گیا، آج کل جو ہماری مسجدوں میں پختہ فرش ہوتا ہے، چٹائیاں، دریاں اور قالینیں بچھی ہوئی ہوتی ہیں وہاں تو اس طرح ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بَابُ قَوْلِ الْمَعْرُوفِ

۲۳۱ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ العَبَّاسِ الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ''.

بھلی بات کہنے کا بیان

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ ہر نیکی صدقہ ہے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح صدقہ خیرات کرنے کا ثواب ہے اسی طرح ہر نیک کام کرنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ثواب دیا جاتا ہے۔

۲۳۲ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُبَارَكٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِالشَّيْءِ يَقُولُ: "اذْهَبُوا بِهِ إِلَى فُلَانَةٍ، فَإِنَّهَا كَانَتْ صَدِيقَةَ خَدِيجَةَ. اذْهَبُوا بِهِ إِلَى بَيْتِ فُلَانَةٍ، فَإِنَّهَا كَانَتْ تُحِبُّ خَدِيجَةَ".

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ جب کوئی چیز پیش کی جاتی تھی، جب کوئی چیز لائی جاتی تھی تو آپ فرماتے تھے کہ یہ چیز فلانی عورت کو پہنچا دو اس لیے کہ وہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی سہیلی ہے اس لیے کہ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محبت اور تعلق رکھتی تھیں۔

تشریح: ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو نبیٔ کریم ﷺ کی سب سے پہلی زوجۂ مطہرہ ہیں ان کے انتقال کے بعد بھی کوئی چیز حضور اکرم ﷺ کے پاس ہدیہ میں آتی تھی تو آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے پاس بھجوا دیا کرتے تھے کہ فلانی کے گھر بھیج دو۔ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اپنے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔ اس سے ہمارا مذہب ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ اپنے ماں باپ، اپنے بڑوں کے ساتھ بھلائی کرنا یہ تو اجر وثواب رکھتا ہی ہے بلکہ ان لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنا بھی جن کے ساتھ ان کا تعلق تھا۔

٢٣٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ".

ترجمہ: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نیکی اپنے اندر صدقے کا ثواب رکھتی ہے۔

خُرُوجُ إِلَى الْمَبْقَلَةِ، وَحَمَلِ الشَّيْءِ عَلَى عَاتِقِهِ إِلَى أَهْلِهِ بِالزَّبِيلِ

٢٣٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ أُسَامَةَ، عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي قُرَّةَ الْكِنْدِيِّ قَالَ: عَرَضَ أَبِي عَلَى سَلْمَانَ أُخْتَهُ، فَأَبَى وَتَزَوَّجَ مَوْلَاةً لَهُ، يُقَالُ لَهَا: بُقَيْرَةُ، فَبَلَغَ أَبَا قُرَّةَ أَنَّهُ كَانَ بَيْنَ حُذَيْفَةَ وَسَلْمَانَ شَيْءٌ، فَأَتَاهُ يَطْلُبُهُ، فَأَخْبَرَ أَنَّهُ فِي مَبْقَلَةٍ لَهُ، فَتَوَجَّهَ إِلَيْهِ، فَلَقِيَهُ مَعَهُ زَبِيلٌ فِيهِ بَقْلٌ، قَدْ أَدْخَلَ عَصَاهُ فِي عُرْوَةِ الزَّبِيلِ - وَهُوَ عَلَى عَاتِقِهِ - فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ، مَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ حُذَيْفَةَ؟ قَالَ: يَقُولُ سَلْمَانُ: ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا﴾ [الإسراء: ١١]، فَانْطَلَقَا حَتَّى أَتَيَا دَارَ سَلْمَانَ، فَدَخَلَ سَلْمَانُ الدَّارَ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، ثُمَّ أَذِنَ لِأَبِي قُرَّةَ، فَدَخَلَ، فَإِذَا نَمَطٌ مَوْضُوعٌ عَلَى بَابٍ، وَعِنْدَ رَأْسِهِ لَبِنَاتٌ، وَإِذَا قُرْطَاطٌ، فَقَالَ: اجْلِسْ عَلَى فِرَاشِ مَوْلَاتِكَ الَّتِي تُمَهِّدُ لِنَفْسِهَا، ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُهُ فَقَالَ: إِنَّ حُذَيْفَةَ كَانَ يُحَدِّثُ بِأَشْيَاءَ، كَانَ يَقُولُهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَضَبِهِ لِأَقْوَامٍ، فَأُوتَى فَأُسْأَلُ عَنْهَا؟ فَأَقُولُ: حُذَيْفَةُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُ، وَأَكْرَهُ أَنْ تَكُونَ ضَغَائِنُ بَيْنَ أَقْوَامٍ، فَأُتِيَ حُذَيْفَةُ، فَقِيلَ لَهُ:

إِنَّ سَلْمَانَ لَا يُصَدِّقُكَ وَلَا يُكَذِّبُكَ بِمَا تَقُولُ، فَجَاءَنِي حُذَيْفَةُ فَقَالَ: يَا سَلْمَانُ ابْنَ أُمِّ سَلْمَانَ، فَقُلْتُ يَا حُذَيْفَةُ ابْنَ أُمِّ حُذَيْفَةَ، لَتَنْتَهِيَنَّ، أَوْ لَأَكْتُبَنَّ فِيكَ إِلَى عُمَرَ، فَلَمَّا خَوَّفْتُهُ بِعُمَرَ تَرَكَنِي، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مِنْ وَلَدِ آدَمَ أَنَا، فَأَيُّمَا عَبْدٌ مِنْ أُمَّتِي لَعَنْتُهُ لَعْنَةً، أَوْ سَبَبْتُهُ سَبَّةً، فِي غَيْرِ كُنْهِهِ، فَاجْعَلْهَا عَلَيْهِ صَلَاةً''.

کھیت کی طرف نکلنا اور کسی چیز کو تھیلے میں رکھ کر کندھے پر اٹھا کر اپنے گھر لانا

ترجمہ: حضرت عمرو بن قرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ حضرت قرہ بن کندی رحمہ اللہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی بہن کے نکاح کی درخواست پیش کی (گویا انہوں نے یوں کہا کہ میری بہن سے نکاح کر لیجیے) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا اور پھر اپنی ایک باندی جس کا نام بقیرہ تھا اس کو آزاد کرنے کے بعد اس سے نکاح کر لیا، اب یہ عمرو بن قرہ کہتے ہیں کہ میرے باپ ابو قرہ کو معلوم ہوا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ ناگواری اور ناچاقی پیدا ہوئی ہے تو میرے ابا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈھتے ہوئے آئے تاکہ ان سے پوچھیں کہ کیا ہوا؟ کیوں ایسا ہوا؟، جب وہ ان کے گھر پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ وہ اپنے کھیت پر گئے ہوئے ہیں، چنانچہ وہ ان کی ملاقات کے لیے کھیت کی طرف چلے، کہتے ہیں کہ راستے میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایسی حالت میں ملے کہ ان کے ہاتھ میں ایک پوٹلی تھی اور اس پوٹلی کو انہوں نے ایک لکڑی کے اندر داخل کر کے اپنے کندھے پر اٹھا رکھا تھا، (ایک گٹھڑی تھی جس میں سبزی رکھی ہوئی تھی اور لکڑی کو اس گٹھڑی کی گرہ میں گھسا رکھا تھا اور اپنے کندھے پر اس کو باندھ رکھا تھا، گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس طرح کرنا آدمی کے وقار کے خلاف نہیں ہے) اب یہ راستے میں ملے تو انہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابو عبد اللہ! تمہارے اور حضرت حذیفہ کے

درمیان کیا ہوا؟، ان کا یہ سوال سن کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کی ﴿ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴾ کہ انسان بڑا جلد باز ہے (اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے ملاقات کرتے خیر خیریت پوچھتے، گھر جا کر ذرا آرام سے بیٹھتے اور پھر سوال کرتے؟ بس پہلے ہی آکر پوچھ ڈالا، خیر انہوں نے اس وقت تو کوئی جواب نہیں دیا) چنانچہ دونوں گھر کی طرف چلے، یہاں تک کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پہلے اپنے گھر میں داخل ہوئے (اور داخل ہوتے ہی اپنے گھر والوں کو سلام کیا السلام علیکم، پھر تھوڑی دیر بعد اپنے گھر والوں کو پردے میں کر دیا) اور حضرت ابوقرہ کو اجازت دی کہ آجاؤ، اب یہ کہتے ہیں کہ جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں دروازے کے پاس ہی ایک بچھونا بچھا ہوا تھا اور اس کے سرہانے چند اینٹیں رکھی ہوئی تھیں (گویا تکیہ کی جگہ پر اینٹیں) اور وہاں ایک فرش تھا اور پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میری خادمہ کا بستر ہے اس پر بیٹھو اس نے یہ بستر اپنے لیے بنایا ہے (یہ خادمہ حقیقت میں ان کی بیوی تھی) اس کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان سے بات کرنے لگے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے جو میری ناگواری ہوئی اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے سامنے ایسی چیزیں بیان کرتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض لوگوں کے متعلق ناراضگی کی حالت میں ارشاد فرمائیں اور لوگ مجھ تک وہ باتیں شکایتاً پہنچاتے ہیں، تو میں اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے کیوں کہتے ہو ان کو اچھی طرح معلوم ہے جو وہ کہہ رہے ہیں، میں ایسی باتوں کو ناپسند کرتا تھا جن سے لوگوں کے دلوں میں کینہ پیدا ہو (حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان باتوں کی تصدیق اس لیے نہیں کرتا کہ اس طرح کی باتوں سے لوگوں کے دلوں میں کینہ پیدا ہوتا ہے، اس لیے کہ اگر کوئی بات کسی کے متعلق ناراضگی کی حالت میں نکلی ہو تو اس کے سامنے تو اس کو پیش کر دیا جائے لیکن دوسروں کے سامنے اس کو بیان نہ کیا جائے، یہ چیزیں لوگوں میں کینے اور عداوت پیدا کرتی ہیں) لیکن یہی پوچھنے والے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ حضرت سلمان

رضی اللہ عنہ آپ کی بات کی نہ تو تصدیق کرتے ہیں اور نہ ہی تکذیب (یعنی نہ تو اس کی تائید کرتے ہیں اور نہ ہی انکار بلکہ وہ خاموش رہتے ہیں اور بس یوں کہتے ہیں کہ حذیفہ جانے) تو میری یہ بات سن کر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر میرے پاس آئے اور کہا کہ اے سلمان کی والدہ کے بیٹے سلمان! میں نے کہا اے حذیفہ کی والدہ کے بیٹے حذیفہ! آپ ان باتوں سے باز آجائیں ورنہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھوں گا کہ حذیفہ اس طرح کی باتیں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور جب میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا تو وہ چلے گئے اور مجھے چھوڑ دیا، آگے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! میں بھی حضرت آدم کی اولاد میں ہوں (یعنی میں بھی انسان ہوں) میری امت میں سے کسی کو اگر میں نے لعنت ملامت کی، یا برا بھلا کہا تو اے اللہ! میرے اس لعنت ملامت کو اس کے حق میں دعا بنا دیجئے، تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کسی مؤمن کو کوئی تکلیف پہنچائی یا برا بھلا کہا یا کبھی غصہ میں مار دیا تو اے اللہ! میرے اس سلوک کو اس کے حق میں رحمت اور اس کے گناہوں کی معافی اور اپنے قرب کا ذریعہ بنا (گویا اپنے اس سلوک پر بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں تا کہ یہ چیز مؤمن کے حق میں خیر کا ذریعہ بن جائے)۔

تشریح: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کیا، باندی کو آزاد کرنے کے بعد نکاح کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اس باندی سے نکاح کیا۔

اس روایت سے چند چیزیں معلوم ہوئیں:

(۱) آدمی اپنے کھیت پر، یا جہاں اس کی کھیتی باڑی ہے وہاں وہ اس کی خبر گیری کے لیے جاتا ہے اور وہاں سے کسی چیز کو اپنے کندھے یا اپنے سر پر اٹھا کر لاتا ہے تو اس کا یہ عمل اسلامی تعلیم و تہذیب کے خلاف نہیں ہے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

کھیت سے کوئی چیز اپنے کندھے پر اٹھا کر لائے۔

(۲) اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کسی سے کسی وجہ سے ناراض ہوئے اور نارضگی کی حالت میں آپ نے کوئی بات ارشاد فرمائی تو وہ ناراضگی اسی وقت کے اعتبار سے ہے، آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اس کے بعد بھی اس ناراضگی کو برقرار رکھنا اور یوں کہنا کہ فلاں یوں ہیں، فلاں یوں ہیں، یہ طریقہ درست نہیں ہے۔

اگر غصہ اور ناراضگی میں ہمارے بڑے کوئی بات کسی کے بارے میں کہیں تو وہ ناراضگی وقتی ہوتی ہے، اور اس کی مصلحت ناراض ہونے والا ہی جانتا ہے، اس لیے کہ ہر ایک کی اصلاح کا طریقہ الگ الگ ہوتا ہے، کسی کی اصلاح شیخ نرم گفتگو سے کرتا ہے، اور کسی کی اصلاح میں سختی اور نارضگی کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ وقتی چیز ہوتی ہے، اس سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پوری زندگی شیخ ان سے ناراض تھے اور پوری زندگی ان سے نفرت تھی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ ہے کہ کسی کی نارضگی کو ہمیشہ کی نارضگی پر محمول کرتے ہیں تو ان کو اس پر متنبہ کیا کہ آپ کا یہ طریقہ اچھا نہیں ہے اس سے لوگوں میں ایک دوسرے کے بارے میں بغض اور کینہ پیدا ہوتا ہے، اور ایسی چیزوں سے شیطان آپس میں دشمنی پیدا کرتا ہے۔

(۳) حدیث کے اخیر میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایک دعا آپ ﷺ سے نقل کی ہے اس دعا کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی آدمی کو ہماری وجہ سے کوئی تکلیف پہنچے یا کبھی غصہ میں کسی کو کچھ برا بھلا کہہ دیا، یا کسی کی پٹائی کر دی تو آپ ﷺ نے ہمیں یہ دعا سکھائی کہ ان کے لیے یہ دعا کرو اس دعا کی برکت سے ہماری طرف سے جو زیادتی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اس دعا کو اس کے حق میں قبول کر کے ہماری

طرف سے اس کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کو داخل کریں گے۔

۲۳۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عِيسَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اخْرُجُوا بِنَا إِلَى أَرْضِ قَوْمِنَا. فَخَرَجْنَا، فَكُنْتُ أَنَا وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فِي مُؤَخَّرِ النَّاسِ، فَهَاجَتْ سَحَابَةٌ، فَقَالَ أُبَيٌّ: اللّٰهُمَّ اصْرِفْ عَنَّا أَذَاهَا. فَلَحِقْنَاهُمْ، وَقَدِ ابْتَلَّتْ رِحَالُهُمْ، فَقَالُوا: مَا أَصَابَكُمُ الَّذِي أَصَابَنَا؟ قُلْتُ: إِنَّهُ دَعَا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَصْرِفَ عَنَّا أَذَاهَا، فَقَالَ عُمَرُ: أَلَا دَعَوْتُمْ لَنَا مَعَكُمْ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا چلو ہم ہماری جائداد اور زمین کی طرف جائیں (کھیت جانے کی بات چل رہی تھی تو کہا کہ ہمارے باغات جہاں ہیں وہاں جاتے ہیں) ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پیچھے تھے اور پورا مجمع آگے تھا اتنے میں ایک بادل اٹھا، تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ اے اللہ! اس بادل سے پہنچنے والی تکلیف سے ہمیں بچا لیجیے (وہ بادل ان کے اوپر تو برسا نہیں) البتہ وہ لوگ جو آگے تھے جب ہم وہاں تک پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ان سب کے کجاوے بھیگ چکے تھے (ان پر وہ بادل برسا تھا) ہم کو انہوں نے دیکھا کہ ہمارے کپڑے بھی سوکھے ہیں، ہمارا سامان بھی گیلا نہیں ہوا تو انہوں نے ہم سے پوچھا کہ ہم کو بارش لگی تم کو نہیں لگی؟ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے بتلایا کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! اس کی تکلیف سے ہمیں بچا لیجیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے لیے تم نے دعا نہیں کی؟ اکیلے اپنے لیے ہی دعا کی؟

تشریح: اس حدیث سے دو چیزیں معلوم ہوئیں:

(۱) اپنے کھیت کی طرف جانا شرعی اعتبار سے ممنوع نہیں ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ پورا قافلہ لے کر کھیت کا حال معلوم کرنے کے لیے یا تفریح کے لیے تشریف لے گئے۔

(۲) جس طرح بارش طلب کرنے کی دعا مانگی جاسکتی ہے اسی طرح ضرورت کے وقت بارش سے بچنے کی بھی دعا کی جاسکتی ہے جیسا کہ اس روایت میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بادل کو اٹھتا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ اے اللہ! ہم سے اس بادل کو ہٹا لے یعنی ابھی یہ بادل نہ برسے تو اچھا ہے تاکہ ہم منزل پر آسانی کے ساتھ پہنچ جائیں۔

بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى الضَّيْعَةِ

٢٣٦ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: أَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رضي الله عنه وعنهم، وَكَانَ لِي صَدِيقًا، فَقُلْتُ: أَلَا تَخْرُجُ بِنَا إِلَى النَّخْلِ؟ فَخَرَجَ، وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ له .

آدمی کا اپنی جائداد کی طرف نکلنا

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ ابن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ میرے دوست تھے حضرت ابوسعید صحابی اور حضرت ابوسلمہ تابعی ہیں ہم نے کہا کہ حضرت ہم کو آج اپنے کھجور کے باغ میں نہیں لے جاتے چنانچہ وہ لے گئے اور ایسی حالت میں کہ ان کے جسم کے اوپر ایک کالی اونی چادر تھی۔

تشریح: اس حدیث شریف کا مطلب بھی یہی ہے کہ آدمی اپنی جائداد یا اپنے باغ میں جا سکتا ہے۔

کبھی دوستوں کی طرف سے درخواست ہوتی ہے کہ اپنے کھیت یا اپنے باغ میں لیجاؤ تو موقع ہو تو ان کی درخواست قبول کرنی چاہیے اور ان کو اپنے کھیت یا باغ میں لیجانا چاہیے۔

۲۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ أُمِّ مُوسَى قَالَتْ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رضي الله تعالى عنه وعنهم صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ يَقُولُ: أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ أَنْ يَصْعَدَ شَجَرَةً فَيَأْتِيَهُ مِنْهَا بِشَيْءٍ، فَنَظَرَ أَصْحَابُهُ إِلَى سَاقِ عَبْدِ اللهِ فَضَحِكُوا مِنْ حُمُوشَةِ سَاقَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا تَضْحَكُونَ؟ لَرِجْلُ عَبْدِ اللهِ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ أُحُدٍ".

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ درخت پر چڑھو اور اس پر سے ٹہنی توڑ کر لاؤ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی پنڈلی کو دیکھا تو آپ کی پنڈلی بہت پتلی تھی اس کو دیکھ کر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہنسے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم کیا ہنستے ہو؟ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا پیر میزان عمل میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہے۔

تشریح: حدیث شریف کو اس باب میں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ جس وقت یہ بات ارشاد فرما رہے تھے اس وقت آپ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے باغ میں تھے، تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کے باغ میں یا اپنے باغ میں جانے میں کوئی

حرج نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو درخت پر چڑھنے کا حکم دیا، وہ درخت پیلو کا تھا تاکہ اس پر سے مسواک توڑ کر لائے، حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ دبلے پتلے پستہ قد آدمی تھے اور ہوا بھی چل رہی تھی اور ہوا کہ چلنے کی وجہ سے ان کی پنڈلی پر جو چادر تھی وہ ہٹی، لوگوں نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی پنڈلی دیکھی، ان کی پتلی پتلی پنڈلیاں دیکھ کر لوگ ہنسنے لگے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ہنستے ہو عبد اللہ ابن مسعود کی ٹانگ میزان عمل میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہے۔

قیامت کے دن انسان کے اعمال نامے تولے جانے کے تین مطلب ہو سکتے ہیں جس میں سے پہلا مطلب یہ ہے کہ خود صاحب اعمال ہی کو تولا جائے گا، جو حضرات اس کے قائل ہیں وہ اپنی دلیلوں میں سے ایک دلیل اس واقعہ کو بھی ذکر کرتے ہیں۔

بَابُ الْمُسْلِمُ مَرْآةُ أَخِيهِ

٢٣٨ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: الْمُؤْمِنُ مَرْآةُ أَخِيهِ، إِذَا رَأَى فِيهَا عَيْبًا أَصْلَحَهُ.

مسلمان اپنے بھائی کا آئینہ ہے

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمان اپنے بھائی کا آئینہ ہے اگر اس میں کوئی عیب دیکھے تو اس کو درست کر دے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ آئینہ اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ آدمی اپنے بدن اور چہرے کو دیکھ کر اس میں کوئی عیب پائے تو اس کو درست کرے، گویا آئینہ اپنے اندر واقع عیوب کو درست کرنے کا ایک ذریعہ ہے، اسی طریقہ سے ایک مومن دوسرے مومن بھائی کے حق میں آئینے کی حیثیت رکھتا ہے اگر اپنے اس بھائی میں کوئی عیب دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے ایمان کے تقاضے سے اس کو ٹھیک اور درست کرنے کا اہتمام کرے۔

آئینے کے ساتھ تشبیہ دینے کی ایک وجہ یہ ہے کہ آئینہ جتنی مقدار میں عیب ہوتا ہے اتنی ہی مقدار ہی میں بتلاتا ہے اس کو بڑھا کر نہیں بتلاتا کہ تو تھوڑا سا اور بتلائے، ایسا نہیں ہوتا دوسری وجہ یہ ہے کہ آئینہ جس کا عیب ہے اسی کو بتلاتا ہے جب چہرا سامنے کرے گا تو اسی کو بتلائے گا دوسرے کو نہیں بتلائے گا اور پھر اس کی غیر حاضری میں کسی اور کو اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کرتا اسی طریقہ سے مومن کی بھی شان یہ ہے کہ اپنے بھائی میں جتنا عیب ہے اتنا ہی بتلائے اور اسی کو بتلائے تا کہ وہ اصلاح کرلے۔

۲۳۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه وعنهم، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ أَخِيهِ، وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ، يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ، وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ .

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن اپنے بھائی کے لیے آئینہ ہے اور ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے، اگر اس کی جائداد پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اس کو روکتا ہے اور اپنے بھائی کی غیر حاضری میں وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حقیقی بھائی اپنے بھائی کی پوری خیر خواہی کرتا ہے اور اس کو ہر قسم کی بھلائی پہنچاتا ہے اسی طرح ایک مومن بھائی اپنے مومن بھائی کو بھی اپنا بھائی سمجھے اور اس کی پوری خیر خواہی کرے، اس کے لیے ہر بھلائی سوچے اور اس کو راحت اور فائدہ پہنچانے کی بھرپور کوشش کرے یہ ایمانی اخوت کا تقاضا ہے کہ ایک مومن اپنے مومن بھائی کی پوری خیر خواہی کرے۔ اسی طرح اگر اپنے ایمانی بھائی کے مکان دکان یا اس کے اوپر کوئی آفت آرہی ہو تو ایک مومن کی اخوت کا تقاضا یہ ہے کہ اس آفت کو اگر وہ دور کر سکتا ہو تو اس کو دور کردے۔ اسی طرح اپنے مومن بھائی کی املاک کی اس کی غیر حاضری میں حفاظت کا اہتمام کرے۔

٢٤٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي حَيْوَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ وَقَّاصِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ أَكَلَ بِمُسْلِمٍ أُكْلَةً، فَإِنَّ اللهَ يُطْعِمُهُ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ كُسِيَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَكْسُوهُ مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ رِيَاءٍ وَسُمْعَةٍ فَإِنَّ اللهَ يَقُومُ بِهِ مَقَامَ رِيَاءٍ وَسُمْعَةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

ترجمہ: حضرت مستورد ابن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی آدمی کسی مسلمان کا کھانا چرا کر کھائے گا تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ جہنم کا کھانا اس کو کھلائیں گے، جو کسی کا کپڑا چرا کر پہنے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جہنم کا لباس پہنائیں گے، جو شخص کسی مسلمان کی غیبت اور چغلی کر کے اس کی تذلیل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے مقابلے پر کھڑا کریں گے (گویا اس کو جہنم کی غذا دی جائے گی)۔

تشریح: حدیث شریف میں دو چیزوں کا ذکر ہے، ایک یہ کہ کسی مسلمان کے

عیوب ظاہر کر کے دنیا کمانا، عیوب ظاہر کر کے دنیا کمانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے اپنے مسلمان بھائی کی عزت داؤ پر لگائی، یعنی اس کی غیبت، برائی، یا اس کی بدگوئی کر کے اس کے دشمن یا اس کا برا چاہنے والے کے سامنے اس کی برائی کی، جس کے نتیجے میں کھانے پینے کی غذا اس کو پہنچی تو آخرت میں اس کی سزا یہ ہے کہ جہنم کی غذا اس کے پیٹ میں پہنچائی جائے گی۔ اور ایسا زیادہ تر سیاست میں ہوتا ہے کہ سیاسی شخص اپنے سیاسی مخالف کے متعلق یہ چاہتا ہے کہ اس کی برائی کی جائے تاکہ لوگوں کا اعتماد اس کی پارٹی سے ہٹ جائے تو اس کے لیے اس کی پوری جماعت بیٹھتی ہے اور وہ جماعت اس کے سامنے مخالف پارٹی کی برائی کرتی ہے اور اس پر جو اس پارٹی کا بڑا ہوتا ہے وہ پوری جماعت کو کھلاتا پلاتا ہے گویا سامنے والی پارٹی کی برائی کرنے کا انہیں بدلہ دیتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کے اندر واقعی وہ برائی ہے تو اس برائی کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا غیبت ہے، اور اگر اس کے اندر وہ برائی نہیں ہے اور برائی بنا کر لوگوں کے سامنے ظاہر کیا جا رہا ہے تو اس کو بہتان کہتے ہیں، دونوں کی ہماری شریعت اجازت نہیں دیتی۔

ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کے عیوب کو چھپاتا اور اگر ظاہر کرتا تو اسی کے سامنے ظاہر کرتا۔

دوسری چیز جس کا حدیث شریف میں ذکر ہے وہ یہ ہے کہ کسی کی حد سے زیادہ تعریف کر کے دنیا کمانا۔ حدیث شریف میں ایک لفظ ہے ”قام برجل“ بعض شراح نے ”با“ کو تعدیہ کے لیے مان کر مطلب یہ بیان کیا ہے جس نے کسی مسلمان کو کھڑا کیا شہرت اور نمود کے مقام پر یعنی مطلب یہ ہے کہ کسی آدمی کے متعلق ایسی خوبیاں اور کمالات

جو اس میں نہیں ہیں وہ ظاہر کیں کہ فلاں صاحب بڑے بزرگ ہیں، بڑے صاحب تقویٰ ہیں، ان میں فلاں فلاں کمالات ہیں وغیرہ اور مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے ان کی خوبیاں بیان کرنے کی وجہ سے لوگ ان کے معتقد ہو جائیں اور معتقد ہو کر ان کی خدمت میں تحفے پیش کریں اب ان کو جب تحفے ملیں گے تو ان میں اس کا بھی حصہ ہوگا۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ''قام برجل'' میں ''با'' سبب کے معنیٰ میں مانا جائے، اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ اپنے آپ کو کسی مالدار یا کسی باحیثیت کے سامنے ایسا ظاہر کیا کہ تقویٰ والا ہے، بزرگ ہے نیک ہے تاکہ اپنی نیکی، بزرگی اور تقویٰ کو اس کے سامنے نمایاں کر کے اپنے متعلق عقیدت پیدا کرے اور اس عقیدت کے ذریعے سے اس کے مال اور منصب سے فائدہ اٹھائے تو اس نے یہ حرکت اگر کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے اسے ریاء ونمود کے مقام پر کھڑا کریں گے، یعنی تمام لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے گا کہ اس نے ایسا کیا ہے۔

بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ اللَّعِبِ وَالْمُزَاحِ

٢٤١ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِي - يَقُولُ: ''لَا يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَتَاعَ صَاحِبِهِ لَاعِبًا وَلَا جَادًّا، فَإِذَا أَخَذَ أَحَدُكُمْ عَصَا صَاحِبِهِ فَلْيَرُدَّهَا إِلَيْهِ''.

کھیل اور دل لگی کی وہ شکلیں جو جائز نہیں ہیں

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن سائب رحمہ اللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل

کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی کی کوئی چیز کھیل کے ارادہ سے یا حقیقتاً نہ لے اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی لے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو لوٹا دے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ کہ کسی کا سامان لکڑی، قلم، رومال یا اور کوئی چیز لی جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے بھائی کی کوئی چیز چھپا دیتے ہیں تاکہ تھوڑی دیر کے لیے وہ بے چین ہو جائے یہ بھی اپنے بھائی کو تکلیف پہنچانا ہوا، چاہے وہ چیز مذاق میں چھپائی ہو اور بعد میں ادا کرنے کا ارادہ ہو، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس طرح کھیل کے طور پر بھی نہ کرے۔ بعض لوگ شروع میں تو مذاق کے ارادہ سے لیتے ہیں اور بعد میں اس کو رکھ ہی لیتے ہیں اس کو لوٹانے کی نوبت ہی نہیں آتی یہ بھی جائز نہیں۔ اور اگر کوئی چیز پہلے سے لینے کے ارادہ سے ہی لے لی یہ تو کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنے بھائی کی لکڑی لے لی یعنی معمولی چیز لے لی ہو تب بھی اس کو واپس لوٹا دے۔

بَابُ الدَّالِّ عَلَى الْخَيْرِ

٢٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رضي الله عنه وعنهم قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي أُبْدِعَ بِي فَاحْمِلْنِي، قَالَ: ”لَا أَجِدُ، وَلَكِنِ ائْتِ فُلَانًا، فَلَعَلَّهُ أَنْ يَحْمِلَكَ“، فَأَتَاهُ فَحَمَلَهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: ”مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ“.

بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میری سواری کا جانور اچانک ہلاک ہو گیا (جس کی وجہ سے میں سفر کے دوران بغیر سواری کے رہ گیا ہوں اور دشواری میں پڑ گیا ہوں) آپ مجھے سواری دیجیے۔ تو نبیٔ کریم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس وقت تم کو دینے کے لیے میرے پاس سواری کا جانور موجود نہیں ہے البتہ فلانے کے پاس جاؤ (صحابہ میں سے ایک آدمی کا نام لیا) امید ہے کہ وہ تم کو سواری کا جانور دے گا، چنانچہ یہ آدمی ان کے پاس گیا اور انھوں نے ان کو سواری کا جانور دیا، وہاں سے آ کر اس نے نبیٔ کریم ﷺ کو اطلاع دی کہ میں وہاں گیا اور مجھے سواری کا جانور مل گیا، اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی بھلائی کی طرف کسی کی رہنمائی کی، کسی کو بھلائی کا راستہ بتلایا تو اس کو بھی بھلائی کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی بھلائی کے کام کی طرف رہنمائی کرے، کسی کو بھلی بات کی تلقین کرے اور اس کی رہنمائی کے نتیجے میں اس کا کام ہو گیا تو اس صورت میں جس نے کام کیا ہے اس کو تو اس نیکی کا ثواب ملے گا ہی لیکن جس نے اس کی رہنمائی کی اور بھلائی کی ترغیب دی، اس کو آمادہ کیا اور اُکسایا اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔

گویا بھلائی کو عام کرنے کے لیے نبیٔ کریم ﷺ نے کیسی عمدہ راہ بتلائی اور کتنی اونچی بشارت فرمائی کہ ایک آدمی کوئی نیکی اور بھلائی کا کام کرتا ہے اس کو تو اس کا ثواب ملتا ہی ہے، دوسرا آدمی جس نے کام نہیں کیا، صرف اس کام کرنے والے کی رہنمائی کی، ترغیب دی، اس کو راستہ بلایا اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ یہی وہ تعلیم ہے جس کے

ذریعہ دنیا کے اندر بھلائی عام ہوتی ہے اور پھیلتی ہے۔

بَابُ الْعَفْوِ وَالصَّفْحِ عَنِ النَّاسِ

٢٤٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه وعنهم، أَنَّ يَهُودِيَّةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ، فَأَكَلَ مِنْهَا، فَجِيءَ بِهَا، فَقِيلَ: أَلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ: ''لَا''، قَالَ: فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم.

لوگوں سے درگذر کرنا اور معاف کرنا

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نبیٔ کریم ﷺ کے پاس ایک بھونی ہوئی بکری جس میں زہر ملایا گیا تھا لے کر آئی، اس میں سے آپ نے کچھ کھایا، جب معلوم ہوا کہ اس میں زہر ہے تو اس عورت کو نبیٔ کریم ﷺ کے پاس لایا گیا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبیٔ کریم ﷺ سے اس عورت کے متعلق دریافت کیا کہ اس نے آپ کو قتل کرنے کی یہ سازش کی تو ہم سزا کے طور پر اس کو قتل نہ کردیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، آپ نے اسے معاف کردیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبیٔ کریم ﷺ کے حلق کے اوپر لپٹنے والے گوشت کے حصے میں اس زہر کا اثر برابر محسوس کرتا رہا۔

تشریح: یہ غزوۂ خیبر کے موقع کا واقعہ ہے، وہاں ایک یہودی تھا، اس کا نام سلام ابن مشکم تھا، اس کی بیوی جس کا نام زینب تھا اس نے ایک بکری بھون کر اس کے پورے جسم میں زہر ملایا اور خاص کر اس کے اگلے پاؤں میں زیادہ زہر ملایا اس لیے کہ

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگلے پاؤں والا گوشت بڑا مرغوب ہوتا تھا، زہر آلود بکری تیار کر کے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منھ میں لقمہ رکھتے ہی اس کو فوراً اگل دیا اور فوراً صحابہ کو روک دیا کہ یہ گوشت مجھے کہہ رہا ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے ہاتھ روک لو! البتہ ایک صحابی حضرت بشر ابن براأ ابن معرور رضی اللہ عنہما وہ لقمہ نگل چکے تھے ان پر اس زہر کا اثر ہوا اور چند دنوں کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو بلوایا اور اس کو پوچھا کہ تو نے ایسی حرکت کیوں کی؟ اس نے کہا کہ میں نے امتحان لینے کے لیے ایسا کیا کہ اگر آپ جھوٹے نبی ہیں تو لوگوں کو آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ سچے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کریں گے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ کیا ہم اس کو قتل کر دیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔ روایتوں میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو ان صحابی کے ورثاء کے حوالے کر دیا تھا جن کا زہر والا گوشت کھانے کی وجہ سے انتقال ہو گیا تھا تا کہ ورثاء اگر قصاص لینا چاہیں تو لے لیں بعض روایتوں میں آتا ہے کہ انہوں نے قصاص کے طور پر اس کو قتل کیا، بعض روایتوں میں ہے کہ وہ عورت اسلام لے آئی اور اس کی وجہ سے اس کی جان بخشی ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زہر کے اثر سے حفاظت فرمائی لیکن زہر کا جو تھوڑا سا حصہ آپ کے حلق کے اندر جہاں گوشت کا لوتھڑا اٹکا ہوا ہوتا ہے جس کو اردو میں کوّا بولتے ہیں وہاں تک پہنچ چکا تھا، اس کے متعلق بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ زہر جو مجھے خیبر میں دیا گیا تھا میں برابر اس کے اثر کو محسوس کرتا رہا یہاں تک کہ وہی آپ کے انتقال کا سبب بنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں زہر کی وجہ سے اپنے قلب کی رگ کو

ٹوٹتے ہوئے محسوس کر رہا ہوں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی زہریلا مادہ ایک مدت پہلے استعمال کیا گیا تھا اس کا اثر ایک زمانے کے بعد ہوتا ہے جیسا (دھنور) جس میں زخم کئی سال پہلے ہوتا ہے اور انتقال ایک مدت کے بعد ہوتا ہے۔شراح حدیث نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح نبئ کریم ﷺ کو شہادت کا مقام بھی عطا فرمایا۔

٢٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رضي الله عنه وعنهم يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾ [الأعراف: ١٩٩] وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ، قَالَ: وَاللهِ مَا أَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤْخَذَ إِلَّا مِنْ أَخْلَاقِ النَّاسِ، وَاللهِ لَآخُذَنَّهَا مِنْهُمْ مَا صَحِبْتُهُمْ .

ترجمہ: وہب بن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کو تاکید فرمارہے ہیں کہ اے نبی درگذر کو اپنا شیوہ بنائیے، درگذر کو اختیار کیجئے، یعنی اگر کوئی آپ کے ساتھ زیادتی کرے تو اس کو معاف کرنے کی عادت ڈالیے اور لوگوں کو بھلی بات کا حکم کیجیے اور نادان لوگ آپ کے ساتھ الجھیں تو ان سے آپ اپنا پیچھا چھڑائیے، آپ کو ان کے ساتھ الجھنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے برسر منبر تلاوت فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم اس آیت کا تعلق لوگوں کے اخلاق کے ساتھ ہے، میں جب تک لوگوں کے ساتھ رہوں گا اس آیت کو تھامے رہوں گا۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی طرف سے کوئی ناموافق بات پیش آئے تو آپ کو ان کے ساتھ صبر وتحمل اور عفو ودرگذر کا معاملہ کرنا چاہیے۔

٢٤٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه وعنهم قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلِّمُوا وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْكُتْ".

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو دین سکھلاؤ اور لوگوں کے ساتھ یسر وسہولت اور آسانی کا معاملہ کرو اور ان کو تنگی اور سختی میں مت ڈالو! اور تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے خاموش ہو جانا چاہیے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو اور سختی کا معاملہ نہ کرو، جب آسانی اور سہولت سے کام چلتا ہے تو پھر لوگوں پر تنگی اور دشواری ڈالنا مناسب نہیں خاص کر کے دین اور تربیت کے معاملہ میں جتنا آسان اور سہولت والا پہلو اختیار کیا جائے گا اتنا ہی زیادہ مؤثر ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور نصیحت یہ فرمائی کہ غصہ کے وقت خاموش ہو جاؤ۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غصہ کو ختم کرنے کے لیے مختلف ترکیبات بتلائی ہیں، ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی خاموش رہے، عام طور پر اس حالت میں جب بولنے کی نوبت آتی ہے تو آدمی اپنے اوپر قابو نہیں پا سکتا اس لیے بہتر یہ ہے کہ خاموش ہو جائے۔ غصے کو دور کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی بتلایا کہ وضوء کر لے، یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔

بَابُ الِانْبِسَاطِ إِلَى النَّاسِ

٢٤٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: لَقِيتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو

بْنِ الْعَاصِ رضي الله عنه وعنهم فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ، قَالَ: فَقَالَ: أَجَلْ وَاللهِ، إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ [الأحزاب: ٤٥]، وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي، سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ، وَلَا صَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللهُ تَعَالَى حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ، بِأَنْ يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَيَفْتَحُوا بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا، وَآذَانًا صُمًّا، وَقُلُوبًا غُلْفًا.

لوگوں کو خندہ پیشانی سے ملنا

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور میں نے ان سے کہا کہ نبیٔ کریم ﷺ کا جو وصف توریت میں بیان کیا گیا ہے وہ بتلائیے؟ تو انہوں نے میرے اس سوال پر ارشاد فرمایا کہ ضرور بتلاتا ہوں، فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جو آپ ﷺ کے اوصاف ذکر کیے ہیں انہی میں سے بعض اوصاف توریت میں بھی بیان کیے گئے ہیں، قرآن میں ہے: ﴿یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیرًا﴾ (سورة الاحزاب) اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا لوگوں کے اوپر گواہ بنا کر اور بشارت سنانے والا اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا اور ناخواندہ لوگوں کے لیے حفاظت کا ذریعہ بنا کر، آپ میرے بندے اور رسول ہیں میں نے آپ کا نام متوکل یعنی اللہ پر اعتماد رکھنے والا رکھا، نہ تو آپ سخت مزاج اور سخت گو ہیں اور نہ آپ بازاروں میں چیخنے چلانے والے ہیں اور آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے لیکن آپ درگذر کر دیتے ہیں اور معاف کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا سے نہیں

اٹھائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے ایسی قوم کو جو کج مزاج ہے ٹھیک کریں گے، یعنی قوم عرب کو بایں طور کہ آپ کی دعوت کے نتیجہ میں لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں گے اور یہ لوگ لا الہ الا اللہ کا کلمہ پڑھ کر اپنی اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور بند دلوں کو کھولیں گے۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے، اسی طرح دوسری آسمانی کتابوں میں بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اوصاف کا توریت میں ذکر ہونا بتلایا گیا ہے، اس میں سے ایک یہ کہ آپ کی زبان کے اندر بولنے میں بھی کوئی سختی نہیں تھی اور مزاج میں بھی کوئی اکھڑ پن نہیں تھا۔ عرب قوم جہالت اور گمراہی میں ڈوبی ہوئی تھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے عرب قوم کی اصلاح فرمائی۔ یہاں پر آپ کے جو اوصاف بیان کیے ہیں اس میں سے ایک وصف بیان کیا وہ یہ ہے (ولکن یعفو ویغفر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف میں سے ایک بہت بڑا وصف یہ ہے کہ آپ لوگوں سے بدلہ لینا پسند نہیں کریں گے بلکہ اس کے مقابلہ میں لوگوں کی سختی پر عفو درگذر سے کام لیں گے۔

٢٤٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضي الله تعالىٰ عنه وعنهم قَالَ: إِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ الَّتِي فِي الْقُرْآنِ ﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ [الأحزاب: ٤٥] فِي التَّوْرَاةِ نَحْوَهُ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قرآن میں جو یہ آیت ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا﴾ توریت میں بھی بالکل اسی طرح ہے۔

٢٤٨ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ الْأَشْعَرِيُّ، عَنْ مُحَمَّدٍ هُوَ ابْنُ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ ابْنِ جَابِرٍ وَهُوَ يَحْيَى بْنُ جَابِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا نَفَعَنِي اللهُ بِهِ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ - أَوْ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ -: ''إِنَّكَ إِذَا اتَّبَعْتَ الرِّيبَةَ فِي النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ'' فَإِنِّي لَا أَتَّبِعُ الرِّيبَةَ فِيهِمْ فَأُفْسِدَهُمْ.

ترجمہ: حضرت جبیر ابن نفیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ابا نفیر کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو انہوں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بات سنی جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے فائدہ پہنچایا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لوگوں کے عیوب کو تلاش کرو گے تو ان کے اندر فساد پیدا کرو گے اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کے عیوب کی جستجو میں نہیں رہتا تا کہ فساد نہ ہو۔

تشریح: بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ لوگوں کے عیوب کو تلاش کرتے رہتے ہیں، اس میں عوام اور خواص دونوں برابر ہیں، بلکہ کبھی تو بڑے بھی اپنے ماتحتوں کے عیوب کو تلاش کرنے کی جستجو میں رہتے ہیں، استاذ اپنے شاگردوں کے، باپ اپنے بیٹوں کے عیوب کو دیکھتے رہتے ہیں، اس سے منع کیا گیا ہے، اس لیے کہ جستجو کے نتیجہ میں سامنے والوں کو یہ گمان ہوگا کہ یہ ہمارے درپے ہیں اور ہمارا برا چاہتے ہیں جب وہ ہم کو برا سمجھتے ہیں تو اب برا بن کر ہی رہو، یہی چیز آگے ان کے بگاڑ کا ذریعہ بنے گی اس لیے اس طرح اپنے ماتحتوں اور آس پاس کے لوگوں کے عیوب کی جستجو میں نہیں

رہنا چاہیے، ہاں ماتحتوں کے متعلق اپنی طرف سے بغیر جستجو اور تلاش کے خود ان کی کوئی حالت جو قابل اصلاح ہے اگر وہ سامنے آجائے تو پھر ان کو نصیحت کی جائے، لیکن اپنی طرف سے ان کے درپے نہ ہو اور ان کے پیچھے نہ پڑے۔

٢٤٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي مُزَرِّدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَمِعَ أُذُنَايَ هَاتَانِ، وَبَصُرَ عَيْنَايَ هَاتَانِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدَيْهِ جَمِيعًا بِكَفَّيِ الْحَسَنِ، أَوِ الْحُسَيْنِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمَا وَقَدَمَيهِ عَلَى قَدَمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "ارْقَهْ"، قَالَ: فَرَقِيَ الْغُلَامُ حَتَّى وَضَعَ قَدَمَيْهِ عَلَى صَدْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "افْتَحْ فَاكَ"، ثُمَّ قَبَّلَهُ، ثُمَّ قَالَ: "اللّٰهُمَّ أَحِبَّهُ، فَإِنِّي أُحِبُّهُ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آگے جو ارشاد ہے وہ میرے کانوں نے سنا اور یہ منظر میری آنکھوں نے دیکھا کہ نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت حسن یا حسین رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ ہتھیلیوں سے پکڑے ان کے دونوں پاؤں نبیٔ کریم ﷺ کے پاؤں پر تھے اور پھر حضور ﷺ نے دونوں ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آگے چلو، وہ آگے چلے تو چلتے چلتے انہوں نے نبیٔ کریم ﷺ کے سینے پر اپنے پاؤں رکھ دیے (چھوٹے بچے تھے) پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ منہ کھولو، چنانچہ آپ نے ان کے منہ کا بوسہ دیا اور پھر فرمایا کہ اے اللہ! تو اس سے محبت کر اس لیے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔

بَابُ التَّبَسُّمِ

٢٥٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ،

عَنْ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيرًا رضي الله عنه يَقُولُ: مَا رَآنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا تَبَسَّمَ فِي وَجْهِي وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''يَدْخُلُ مِنْ هَذَا الْبَابِ رَجُلٌ مِنْ خَيْرِ ذِي يَمَنٍ، عَلَى وَجْهِهِ مَسْحَةُ مَلَكٍ''، فَدَخَلَ جَرِيرٌ.

تبسم اور مسکرانے کے بارے میں

ترجمہ: حضرت جریر بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں اسلام لایا اس کے بعد نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب بھی مجھے دیکھا تو میرے سامنے آپ مسکرائے (یعنی جب بھی میرا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آنا ہوا اور آپ کے سامنے میں آیا تو آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے) اور ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ (ایک مخصوص دروازے کی طرف جہاں آپ تشریف فرما تھے وہاں جو دروازہ ہوگا اس کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اشارہ کر کے فرمایا) اس دروازہ سے ایک آدمی داخل ہوگا جو یمن کے بہترین لوگوں میں سے ہے اور اس کے چہرے پر فرشتوں کا نقش ہے (یعنی جیسے فرشتوں کی شکل وصورت ہوتی ہے ایسی ان کی شکل ہے) اس کے بعد اسی دروازے سے حضرت جریر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔

تشریح: اس حدیث کے راوی حضرت جریر ابن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ ہیں، یہ یمن کے قبیلے بنو بجیلہ سے تعلق رکھتے ہیں، بڑے حسین وجمیل تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے دورِ خلافت میں ایک لشکر کے انتخاب کے موقع پر لوگوں کا جائزہ لیا تو ان کو بھی اپنے سامنے سے گذرنے اور چلنے کا حکم دیا، جب یہ وہاں سے گذر گئے تو اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق سنا ہے، گویا ان کے حسن میں ان کا نمونہ موجود ہے۔

اس حدیث میں آپ ﷺ کی مسکراہٹ کا ذکر ہے، ویسے نبیٔ کریم ﷺ کی عادت شریفہ مسکراہٹ ہی کی تھی، آپ قہقہہ لگا کر آواز نکال کر، منہ کھول کر، اندر کا کوّا نظر آئے اس طرح ہنستے نہیں تھے، بلکہ ایسے ہنسنے کو پسند بھی نہیں فرماتے تھے، آپ کی ہنسی صرف مسکراہٹ تھی، یعنی صرف دندان مبارک نظر آئیں اس طرح آپ ﷺ کی مسکراہٹ ہوتی تھی۔

۲۵۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا قَطُّ حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ، إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: وَكَانَ إِذَا رَأَى غَيْمًا أَوْ رِيحًا عُرِفَ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْغَيْمَ فَرِحُوا، رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ فِيهِ الْمَطَرُ، وَأَرَاكَ إِذَا رَأَيْتَهُ عُرِفَتْ فِي وَجْهِكَ الْكَرَاهَةُ؟ فَقَالَ: "يَا عَائِشَةُ، مَا يُؤْمِنِّي أَنْ يَكُونَ فِيهِ عَذَابٌ؟ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ، وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ مِنْهُ فَقَالُوا: ﴿هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا﴾ [الأحقاف: ٢٤]".

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی نبیٔ کریم ﷺ کو اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے اندر سے کوا نظر آتا ہو (یعنی ہنستے ہوئے آپ کا منہ کھلا ہوا جیسا کہ آدمی کبھی کھل کھلا کر قہقہہ لگا کر ہنستا ہے تو اس کا منہ کھل جاتا ہے اور اندر حلق کے اوپر جو گوشت کا ایک ٹکڑا لٹکا ہوا ہے جس کو کوا کہتے ہیں وہ نظر آتا ہے، اس طرح آپ کو قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا) نبیٔ کریم ﷺ کی ہنسی مسکراہٹ تک محدود تھی (اس طرح ہنستے تھے کہ دندان مبارک نظر آئیں اور آواز نہیں نکلتی تھی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ جب وہ بادل کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اس امید میں کہ بارش ہوگی لیکن میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ جب آپ کی نظر بادل پر پڑتی ہے تو آپ کے چہرے پر گویا ناگواری کے، خوف اور دہشت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں کیا بات ہے؟ اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! مجھے کیا اطمینان ہے اس بات کا کہ اس میں عذاب ہو؟ ایک قوم کو ہوا کے ذریعے سے بھی عذاب دیا گیا اور ایک قوم نے عذاب دیکھ کر کہا کہ یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔

تشریح: جب نبیٔ کریم ﷺ کوئی بادل دیکھ لیتے، یا کہیں ہوا چلنے لگتی تو اس کی وجہ سے بھی آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر خوف اور ناگواری کے آثار نمودار ہوجاتے، ہوا کو دیکھ کر اور بادل کو دیکھ کر آپ خوف محسوس کرتے کیونکہ ہوا چلنا یہ بھی خطرے کی ایک گھنٹی ہے ہوسکتا ہے کہ یہ ہوا عذاب لے کر آئی ہو، اس لیے مؤمن کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنے گناہوں کی وجہ سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے کہ پتہ نہیں کس گناہ پر گرفت ہوجائے۔ ایک قوم نے بادل کی شکل میں آتے ہوئے عذاب کو دیکھا یعنی اصل میں ہُوا یہ تھا کہ اس قوم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کو عذاب بھیجنا منظور ہوا تو آٹھ روز تک سخت گرمی پڑی اور ایسی سخت گرمی کہ تالاب اور ندی کا پانی بھی بھاپ بن کر اڑ گیا، اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے بادل بھیجا وہ کالا بادل آتا ہوا دیکھا تو یہ سمجھے کہ شاید بارش ہونے والی ہے، وہ کہنے لگے ﴿هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا﴾ بادل کو دیکھ کر خوش ہوگئے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا اور سب اس بادل کے نیچے آکر کھڑے ہوگئے اور پھر اچانک اس میں سے آگ برسی اور سب کے سب ہلاک کردیے گئے۔

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ جب ایسا ہوچکا ہے تو کیا اطمینان ہے کہ آدمی پر اس بادل

سے آگ نہیں برسے گی؟ اس لیے لوگ بھلے بادل کو دیکھ کر خوش ہوتے ہوں مجھے تو ڈر لگتا ہے، ایک مؤمن کی شان تو یہی ہونی چاہیے کہ وہ ہر وقت حق تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

بَابُ الضَّحِكِ

٢٥٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، عَنْ بُرْدٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَقِلَّ الضَّحِكَ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ".

آواز کے ساتھ ہنسنا

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کم ہنسو اس لیے کہ زیادہ ہنسنا آدمی کے دل کو مار دیتا ہے۔

تشریح: ہماری شریعت نے بالکل ہنسنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ کم ہنسو اور قہقہہ نہ لگاؤ اس لیے کہ جو آدمی ہر وقت ہنستا ہی رہے، اور ہنسنے ہنسانے والے کاموں میں ہر وقت لگا رہے یہ چیز دل کو مار دیتی ہے، اس کے نتیجہ میں آدمی کا قلب اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ فقہاء نے ہنسی کے تین درجے بتلائے ہیں، پہلا درجہ یہ ہے کہ آواز نہ نکلے صرف دندان نظر آئیں جس کو مسکراہٹ کہتے ہیں۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ آواز اتنی نکلے کہ جس کو خود سن سکے، دوسروں کے کانوں تک نہ جائے اس کو ضحک کہتے ہیں اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ اتنی زور سے ہنسے کہ دوسروں کو بھی آواز سنائی دے جس کو قہقہہ کہا جاتا ہے، کھلکھلا کر ہنسنا کہتے ہیں اور اس کی ممانعت اس حدیث شریف میں وارد ہے۔

۲۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''لَا تُكْثِرُوا الضَّحِكَ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ''.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ زیادہ مت ہنسو اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مار دیتا ہے۔

تشریح: زیادہ ہنسنے کے نتیجہ میں آدمی میں غفلت پیدا ہوتی ہے اس لیے کہ دل کی زندگی اور حیات اللہ کی یاد ہے، دل جب تک اللہ کی یاد میں مشغول ہے گویا وہ زندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت یہ دل کی موت ہے اور جب دل میں غفلت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔

۲۵٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه وعنهم قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِهِ يَضْحَكُونَ وَيَتَحَدَّثُونَ، فَقَالَ: ''وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا، وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا''، ثُمَّ انْصَرَفَ وَأَبْكَى الْقَوْمَ، وَأَوْحَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِ: ''يَا مُحَمَّدُ، لِمَ تُقَنِّطُ عِبَادِي؟''، فَرَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ''أَبْشِرُوا، وَسَدِّدُوا، وَقَارِبُوا''.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم ﷺ اپنے مکان سے باہر تشریف لائے، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت وہاں موجود تھی جو آپس میں بات چیت کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے تو نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے

اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر آخرت، حشر، قیامت اور برزخ کے جو حالات میں جانتا ہوں تم جاننے لگو تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ فرما کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکان میں تشریف لے گئے اور آپ کے اس فرمانے کی وجہ سے لوگ رونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی بھیجی کہ اے محمد! آپ میرے بندوں کو مایوس کیوں کرتے ہو؟ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ مکان سے باہر تشریف لائے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ بشارت سن لو اور میانہ روی اختیار کرو اور میانہ روی کے قریب قریب رہو۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب لوگوں کو آخرت سے غافل دیکھا تو فوراً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آخرت کی طرف متوجہ کیا اور لوگوں کو رلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے یہ فرمایا تھا کہ ہنسو کم اور روؤ زیادہ تو بظاہر آپ نے صحابہ کو اعمال کی طرف متوجہ کیا لیکن آدمی ایسے موقع پر اعمال کے اندر جب لگتا ہے تو کبھی وہ غلو کا شکار ہو جاتا ہے اس لیے فرمایا کہ وَسَدِّدُوا اعمال میں میانہ روی اختیار کرو۔

اعمال میں میانہ روی اختیار کرو

دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی توفیق پر ہے، اعمال پر نہیں، اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندہ کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرتا ہے تو اس کا دل دنیا سے اٹھ جاتا ہے اور دنیا کی بے رغبتی پیدا ہو کر آخرت کی طرف رغبت اس کی بڑھ جاتی ہے اور آخرت میں نفع دینے والے اعمال کو وہ زیادہ سے زیادہ اختیار کرتا ہے اور آخرت میں نقصان دینے والے اعمال سے وہ اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ اور اس میں آدمی کبھی غلو کی حد تک پہنچ جاتا ہے یعنی اپنی طاقت سے زیادہ کام لیتا ہے جس کی وجہ سے ایک مدت کے بعد اس کا نفس تھک جاتا ہے اور اصل کام کو بھی آہستہ آہستہ چھوڑ

دیتا ہے اسی کو آپ ﷺ نے اس حدیث شریف میں بتلایا ہے کہ عمل میں میانہ روی اختیار کرو یا میانہ روی کے قریب رہو۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنی سواری کو حد سے زیادہ دوڑاتا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سواری تھک کے ختم ہو جاتی ہے، ہلاک اور برباد ہو جاتی ہے، نہ تو اس کا سفر مکمل ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔ بہر حال اعمال کے اندر بھی میانہ روی اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس کی وجہ سے آدمی جم کر کام کرتا ہے، یعنی اپنی طاقت اور حیثیت کے مطابق کام کرتا ہے، اور میانہ روی کا تعلق صرف نوافل کے ساتھ ہے البتہ فرائض و واجبات میں آدمی کو کوئی اختیار نہیں ہے، فرائض و واجبات کو تو ہر حال میں انجام دینا ہی ہے۔ بعض لوگ نوافل کا تو بہت اہتمام کرتے ہیں اور فرائض میں کوتاہی کرتے ہیں مثلاً بعض لوگ پوری رات عبادت کرتے ہیں اور پھر ایسے بیمار ہوتے ہیں کہ اس کے بعد دس رات تک سوتے ہی رہتے ہیں اب ان کے فرائض بھی ضائع ہو رہے ہیں اور نوافل بھی چھوٹ رہے ہیں، اس کو اس حدیث شریف میں منع کیا جا رہا ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ اگر آپ کو عبادت کرنی ہے تو اپنی طاقت اور اپنی حیثیت کے مطابق کرو جس کے نتیجے میں نفس پر اتنا زیادہ بوجھ نہ پڑے کہ کل جا کر اس کا دوسرا اثر ظاہر ہو (یعنی اصل کام سے بھی رک جائے)

بَابُ إِذَا أَقْبَلَ أَقْبَلَ جَمِيعًا، وَإِذَا أَدْبَرَ أَدْبَرَ جَمِيعاً

۲۵۵- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ مُسْلِمٍ مَوْلَى ابْنَةِ قَارِظٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

رضي الله عنه وعنهم، أَنَّهُ رُبَّمَا حَدَّثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ: حَدَّثَنِيهِ أَهْدَبُ الشُّفْرَيْنِ، أَبْيَضُ الْكَشْحَيْنِ، إِذَا أَقْبَلَ أَقْبَلَ جَمِيعًا، وَإِذَا أَدْبَرَ، أَدْبرَ جَمِيعًا، لَمْ تَرَ عَيْنٌ مِثْلَهُ، وَلَنْ تَرَاهُ.

جب کسی کی طرف متوجہ ہوتو پوری طرح توجہ کرے اور جب رخ پھیرے تو پوری طرح رخ پھیرے

ترجمہ: موسیٰ ابن مسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کبھی نبیٔ کریم ﷺ کی کسی حدیث کو بیان کرتے تھے تو حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک لینے کے بجائے ان الفاظ سے حضور ﷺ کو یاد کرتے تھے، کہتے تھے مجھے یہ بات بتلائی باریک اور لمبی پلکوں والی، سفید کوکھ والی یا سفید کمر والی ذات نے (یعنی جو حسین وجمیل تھے) آپ جب کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتے تھے تو پورے متوجہ ہوتے تھے اور جب کسی جانب سے رخ پھیرتے تھے تو پورا رخ پھیر لیتے تھے اور کسی آنکھ نے ان جیسا حسین نہ تو دیکھا ہے اور نہ آئندہ دیکھیں گی۔

تشریح: اس حدیث میں نبیٔ کریم ﷺ کی ایک عادت شریفہ کا ذکر ہے کہ جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تھے تو پورے طور پر متوجہ ہوتے تھے یعنی یہ نہیں کہ خالی کنکھیوں سے دیکھ لیا اور اگر پیچھے دیکھنا ہے تو پورے گھوم کر دیکھتے تھے۔

دوسری چیز اس حدیث میں آپ ﷺ کا حسن و جمال بیان کیا گیا ہے آپ ﷺ کا حسن و جمال حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جہاں بیان کیا ہے وہاں عموماً اسی طرح کے جملے آتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اسی طرح ہے کہ کسی آنکھ نے نہ تو ایسا حسن دیکھا اور نہ آئندہ دیکھ سکے گی۔

بَابُ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

٢٥٦ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه وعنهم قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي الْهَيْثَمِ: ”هَلْ لَكَ خَادِمٌ؟“ قَالَ: لَا، قَالَ: ”فَإِذَا أَتَانَا سَبْيٌ فَأْتِنَا“ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ، فَأَتَاهُ أَبُو الْهَيْثَمِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”اخْتَرْ مِنْهُمَا“، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اخْتَرْ لِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ، خُذْ هَذَا، فَإِنِّي رَأَيْتُهُ يُصَلِّي، وَاسْتَوْصِ بِهِ خَيْرًا“، فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: مَا أَنْتَ بِبَالِغٍ مَا قَالَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنْ تُعْتِقَهُ، قَالَ: فَهُوَ عَتِيق فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”إِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيفَةً، إِلَّا وَلَهُ بِطَانَتَانِ: بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَبِطَانَةٌ لَا تَأْلُوهُ خَبَالًا، وَمَنْ يُوقَ بِطَانَةَ السُّوءِ فَقَدْ وُقِيَ“.

جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی خدمت کرنے والا نہیں ہے؟ (تم اکیلے پانی لینے بھی گئے تھے اور یہ سب کام بھی اکیلے تم نے کیے) تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں ہے، اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ اچھا جب ہمارے پاس قیدی اور غلام آئیں تو تم ہمارے پاس آجانا ہم تمہیں دیں گے، راوی کہتے ہیں کہ ایک موقع پر نبیٔ کریم ﷺ کے

پاس دو غلام لائے گئے، تیسرا نہیں تھا (دو ہی تھے) تو ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ ہمارے پاس جب غلام آئے تو آنا اس لیے میں حاضر ہوا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دو ہیں ان میں سے تم پسند کرلو، اس پر انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ہی انتخاب کر کے عنایت فرمادیں۔ حضور ﷺ نے پہلے تو ایک اصولی بات فرمائی کہ جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امانت دار ہوتا ہے (اس امانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ مشورہ لینے والے کے حق میں جو چیز بہتر ہو اسی کا وہ اس کو مشورہ دے چنانچہ آپ مجھ ہی سے کہہ رہے ہیں کہ میں ہی انتخاب کر کے دوں) حضور ﷺ نے دو میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا کہ اس کو لیجاؤ اور وجہ بھی بتلادی کہ میں نے اس کا انتخاب اس لیے کیا کہ میں نے اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے (جب وہ اللہ کا حق ادا کرتا ہے تو بندہ کا حق بھی ضرور ادا کرے گا) اور پھر آپ ﷺ نے ایک بات یہ بھی فرمائی کہ اس کے حق میں میری طرف سے بھلائی کا سلوک کرنے کی تاکید قبول کرو۔ (مطلب یہ کہ اس کے ساتھ بھلائی کا اور اچھا سلوک کرنا) اب وہ گھر آئے اور انہوں نے بیوی کو بتلایا کہ حضور ﷺ نے یہ غلام عنایت فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، تو ان کی بیوی نے کہا کہ حضور ﷺ نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو کہا ہے (اور پتہ نہیں ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کر بھی سکتے ہیں یا نہیں؟) لہٰذا اچھے سلوک کا تقاضا ہی یہ ہے کہ ہم اس کو آزاد ہی کردیں (اس سے بڑھ کر اچھا سلوک اور کیا ہوسکتا ہے؟) تو اس عورت نے کہا کہ اس کو آزاد کردو، تو انہوں نے بھی کہا کہ وہ آزاد ہے (اب حضور ﷺ کو پتہ چلا کہ ایک تو ان کے پاس غلام تھا ہی نہیں اور جب ملا تو انہوں نے اس کو بھی آزاد کردیا اور آپ ﷺ کو یہ بھی پتہ چلا کہ بیوی نے یہ مشورہ دیا تھا) اس پر حضور ﷺ نے قدرت کا ایک نظام اور اصول بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی اور ان کے کسی نائب کو نہیں بھیجا مگر اس کی طرف سے ہر ایک کو مشیر اور راز دار دیے جاتے ہیں جو اس کو اچھی بات کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں، اور ایک دوسرا مشیر وہ ہوتا ہے

جواس کو ہلاک کرنے میں کوئی کمی نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کو اس برے مشیر کے شر سے
بچا لیا گیا تو یوں سمجھو کہ وہ محفوظ رہا۔

راویٔ حدیث حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات

تشریح: حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک انصاری صحابی ہیں، ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے مکان سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی باہر تشریف لائے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی باہر نکلے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے بھوک کا احساس ہوا اور کھانے کے لیے کوئی چیز گھر میں نہیں تھی اس وجہ سے کھانے کی تلاش میں باہر نکلا ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بھی بھوک کا احساس ہے اور میں بھی اسی غرض سے باہر نکلا ہوں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو اسی وجہ سے نکلا تھا کہ حضور کی زیارت ہو جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چلو ابوالہیثم رضی اللہ عنہ (جو کہ ایک انصاری صحابی ہیں) ان کے یہاں جاتے ہیں، وہ باغ کے مالک تھے چنانچہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے باغ پر تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے تو وہاں ان کی بیوی تھی اور شوہر گھر پر موجود نہیں تھے، پوچھا کہ تمہارے شوہر کہاں گئے؟ تو اس نے کہا کہ وہ میٹھا پانی لینے کے لیے گئے ہیں، بس ابھی بات ہو ہی رہی تھی کہ اتنے میں وہ بھی پہنچ گئے، جب ابوالہیثم رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو وہ آکر لپٹ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لاکر ایک جگہ بٹھایا، پہلے تو کچھ کھجوریں لاکر رکھیں، پھر بکری کا بچہ ذبح کرنا چاہتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دودھ دینے والی بکری ذبح مت کرنا، اس لیے کہ گوشت ہی کھانا ہے، دودھ والی بکری

اگر آپ ذبح کریں گے تو دودھ کا فائدہ ختم ہو جائے گا اور جو دودھ نہیں دے رہی ہے اس کو ذبح کرنے سے گوشت کا کام بھی حاصل ہو جائے گا اور دودھ کا فائدہ بھی منقطع نہیں ہوگا۔

حدیث شریف کا مطلب

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مشورہ لینے والے کے حق میں اس کام کے متعلق جو چیز مفید ہو اور اس کے لیے دنیا اور آخرت کی خیر کا جو ذریعہ ہو اسی کو بتلائے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی نبی کو بھیجتے ہیں تو ان کے ساتھ ان کا مشیر و راز دار بھی ہوتا ہے، اسی طرح جس کسی کو اللہ کی طرف سے کچھ اختیارات دیئے جاتے ہیں مثلاً کوئی حکمران ہوتا ہے، کسی کو کوئی عہدہ یا کوئی ذمہ داری دی جاتی ہے، کسی کو متولی بنا دیا گیا، کسی کو کہیں کا صدر بنا دیا گیا، کہیں کا ذمہ دار بنا دیا گیا تو ایسے لوگوں کے ساتھ بھی دو قسم کے آدمی ہوتے ہیں ایک اچھا مشورہ دینے والے اور دوسرا برا مشورہ دینے والے، یہ قدرت کا نظام ہے، یہ نہیں ہو سکتا کہ صرف برا مشورہ دینے والے ہی ہوں، اچھا مشورہ دینے والے نہ ہوں، بس اسی طرح ہمارے اہم اور اندرونی کام کے اندر بھی مشورہ دینے والے دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ مشیر اور راز دار ہوتا ہے جو اس کو بھلی بات کا مشورہ دیتا ہے، بھلی بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور بری بات سے روکتا ہے اور دوسرا مشیر وہ ہوتا ہے جو اس کو ہلاک کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتا۔ مطلب یہ کہ اگر وہ برا مشورہ دینے والے کی بات پر عمل کرے گا تو اس کے لیے بربادی ہی بربادی ہے۔

ہماری ایک بری سوچ

کوئی شخص کسی چیز کا ذمہ دار ہے اور اس کے ساتھ کچھ حضرات ہیں جن میں سے بعض اس کے مشیر بھی ہیں جن سے وہ اپنے اہم امور میں مشورہ لیتا ہے تو اس کے بارے میں ہمارا ایک غلط مزاج بن گیا ہے کہ جب کبھی کوئی ایسی بات جو ہماری طبیعت کے خلاف ہے وہ ہمارے اپنے بڑے کی طرف سے صادر ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک وہ بات قابل اعتراض ہوتی ہے تو لوگ سارا الزام اسی مشیر پر ڈالتے ہیں، حالانکہ کسی نے اس کو مشورہ دیتے ہوئے دیکھا ہے؟ اسی طرح یہ غلط کام جو ہمارے بڑے کی طرف سے صادر ہوا تو اس غلط کام کے بارے میں کوئی ضروری نہیں کہ اسی نے اس کا مشورہ دیا تھا، ہوسکتا ہے کہ اس نے صحیح مشورہ دیا ہو لیکن جس کو مشورہ دیا گیا اس نے اس پر عمل نہ کیا ہو اور کسی دوسرے غلط مشورہ دینے والے کی بات پر اس نے عمل کرلیا ہو۔ اس لیے بہرحال! اس قسم کے لوگوں کا جو حلقہ ہوتا ہے ان کے آس پاس کے لوگ ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے مطابق یہ گمان کرنا کہ یہ برا ہی مشورہ دیتے ہیں یہ درست نہیں ہے، قدرت کا نظام یہی ہوتا ہے کہ دونوں قسم کے لوگ اس کو حاصل ہوتے ہیں اب یہ اس کی سعادت مندی اور خوش قسمتی کی بات ہے کہ اچھا مشورہ دینے والوں کی بات پر وہ عمل کرے یا یہ کہ وہ اپنی شقاوت اور بدبختی کی وجہ سے ان برے مشورہ دینے والوں کے مشوروں پر عمل کرے

بَابُ الْمَشُورَةِ

۲۵۷ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ حَبِيبٍ،

عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ: قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ: "وَشَاوِرْهُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ".

یہ باب ہے مشورہ کے بارے میں

ترجمہ: عمرو ابن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر کے اندر یوں فرمایا: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي بعض الْأَمْرِ﴾ بعض امور میں مشورہ لو۔

تشریح: مشورہ کا حکم کسی چیز کا فیصلہ کرنے سے پہلے ہوتا ہے، آج کل عام مزاج یہ بنا ہوا ہے کہ آدمی اپنے طور پر ایک بات طے کر لیتا ہے پھر مشیر کے پاس جاتا ہے اور خود طے کیا ہوا جو ایک پہلو ہے اسی کو سامنے رکھ کر ساری بات کرتا ہے اور مشیر کے سامنے ایک ہی پہلو رکھتا ہے اب ظاہر بات ہے مشیر اسی پہلو کا مشورہ دیگا اس لیے کہ اس کے سامنے دوسرا پہلو آیا ہی نہیں اور وہ شخص لوگوں سے کہتا ہے کہ مجھے فلاں صاحب نے یہ مشورہ دیا اس لیے میں یہ کرتا ہوں، بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ مشورہ دوسرے فریق کے خلاف ہوتا ہے، دوسرا فریق مشیر کے درپے ہو جاتا ہے کہ آپ نے فلاں کو ایسا مشورہ کیوں دیا تھا کہ یوں کرو یا ایسا کرو؟ مثلاً ایک آدمی اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے اس نے بیوی کی کیفیات بیان کیں ان کیفیات کے پیش نظر مشیر نے یہ سمجھا کہ اس کے لیے طلاق دینا ہی مناسب ہے، اب وہ شخص دوسرے کو کہتا ہے کہ فلاں نے یہ مشورہ دیا اس لیے میں طلاق دے رہا ہوں، اب اس عورت کے رشتہ دار مشیر کے پاس جا کر اس کے سر چڑھ بیٹھتے ہیں کہ آپ نے یہ مشورہ دیا اور ہماری بیٹی کو الگ کروا دیا۔ یہ سب غلط طریقے ہیں ان سب باتوں کا تعلق اپنی نفسانی

خواہشات کے ساتھ ہے، مشورہ میں یہ نہیں ہوتا کہ میں نے فلاں سے مشورہ لیا اس کے حکم سے کام کررہا ہوں، اب اگر آپ ایمانداری سے ان کے سامنے سارے حالات رکھتے اور پھر اس پر آپ کو مشورہ دیا جاتا تو اس صورت میں آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ میں نے فلاں کے مشورہ پر عمل کیا۔

خلاصہ یہ کہ پوری بات مشیر کے سامنے رکھی جائے اور اس پر جو بھی فیصلہ ہو اسی پر راضی رہے اور یہ سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فیصلہ ہے ﴿فاذا عزمت فتوکل علی اللہ﴾ مشورہ کا خلاصہ یہ نکلا کہ آپ اپنا کوئی پہلو طے کرنے سے پہلے رائے لیں۔

دوسری بات مشیر کے متعلق ہے کہ اس کی امانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ سب لوگوں سے قطع نظر ہو کر مشورہ لینے والے نے جو کیفیات بیان کی ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے نزدیک جو خیر ہو اس کا مشورہ دے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز میں مشورہ لینا کوئی ضروری نہیں، بعض اہم امور ہوتے ہیں صرف ان میں مشورہ لیا جا سکتا ہے۔

٢٥٨ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ السَّرِيِّ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: وَاللهِ مَا اسْتَشَارَ قَوْمٌ قَطُّ إِلَّا هُدُوا لِأَفْضَلِ مَا بِحَضْرَتِهِمْ، ثُمَّ تَلَا: ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ﴾ [الشورى: ٣٨] .

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم کسی قوم نے جب مشورہ کیا تو ان کو جو معاملہ درپیش ہے ان کے لیے اس کے اندر جو بہتر ہے اسی کی طرف اللہ کی طرف سے ان کو رہنمائی دی جاتی ہے اور اس کے بعد انہوں نے یہ آیت پڑھی ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ﴾ ان کے معاملات آپس کے مشوروں سے طے ہوتے ہیں۔

تشریح: ﴿وَأَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ﴾ اس آیت کریمہ میں حضرات انصار کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ کے ہجرت کر کے تشریف لانے سے پہلے ہی سے انصار کا مزاج یہی تھا کہ وہ آپس میں مشورہ کر کے معاملات طے کرتے تھے گویا اس آیت میں انصار کی ایک خوبی بیان کی گئی ہے۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيهِ بِغَيْرِ رُشْدٍ

۲۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ'' ''وَمَنِ اسْتَشَارَهُ أَخُوهُ الْمُسْلِمُ، فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِغَيْرِ رُشْدٍ فَقَدْ خَانَهُ'' ''وَمَنْ أُفْتِيَ فُتْيَا بِغَيْرِ ثَبْتٍ، فَإِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ''.

کسی نے اپنے بھائی کو ناواقفیت کے باوجود مشورہ دیا، اس کا کیا گناہ ہے؟

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری طرف ایسی بات کی نسبت کی جو میں نے نہیں کہی (یعنی حضور نے وہ بات نہیں فرمائی پھر بھی کسی نے یوں کہا کہ یہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے) تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے اور جس سے اس کے مسلمان بھائی نے کسی چیز میں مشورہ لیا اور ناواقفیت کے باوجود اس نے مشورہ دیا تو اس نے اس کے ساتھ خیانت کی۔ اور جس نے کسی کو بغیر کسی دلیل کے فتویٰ دیا (یعنی ایک ناواقف اور لاعلم شخص نے کسی کو غلط مسئلہ بتلایا) اور اس صورت میں اس کے غلط بتلانے کے مطابق کسی نے عمل کیا تو اس کا گناہ غلط فتویٰ دینے والے پر ہے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مشیر کو چاہیے کہ جس چیز میں وہ مشورہ دے اس کے بھلے برے اور اس کے ٹھیک اور غلط سے پورے طور پور واقف ہو اور اگر واقفیت نہیں ہے تو اس سلسلے میں وہ مشورہ نہ دے، اس لیے کہ جب تم اس معاملے سے واقف نہیں ہو تو تمہیں کیا پتہ کہ اس کے لیے کس چیز میں بھلائی ہے؟ اور کس چیز میں نقصان ہے؟ ایسا مشورہ ایک طرح کی خیانت ہے، اور پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ جس سے مشورہ لیا جا رہا ہے وہ تو امانت دار ہے ہمارے پاس بعض لوگ آتے ہیں کہ فلانا کاروبار شروع کرنا چاہتے ہیں اس سلسلے میں مشورہ چاہیے تو ہم انہیں کہتے ہیں کہ اس نوع کا جو کاروبار کرتے ہیں ان سے پوچھو کہ اس میں آپ کے لیے مناسب ہے یا نہیں، ہمارا کام تو دعا کرنا ہے، دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے خیر کا فیصلہ فرمائے، ہاں جو چیز ایسی ہے جو لوگوں سے سن کر ہمارے علم میں آئی ہے، یا بعض ایسی چیزیں ہیں جو ہم نے دیکھی ہیں اور اس سلسلے میں ہمارا رجحان یہ ہے کہ اس کو بتانے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے تو اب اس کا مشورہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

بَابُ التَّحَابِّ بَيْنَ النَّاسِ

٢٦٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُسْلِمُوا، وَلَا تُسْلِمُوا حَتَّى تَحَابُّوا، وَأَفْشُوا السَّلَامَ تَحَابُّوا، وَإِيَّاكُمْ وَالْبُغْضَةَ، فَإِنَّهَا هِيَ الْحَالِقَةُ، لَا أَقُولُ لَكُمْ: تَحْلِقُ الشَّعْرَ، وَلَكِنْ تَحْلِقُ الدِّينَ"

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ مِثْلَهُ.

لوگوں کا آپس میں محبت رکھنا

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ جنت میں نہیں داخل ہو سکتے یہاں تک کہ اسلام نہ لاؤ (جب تک اسلام نہیں قبول کرو گے، ایمان نہیں لاؤ گے وہاں تک جنت میں نہیں جا سکتے) اور کامل مسلمان نہیں بنو گے جب تک کہ آپس میں محبت کا تعلق قائم نہ کرو، ایک دوسرے کے ساتھ یگانگت اور محبت جب تک نہیں کرو گے وہاں تک کامل مسلمان نہیں بنو گے اور سلام کو خوب رواج دو، پھیلاؤ، یہ سلام کا پھیلانا تمہارے لیے آپس میں محبت کے بڑھنے کا ذریعہ بنے گا، اور آپس میں بغض اور عداوت اور دشمناوٹ رکھنے سے بچو اس لیے کہ یہ عداوت اور دشمناوٹ مونڈنے والی ہے (یہ کس کو مونڈتی ہے؟ بالوں کو مونڈتی ہے) میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے (یعنی اس کی وجہ سے سارا دین ختم ہو جاتا ہے اس لیے کہ عداوت کے نتیجے میں وہ اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوگا اور اس کو نقصان پہنچانے کے لیے اور ذلیل اور رسوا کرنے کے لیے مختلف طریقے اور تدبیریں اختیار کرے گا اور یہی چیز اس کے لیے دینی اعتبار سے ہلاکت کا ذریعہ بنے گی۔

تشریح: حدیث شریف میں آپس میں محبت اور الفت کی تاکید کی گئی ہے، آپس میں محبت کا اور یگانگت کا سلوک اور معاملہ کرنے کی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے اور اس کے لیے جو اسباب ہیں مثلاً آپس میں سلام کو رواج دینا، ایک دوسرے کو سلام کرنا، اسی طرح ہدیہ کا لین دین یہ بھی محبت کو پیدا کرنے والا ہے؛ لہٰذا اس کا رواج دیا جائے۔

بَابُ الْأُلْفَةِ

٢٦١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَفِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، رضي الله عنهما عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ رُوحَ الْمُؤْمِنَيْنِ لَيَلْتَقِيَانِ فِي مَسِيرَةِ يَوْمٍ، وَمَا رَأَى أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ".

الفت اور انسیت کے بارے میں

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو مؤمنوں کی روحیں ایک دن کی مسافت کے باوجود آپس میں ایک دوسرے سے ملتی ہیں حالانکہ انمیں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی کو دیکھا بھی نہیں

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ روحوں کو قدرتی طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت دی گئی ہے (اِنَّ الْاَرْوَاحَ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ) حدیث میں آتا ہے کہ یہ روحیں ان کی مختلف جماعتیں ہیں اور ازل میں جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے عہد الست لیا تھا، اس وقت جو آپس میں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے ان دونوں میں دنیا میں آپس میں الفت اور انسیت پیدا ہوتی ہے اور اسی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ بہت سی مرتبہ ایک آدمی سورت میں رہتا ہے اور دوسرا دہلی میں رہتا ہے حالانکہ ملاقات بھی نہیں ہوئی، صرف نام سنا ہے، لیکن قلبی طور پر اس کے ساتھ اس کو محبت اور الفت اور تعلق ہوا کرتا ہے یہ اسی روح کی مناسبت کا نتیجہ ہے۔

٢٦٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: النِّعَمُ تُكْفَرُ، وَالرَّحِمُ تُقْطَعُ، وَلَمْ نَرَ مِثْلَ تَقَارُبِ الْقُلُوبِ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نعمتوں کی ناشکری کی جاتی ہے، اور رشتہ داریاں قطع کی جاتی ہیں، دلوں کے ایک دوسرے کے قریب ہونے جیسی چیز ہم نے نہیں دیکھی۔

تشریح: اس حدیث میں تین چیزیں ذکر کی گئی ہیں:

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بہت سی نعمتیں بندوں کو ملی ہیں، لیکن بندوں کی طرف سے ان نعمتوں کے حقوق کی ادائیگی اور شکر گذاری کی بجائے ان کی حق تلفی اور ناشکری کی جاتی ہے، گویا یہ ایک عام رواج ہے۔

(۲) رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کی بجائے ان کے حقوق کو ضائع کر کے ان رشتہ داریوں کو گویا توڑا جاتا ہے اس لیے کہ جب ان کے حقوق ادا نہیں ہونگے تو وہ رشتہ داری باقی نہیں رہے گی۔ رشتہ داری تو باقی رہتی ہے آپسی حقوق کی ادائیگی کی وجہ سے، اب جب حقوق کو ضائع کیا جارہا ہے تو رشتہ داری ختم ہوجائے گی۔

(۳) بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے دل اور دو اہل ایمان کے دل ایک دوسرے سے مانوس اور قریب ہوا کرتے ہیں اور بظاہر کوئی اور سبب بھی نہیں ہوتا، لیکن قدرتی طور پر اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کی طرف میلان اور الفت اور انسیت رکھی ہے۔

٢٦٣ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ،

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْنٍ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُرْفَعُ مِنَ النَّاسِ الْأُلْفَةُ.

ترجمہ: عمیر ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں یہ بات کرتے رہتے تھے (گویا یہ چیز ہمارے درمیان عام طور پر موضوع بحث بنی رہتی تھی) کہ لوگوں میں سے جو سب سے پہلی چیز اٹھائی جائے گی وہ آپس کی انسیت ہوگی۔

تشریح: عمیر بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات ہمارے درمیان اکثر موضوع بحث رہتی تھی کہ ایک دوسرے کے ساتھ جو تعلق، انسیت اور ربط ہوتا ہے وہ سب سے پہلے ختم ہو جائے گا اور ایک دوسرے کے درمیان اجنبیت سی پیدا ہو جائے گی۔

بَابُ الْمِزَاحِ

٢٦٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ: أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ - وَمَعَهُنَّ أُمُّ سُلَيْمٍ - فَقَالَ: "يَا أَنْجَشَةُ، رُوَيْدًا سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ" قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: فَتَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَلِمَةٍ لَوْ تَكَلَّمَ بِهَا بَعْضُكُمْ لَعِبْتُمُوهَا عَلَيْهِ، قَوْلُهُ: "سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ".

ترجمہ: حدیث کے راوی حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم اور صحابی ہیں ان سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس تشریف لائے اور وہاں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ایک صحابی حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ وہ حدی پڑھ رہے تھے اور ان کو حدی پڑھتا ہوا سن کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے انجشہ! ذرا آہستہ اور اس طرح حدی پڑھو جس طرح تم آب

گینوں کو چلا رہے ہو (ابو قلابہ رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس واقعے کو نقل کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے مخاطبین کو یعنی جن کے سامنے یہ حدیث بیان کی (بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اہل عراق کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں) ان کو یہ فرمایا کہ یہاں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسا کلمہ اپنی زبان مبارک سے نکالا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کی شخصیتوں کو کانچ کے برتن یا آب گینوں سے تعبیر کیا، گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسا جملہ اپنی زبان مبارک سے اداء فرمایا کہ اگر کوئی دوسرا آدمی بولتا تو لوگ ضرور اعتراض کرتے۔

مزاح کی چند قسمیں ہیں

تشریح:

(۱) ایک مزاح جس کو ٹھٹھا کہتے ہیں یعنی آدمی کسی کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جس کی وجہ سے اس کی تحقیر ہو، لوگوں کے سامنے کسی کو ذلیل کرنے کے لیے کوئی معاملہ کرنا اس کو ٹھٹھا اور مذاق کہتے ہیں یہ تو حرام ہے، اس لیے کہ اس سے ایک مؤمن کی تحقیر ہوئی اور شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔

(۲) ایک اور مزاح جس کی بعض روایتوں میں ممانعت آئی ہے اس کی توجیہ اور اس کا مطلب یہ بتلایا گیا ہے کہ کوئی آدمی بہت کثرت سے مذاق کرتا رہتا ہے، اگرچہ کسی کی دل شکنی، توہین اور تحقیر نہیں کرتا، لیکن گویا اس نے اس کو اپنا ایک مشغلہ بنالیا ہے اس کی وجہ سے اس کا وقار اور متانت باقی نہیں رہتی، اس کی وجہ سے دل میں سختی بھی آجاتی ہے اور غفلت پیدا ہوجاتی ہے اس لیے اس کو پسند نہیں کیا گیا۔

(۳) ایک مزاح جس کو خوش طبعی اور دل لگی سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی کوئی ایسی بات کر دینا جس کی وجہ سے سامنے والے کی طبیعت خوش ہوجائے اور اس بات کو سن کر

گویا مجلس میں ایک سرور کی کیفیت پیدا ہو جائے اور کسی کی دل شکنی، بے عزتی، توہین اور تحقیر بھی نہ ہو اس کو کہا جاتا ہے خوش طبعی۔ لوگوں کی طبیعتوں میں کاموں میں مشغول ہونے، پڑھنے پڑھانے اور اسی طرح ذہنی کاموں میں مشغولی کی وجہ سے ان کے مزاج میں گویا ایک طرح کا روکھا پن آجاتا ہے اس روکھے پن کو خوش طبعی لانے والے جملوں سے دور کیا جاتا ہے، اس کو گویا پسند کیا گیا اور اس کو اچھا قرار دیا گیا، حضور ﷺ نے اس طرح کی خوش طبعی اور مذاق کی اجازت دی ہے۔

حدی کی تعریف اور مقصد

حدیث کے راوی حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ کے سفر کا ایک واقعہ آپ ﷺ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم ﷺ اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس تشریف لائے اور وہاں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ایک صحابی حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ حدی پڑھ رہے تھے، اور روایتوں میں آتا ہے کہ یہ حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابو ماریہ ہے وہ بہت اچھی اور حسین آواز والے تھے اور آزاد کردہ سیاہ فام غلام تھے، عربوں میں سفر کے دوران رات کے وقت جب قافلے اونٹوں پر سفر کیا کرتے تھے تو ایسے حضرات متعین کر دیے جاتے تھے جو حدی پڑھتے تھے اور اس حدی کے پڑھنے کی وجہ سے اونٹ بہت تیزی سے چلتے تھے، یعنی اونٹ عام طور پر اتنے تیز رفتار نہیں ہوتے اگر حدی نہ پڑھی جائے، اور اگر حدی پڑھی جاتی ہے تو اس کو سن کر اونٹوں کے اندر ایک قسم کی مستی آتی ہے اور وہ بہت تیز چلتے ہیں جیسے بچوں کو مائیں لوری دیتی ہیں

جسے سن کر بچے رونا بند کر دیتے ہیں اور سو جاتے ہیں۔

سوقک بالقواریر کی تشریح

حضور ﷺ نے ان کو حدی پڑھتے ہوئے دیکھ کر ارشاد فرمایا: سوقک بالقواریر، قواریر قَارُوْرَۃ کی جمع ہے، قواریر، شیشہ، آب گینہ یا کانچ کے برتن کو کہتے ہیں، اس لیے اونٹوں کے اوپر جو عورتیں سوار تھیں ان کو کانچ کے برتن سے تعبیر کیا اور فرمایا کہ اس طرح حدی پڑھو جس طرح تم کانچ کے برتنوں کو لیجاتے ہو یا جس طرح تم آب گینوں کو چلا رہے ہو۔ اس جملے کے دو مقصد بیان کیے ہیں، ایک تو یہ کہ یہ حدی ایسی پڑھتے تھے جس کی وجہ سے اونٹ بڑی تیزی سے چلتے تھے، اب عورتیں اپنی جسمانی ساخت کے اعتبار سے مردوں کے مقابلے میں کمزور ہوتی ہیں یعنی ان کا جسم اتنی سختی اور مشقت کو برداشت نہیں کر سکتا جتنا مردوں کا جسم برداشت کر سکتا ہے اور یہ اس طرح کی حدی پڑھتے تھے کہ اس کے نتیجہ میں اونٹوں کی رفتار میں جھٹکا پیدا ہو جاتا تھا تو اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ ذرا آہستہ پڑھو جیسا کہ تم نے اونٹوں کے اوپر کانچ کے برتن رکھے ہوئے ہوں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ اپنی گاڑی میں کانچ کے برتن لے کر جا رہے ہوں تو اس وقت آپ گاڑی کو بہت دھیرے سے چلائیں گے کہ کہیں جھٹکا لگ گیا تو وہ ٹوٹ نہ جائیں، اسی طرح سے یہاں گویا ان کی جسمانی کمزوری کے پیش نظر نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ کو تاکید فرمائی کہ اتنی زور سے حدی نہ پڑھو۔

دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ چونکہ ان کی آواز بہت اچھی تھی تو نبیٔ کریم

ﷺ کو خطرہ لاحق ہوا کہ ان کی اچھی آواز کو سن کر عورتوں کے دلوں کے اندر دوسرے جذبات پیدا ہوں گے، چونکہ عورتوں کے جذبات مردوں کے مقابلے میں جلد برانگیختہ ہو جاتے ہیں، اس لیے نبیٔ کریم ﷺ فرما رہے ہیں کہ ایسی حدی نہ پڑھو اتنی حسین آواز سے کہ جس کی وجہ سے یہ عورتیں فریفتہ ہو جائیں، فتنے میں مبتلا ہو جائیں، یہاں عورتوں کو تشبیہ دی کانچ کے برتن کے ساتھ کہ جس طرح کانچ کے برتن کو بہت سنبھال کر رکھنا پڑتا ہے کہ معمولی سی حرکت بھی اس کے لیے نقصان کا باعث بن سکتی ہے اسی طرح یہاں پر بھی تم اپنی حدی کے ذریعہ ان کے لیے فتنے کا باعث نہ بنو، چنانچہ بہت سارے حضرات نے دوسرے مطلب کو راجح قرار دیا ہے۔

٢٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيهِ أَوْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا؟ قَالَ: ''إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا''.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نبیٔ کریم ﷺ سے بطور تعجب یہ سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ہم سے خوش طبعی کرتے ہیں، آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں اس خوش طبعی اور مذاق میں بھی کوئی جملہ حق کے سوا نہیں نکالتا۔

آپ ﷺ کی خوش طبعی کی بڑی وجہ

تشریح: حضور اکرم ﷺ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ خوش طبعی اور مزاح کا معاملہ اس لیے فرماتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے

نبیٔ کریم ﷺ کو فطری طور پر رعب عطا فرمایا تھا، حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا رعب ایک مہینے کی مسافت تک جاتا ہے، یعنی ایک مہینے کی دوری تک حضور کے رعب کا اثر پڑتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو بطور معجزہ یہ کیفیت عطا کی گئی تھی، اب ظاہر ہے کہ اہل مجلس پر اس رعب کا کیا اثر ہوتا ہوگا؟ اگر آپ صحابہ کے ساتھ اس طرح بے تکلفی اور خوش طبعی کا معاملہ نہ فرماتے تو صحابہ کے لیے نبیٔ کریم ﷺ سے فائدہ اٹھانا، فیض حاصل کرنا، بات کرنا، سوال پوچھنا اور معلومات حاصل کرنا مشکل ہوجاتا اور وہ سہمے سہمے رہتے، آپ کی مجلس ایک گھبراہٹ والی مجلس بن جاتی، اس وجہ سے حضور کبھی کبھار خوش طبعی فرما کر لوگوں کی ہیبت کو دور کرتے تھے تاکہ ان کے لیے حضور ﷺ سے استفادہ کرنا اور پوچھنا آسان ہوجائے۔ آپ ﷺ نے اس طرح خوش طبعی کا معاملہ کر کے آنے والی امت کے لیے بھی آسانی کردی کہ جس طرح آپ ﷺ کا ایک رعب ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اہل علم اور اللہ والوں کو بھی آپ ﷺ کے رعب کا کچھ حصہ دیا ہے، اس لیے ہمارے اکابر کے حالات میں بھی اس طرح کا مزاح اور خوش طبعی کا معاملہ کرنا ملتا ہے تاکہ آنے والے ان سے صحیح طرح استفادہ کرسکیں، اسی سے اہل علم اور اہل اللہ کو بھی رہنمائی ملتی ہے کہ اپنے متعلقین کے ساتھ وہ بھی خوش طبعی کا معاملہ کریں تاکہ ان کے لیے ان سے استفادہ کرنا اور پوچھنا آسان ہوجائے، ورنہ وہ اگر اپنا منھ بنائے بیٹھے رہیں گے تو اس صورت میں ان کے مستفیدین اور متعلقین کے لیے ان سے پوچھنا اور استفادہ کرنا مشکل ہوجائے گا، یہ بھی ایک سنت ہے جو الحمدللہ اب تک جاری ہے۔

٢٦٦ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ حَبِيبٍ أَبِي مُحَمَّدٍ،

عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَادَحُونَ بِالْبِطِّيخِ، فَإِذَا كَانَتِ الْحَقَائِقُ كَانُوا هُمُ الرِّجَالَ .

ترجمہ: حضرت بکر ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ کے صحابہ آپس میں خوش طبعی اور مذاق کرتے تھے یہاں تک کہ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کھانے کے دوران تربوز کی کاشیں ایک دوسرے کو مارتے تھے، لیکن جب حقائق پر بحث ہوتی یا کسی مسئلے پر گفتگو ہو رہی ہوتی تو وہ مردان کار ہو جاتے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مذاق ایسا نہیں تھا کہ چوبیس گھنٹے ان کی طبیعتوں اور مزاج کے اوپر مذاق سوار رہتا ہو، ہاں کبھی ایسا ہوتا تھا کہ مزاحی جملے بیان کر دیے اور جہاں کسی مسئلے میں سنجیدگی اور غور وفکر کی ضرورت ہوتی تھی تو اس وقت ان کی وہ شان بھی ظاہر ہوتی تھی، کانوا ھم رجال وہی مردان کار ہوا کرتے تھے، یعنی اس وقت کوئی یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ یہ کبھی اس طرح کا مذاق بھی کرتے ہوں گے یہی مؤمن کی شان ہونی چاہیے جہاں جیسا موقع ہو اس کے مطابق اپنا مزاج بنانا چاہیے۔

٢٦٧ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ رضي الله عنه قَالَ: مَزَحَتْ عَائِشَةُ رضي الله عنها عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ أُمُّهَا: يَا رَسُولَ اللهِ، بَعْضُ دُعَابَاتِ هَذَا الْحَيِّ مِنْ كِنَانَةَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''بَلْ بَعْضُ مَزْحِنَا هَذَا الْحَيُّ .

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کوئی مزاحی کلمہ حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں کہا، اس پر حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کی والدہ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ اس قبیلے نے (ممکن ہے انصار کی طرف اشارہ ہو) اس طرح کی بہت سی دل لگی کی باتیں بنو کنانہ سے لی ہوئی ہیں (بنو کنانہ سے مراد قریش ہے یعنی انصار کے اندر بہت ساری باتیں دل لگی کی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے قریش سے یعنی بنو کنانہ سے سیکھی ہیں) اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، ہماری بعض دل لگی کی باتیں اس قبیلے سے حاصل کی ہوئی ہیں۔

٢٦٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: ''أَنَا حَامِلُكَ عَلَى وَلَدِ نَاقَةٍ''، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ نَاقَةٍ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ''.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک آدمی آیا اور نبیٔ کریم ﷺ سے سواری کا مطالبہ کرنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! سواری کا جانور دے دیجیے، نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ہم تم کو اونٹنی کے بچے پر سوار کرائیں گے، اس پر وہ شخص کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! اونٹنی کے بچے کو لے کر میں کیا کروں گا۔ اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا یہ اونٹ بھی تو اونٹنیوں ہی کے بچے ہیں۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مزاح بھی حقیقت ہوتا تھا، ایک شخص نے آپ ﷺ سے سواری کے لیے اونٹ کی درخواست کی، اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم تم کو اونٹنی کے بچے پر سوار کرائیں گے، یعنی اونٹنی کا بچہ ہم تم کو سواری کے لیے دیں گے، اس پر وہ شخص کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! اونٹنی کے بچے کو لے کر میں کیا کروں گا، مجھے تو سواری کے لیے اونٹ چاہیے اور بچہ

اس قابل نہیں ہوتا کہ اس پر سواری کی جائے۔اس پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ یہ اونٹ بھی تو اونٹنی ہی کا بچہ ہے۔ جیسے ہر آدمی چاہے وہ سو سال کا ہو اپنی ماں کا تو بیٹا ہی ہے۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اونٹنی کا بچہ بول کر اونٹنی سے پیدا شدہ مراد لیا یعنی ہر اونٹ اپنی ماں سے پیدا شدہ ہے، گویا آپ نے مزاح بھی فرمالیا، خوش طبعی بھی فرمالی اور کوئی غلط بات بھی نہیں کہی۔

بَابُ الْمِزَاحِ مَعَ الصَّبِيِّ

٢٦٩ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا، حَتَّى يَقُولَ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ: ”يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟“.

بچوں کے ساتھ دل لگی کرنا

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان گھلے ملے رہتے تھے، یہاں تک کہ ہمارا ایک چھوٹا بھائی جس کا نام عمیر تھا، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابو عمیر! تمہارا لال پرندہ کیا ہوا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مجمع کے ایک فرد ہیں

تشریح: اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچے کے ساتھ مزاح اور دل لگی کرنے کا بیان ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بہت بلند، بڑی اعلیٰ اور ارفع تھی اس کے باوجود آپ اپنی ذات کو لیے لیے نہیں پھرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ

ہمارے درمیان گھلے ملے رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان جب تشریف فرما ہوتے تھے تو آپ اتنے بلند مرتبہ ہونے کے باوجود اپنی ذات کو الگ یا نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ بھی مجمع کے ایک فرد ہیں۔ بعض بڑے لوگوں پر بڑائی ایسی سوار رہتی ہے کہ دوسروں میں گھلے ملے رہنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، وہ لوگوں کے درمیان ہوتے ہیں تو اپنے آپ کو ان سے الگ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، نہ بولیں گے، نہ ہنسیں گے، نہ مسکرائیں گے، بلکہ منہ پھلائے ہوئے بیٹھے رہیں گے۔

اے ابو عمیر تمہارا لال کیا ہوا؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک چھوٹا بھائی تھا جس نے لال چونچ والی ایک چڑیا پال رکھی تھی جس کو بلبل کہتے ہیں وہ مرگئی جس کی وجہ سے وہ بچہ غمگین بیٹھا ہوا تھا، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو غمگین دیکھ کر فرمایا: اے ابو عمیر تمہارا لال کیا ہوا؟ عرب میں کسی کو جب مخاطب کرنا ہو اور بلانا ہو تو بیٹے کی طرف منسوب کر کے یعنی اے فلاں کے باپ اس طرح کنیت کے ساتھ بلاتے ہیں، کنیت کے ساتھ پکارنا یہ ایک عظمت والا خطاب ہوا کرتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی تھے، اس لیے ان کا جو نام تھا اس سے پکارتے تب بھی ٹھیک تھا لیکن اس کے بجائے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کنیت سے تعبیر کیا کہ اے ابو عمیر! تمہارا لال کیا ہوا، نغیر یہ عربی لفظ ہے دونوں میں وزن بھی ہے گویا اس سے خوش طبعی فرمائی کہ بچوں کے ساتھ بھی آپ اس طرح پیش آتے تھے کسی بچے کا غم دور کرنے کے لیے اسی طرح کی گفتگو ان سے کرتے تھے۔

۲۷۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي مُزَرِّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِ الْحَسَنِ أَوِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، ثُمَّ وَضَعَ قَدَمَيْهِ عَلَى قَدَمَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ''تَرَقَّ''.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کے ہاتھ پکڑے اور پھر ان کے دونوں پاؤں اپنے پاؤں پر رکھے اور کہا کہ چڑھو۔

تشریح: نبیٔ کریم ﷺ نے بچے کو مانوس کرنے کے لیے اس کے پیر اپنے پیر پر رکھوا کر دونوں ہاتھ پکڑ کر چلوا کر ایک طرح کی دل لگی کی اور خوش طبعی فرمائی، حضور ﷺ بچوں کو مانوس کرنے کے لیے اس طرح کا معاملہ بھی فرماتے تھے۔

بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ

۲۷۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً الْكَيْخَارَانِيَّ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مَا مِنْ شَيْءٍ فِي الْمِيزَانِ أَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ''.

اچھے اخلاق کے بارے میں

ترجمہ: حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کرتی ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میزان عمل میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزن والی اور کوئی چیز نہیں ہوگی۔

تشریح: قیامت کے روز جو ترازو قائم کیا جائے گا جس میں اعمال تولے جائیں گے اس میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزن والی اور کوئی چیز نہیں ہوگی، یعنی اچھے اخلاق کی وجہ سے جو وزن اس میں پیدا ہوگا، کسی اور عمل سے اتنا وزن پیدا نہیں ہوگا اس سے اچھے اخلاق کی قدر و قیمت اور اس کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا، وَكَانَ يَقُولُ: "خِيَارُكُمْ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا".

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو طبعی طور پر فحش گو تھے اور نہ بہ تکلف فحش گوئی کرنے والے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اچھے اخلاق والا ہے۔

تشریح: بے حیائی یعنی حیاء کے خلاف باتیں زبان سے نکالنا، اس کو فحش گوئی کہتے ہیں، بعض لوگوں کا مزاج ہی ایسا ہوتا ہے کہ ان کی زبان سے ہر وقت فحش باتیں ہی نکلتی ہیں، بعض وہ ہوتے ہیں جن کا مزاج تو ایسا نہیں لیکن کبھی کبھی اپنے مزاج کے خلاف تکلف کرتے ہوئے ایسی بے حیائی کی باتیں کرتے ہیں یعنی آدمی اپنے مزاج کے خلاف کبھی مجلس اور دوستوں کی رعایت میں یا کسی اور وجہ سے فحش بات کر لیتا ہے نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو فطری طور پر فحش گوئی کرنے والے تھے، یعنی آپ کے مزاج میں بھی فحش گوئی نہیں تھی اور نہ کبھی بہ تکلف آپ نے بے حیائی کا کوئی جملہ اپنی زبان سے نکالا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اچھے

اخلاق کا مالک ہے یعنی جس کے اخلاق اچھے ہیں وہ تم میں سب سے بہتر ہے۔اس حدیث سے اچھے اخلاق اختیار کرنے کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

۲۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ الْهَادِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "أُخْبِرُكُمْ بِأَحَبِّكُمْ إِلَيَّ، وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟" فَسَكَتَ الْقَوْمُ، فَأَعَادَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، قَالَ الْقَوْمُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: "أَحْسَنُكُمْ خُلُقًا".

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نبیٔ کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ ارشاد فرمارہے تھے: کیا میں تم کو بتلاؤں کہ میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے روز مجھ سے زیادہ قریب کون ہے؟ حضور ﷺ کا یہ سوال سن کر لوگ خاموش رہے، آپ نے اپنا سوال دوسری یا تیسری مرتبہ دہرایا، اس پر قوم نے کہا کہ ہاں، اللہ کے رسول ﷺ بتلائیے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو تم میں اچھے اخلاق والا ہے وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے اور قیامت کے روز مجھ سے سب سے زیادہ قریب بھی ہے۔

تشریح: حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کے سامنے ہیبت کی وجہ سے کچھ بولتے نہیں تھے اس وجہ سے جب آپ ﷺ کوئی سوال کرتے تھے تو صحابہ خاموشی اختیار کرتے تھے، اس پر پھر آپ ﷺ اس سوال کا جواب مرحمت فرمادیتے تھے۔ مذکورہ حدیث میں آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ سوال دہرایا اس سے صحابہ سمجھے کہ حضور اکرم ﷺ جواب چاہتے ہیں، چنانچہ صحابہ نے فرمایا کہ آپ ہی فرمادیجئے کہ سب سے زیادہ آپ کے نزدیک محبوب اور قیامت میں قریب کون ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جوتم میں اچھے اخلاق والا ہو وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بھی ہے اور قیامت کے روز مجھ سے سب سے زیادہ قریب بھی ہے۔

٢٧٣ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ میں نبی بنا کر اس لیے بھیجا گیا ہوں تا کہ اچھے اخلاق کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں۔

تشریح: پہلے ادیان اور مذاہب میں جتنے اچھے اخلاق ہو سکتے تھے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات میں وہ سب جمع فرما دیے اور گویا آپ کے ذریعے ان اخلاق کی تعلیمات کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اسی لیے آپ بھیجے گئے۔

٢٧٤ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا، فَإِذَا كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ، إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ تَعَالَى، فَيَنْتَقِمُ لِلهِ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ کو جب بھی دو باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا تھا تو آپ اس میں سے جو آسان ہوتا تھا اس کو پسند فرماتے تھے بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو، اگر کوئی گناہ ہوتا تھا تو لوگوں میں آپ ﷺ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے اور کبھی رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے انتقام نہیں لیا مگر جب اللہ تعالیٰ کی

حدود کو کوئی پامال کرتا تو اس صورت میں اللہ کے نبی ﷺ اللہ کی خاطر انتقام اور بدلہ لیتے تھے
اپنی ذات کے لیے کبھی بھی بدلہ نہیں لیا۔

تشریح: جب بھی دو چیزوں میں آپ ﷺ کو اختیار دیا جاتا تھا تو ہمیشہ اس میں جو سہل شکل ہوا کرتی تھی اسی کو آپ اختیار فرماتے تھے اس لیے کہ آپ اپنی امت کی سہولت اور آسانی چاہتے تھے البتہ اس میں یہ بات مدنظر رہتی تھی کہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو، چنانچہ اگر وہ گناہ کی چیز ہوتی تو آپ اس سے بہت دور بھاگتے تھے۔

کسی نے شخصی طور پر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کوئی تکلیف یا ایذا رسانی کا معاملہ کیا تو آپ نے اپنی ذات کی خاطر کبھی بدلہ نہیں لیا، چنانچہ مشرکین مکہ نے آپ کو بہت تکلیفیں پہنچائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے موقع پر جب آپ کو مشرکین پر قدرت عطاء فرمائی تو آپ نے سب کو معاف کر دیا، البتہ اگر کہیں کسی آدمی کی طرف سے کوئی ایسی بات پیش آتی کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑا جا رہا ہوتا تو صرف اس صورت میں اللہ کے نبی ﷺ اللہ کی خاطر انتقام اور بدلہ لیتے تھے۔

۲۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه قَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ، كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ، وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يُعْطِي الْمَالَ مَنْ أَحَبَّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ، وَلَا يُعْطِي الْإِيمَانَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ، فَمَنْ ضَنَّ بِالْمَالِ أَنْ يُنْفِقَهُ، وَخَافَ الْعَدُوَّ أَنْ يُجَاهِدَهُ، وَهَابَ اللَّيْلَ أَنْ يُكَابِدَهُ، فَلْيُكْثِرْ مِنْ قَوْلِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَسُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ

تعالیٰ نے تمہارے اندر اخلاق کو بھی اسی طرح تقسیم کیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان روزی کو تقسیم کیا، اللہ تعالیٰ مال اس آدمی کو بھی دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ ایمان اسی کو دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے، اگر کوئی آدمی مال خرچ کرنے میں کنجوسی کرتا ہے (مزاج میں بخل ہے جس کی وجہ سے مال خرچ کرنے میں کمی کرتا ہے) اور دشمن کے ساتھ مقابلہ کرنے سے ڈرتا ہے اور رات کو مشقت اور مجاہدہ کر کے عبادت کرنے سے ڈرتا ہے تو پھر کم از کم زیادہ سے زیادہ یہ پڑھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَسُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ.

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ کہ کثرتِ ذکر کی برکت سے اخلاق کی کمی کی تلافی ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ بہت مہربان ہے، اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنے پر، اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں دشمنوں کا مقابلہ کرنے پر، اور راتوں کو اٹھ کر عبادت کرنے پر جو اجر و ثواب ملتا ہے وہ ثواب اللہ تعالیٰ ذکر کی کثرت پر عطاء فرما دیتا ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے روزی تقسیم کی ہے اسی طرح اچھے اخلاق اور عادات کو بھی تقسیم کیا ہے، کسی کو اچھے اخلاق میں سے بڑا حصہ ملا ہے، کسی کو کم۔

اللہ تعالیٰ مال تو اس آدمی کو بھی دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس سے وہ محبت نہیں کرتا، یعنی اللہ تعالیٰ کو جس سے محبت ہوتی ہے اسے بھی مال دیتا ہے اور جس سے محبت نہیں ہوتی یعنی اپنے نافرمان بندے کو بھی دیتا ہے، مال کا ہونا اس بات کی علامت نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے جو محبوب نہیں ہیں ان کو بھی مال دیا کرتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد

فرماتے ہیں اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے یہاں مچھر کے پر کے بقدر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا، سورۂ زخرف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
﴿وَلَوْلَا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ وَ لِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ وَ زُخْرُفًا﴾ ترجمہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ کے ہوجائیں یعنی کافر ہوجائیں گے تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم ان سب کے لیے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کردیتے اور زینے بھی چاندی کے کردیتے جن پر چڑھا اترا کرتے اور ان کے گھروں کے کواڑ بھی (چاندی کے کردیتے) اور تخت بھی (چاندی کے کردیتے) جن پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہیں اور (یہی چیزیں) سونے کی بھی کردیتے، مطلب یہ کہ اہل ایمان کا راہ راست سے نکلنے کا اندیشہ نہ ہوتا یعنی کافر کو دی گئی دولت اور ثروت کو دیکھ کر بعض اہل ایمان جو کمزور ہیں وہ یوں سمجھیں گے کہ وہ اللہ کے مقرب ہیں یہ اندیشہ نہ ہوتا تو ان کافروں کو اتنی دولت دیتے کہ ان کے گھروں کی چھتیں ان کے زینے، سیڑھیاں، ان کی مسہریاں اور چار پائیاں وغیرہ سب سونے اور چاندی کی ہوتیں، گویا یہ جو ان کو کم دیا گیا ہے وہ مؤمنوں کے ایمان کا خیال کرتے ہوئے کم دیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر کسی کو مال ملا ہوا ہے وہ اللہ کے یہاں مقبول اور محبوب ہونے کی علامت نہیں اور اللہ تعالیٰ ایمان اسی کو دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے، معلوم ہوا کہ ایمان کی دولت جسے ملی ہے یہ علامت ہے اس بات کی کہ یہ اللہ کا محبوب ہے، اگر کوئی آدمی مال کو خرچ کرنے میں ذرا کنجوسی کرتا ہے، اس کے مزاج میں بخل ہے جس کی وجہ سے وہ مال خرچ کرنے میں کمی کرتا ہے اور دشمن کے

ساتھ مقابلہ کرنے سے ڈرتا ہے طبیعت میں بزدلی ہے اور رات کو مشقت اور مجاہدہ کرکے عبادت کرنے سے ڈرتا ہے تو پھر زیادہ سے زیادہ یہ پڑھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَسُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ.

مطلب یہ کہ کثرت سے ذکر کرنے سے ان سب کی تلافی ہو جائے گی۔

بَابُ سَخَاوَةِ النَّفْسِ

٢٧٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ“.

دل کا سخی ہونا

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مالداری سامان اور مال کی زیادتی کا نام نہیں ہے، بلکہ حقیقی مالداری آدمی کے دل کا مالدار ہونا ہے۔

تشریح: دل کی سخاوت کا مطلب یہ ہے کہ حرص اور لالچ نہ ہو، دل مال کی طرف نہ لگا ہو،، اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے اس پر قناعت کرتا ہو اور لوگوں کے پاس جو مال موجود ہے اس کی طرف للچائی ہوئی نگاہ سے نہ دیکھتا ہو، یعنی دل میں کبھی یہ خواہش پیدا نہ ہوتی ہو کہ مجھے یہ مل جائے، اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے اس پر قناعت کرتا ہے اور اس پر شکر کرکے راضی رہتا ہے اور دل میں زیادہ کی لالچ نہیں ہے یہ دل کا غنی کہلاتا ہے، دل کا سخی ہونا ہی اصل مطلوب ہے، یہ اچھا خلق ہے، اخلاق حسنہ کا حصہ ہے۔ بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کے پاس بہت کثرت کے ساتھ مال موجود ہے،

کروڑوں روپے موجود ہیں مگر ہر وقت دل میں یہ ہوتا ہے کہ اور زیادہ جمع کرلوں وہ حقیقی مالداری نہیں ہے۔ حالانکہ اس کے پاس اتنا ہے کہ اس کی دس نسلیں کھاسکیں، پھر بھی یہ نہیں سوچتا کہ مجھے کمانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کا جی یہ چاہتا ہے کہ اور زیادہ ہوجائے یہ دل کے اعتبار سے غریب ہے۔

٢٧٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي: أُفٍّ، قَطُّ، وَمَا قَالَ لِي لِشَيْءٍ لَمْ أَفْعَلْهُ: أَلَا كُنْتَ فَعَلْتَهُ؟ وَلَا لِشَيْءٍ فَعَلْتُهُ: لِمَ فَعَلْتَهُ؟.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی مجھے کبھی اس خدمت کے دوران حضور ﷺ نے ہوں اور اف تک نہیں کہا، کوئی کام میں نے نہیں کیا جس کو کرنا تھا تو آپ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ کیوں نہیں کیا؟ اور کوئی کام کیا جس کو نہ کرنا تھا اس کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ کیوں کیا؟

تشریح: راویٔ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم ﷺ کے خادم تھے، حضور اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے والد ہیں فرمایا کہ کسی سمجھدار بچے کی ضرورت ہے جو گھر کا کام کاج کر سکے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے لے جا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور حضور ﷺ نے مجھے اپنی خدمت کے لیے قبول فرمایا، وفات تک یعنی بیس سال کی عمر تک انھوں نے حضور ﷺ کی خدمت کی، وہ یہ فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے

کبھی اس خدمت کے دوران ہوں اور اف تک نہیں کہا، ظاہر ہے کہ بچہ ہے وہ بھی دس سال کا اور دس سال تک خدمت کی، دس سال میں بہت سے ایسے مواقع آئے ہوں گے جن میں تنبیہ کرنی پڑے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی، گویا آپ کا صبر وتحمل، آپ کا برداشت کرنا اور نقصان کو گوارا کر لینا یہ چیزیں آپ کے اخلاق عالیہ کا پتہ دیتی ہیں۔

٢٧٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا سَحَّامَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصَمِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضي الله عنه يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا، وَكَانَ لَا يَأْتِيهِ أَحَدٌ إِلَّا وَعَدَهُ، وَأَنْجَزَ لَهُ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ، أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، وَجَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَأَخَذَ بِثَوْبِهِ فَقَالَ: إِنَّمَا بَقِيَ مِنْ حَاجَتِي يَسِيرَةٌ، وَأَخَافُ أَنْسَاهَا، فَقَامَ مَعَهُ حَتَّى فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ فَصَلَّى.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے مہربان تھے (لوگوں کے ساتھ بڑی شفقت، محبت اور مہربانی کرنے والے تھے) کوئی آدمی آپ کے پاس کوئی ضرورت لے کر آتا، اگر آپ کے پاس اس کی ضرورت کی چیز موجود ہوتی تو فوری طور پر آپ ضرورت پوری کر دیتے اور اگر وہ چیز نہ ہوتی جو اس نے مانگی ہے تو آپ وعدہ فرما لیتے کہ اچھا بھائی فلاں وقت آنا (یا اپنے صحابہ میں سے کسی کے پاس بھیج دیتے تھے) ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ نماز کے لیے اقامت کہی جا چکی تھی، آپ نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ کا ارادہ کر رہی رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے آپ کا کپڑا پکڑ لیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! میرا ایک معمولی کام رہ گیا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں بھول جاؤں گا، یعنی اگر نماز کے پورے ہونے تک انتظار کیا تو وہ رہ نہ جائے اور بھول نہ جاؤں تو آپ اس کی طرف متوجہ رہے اور اس کی

ضرورت پوری کی اس کے بعد آپ نے اپنی نماز شروع کی۔

مسئلہ: اقامت کہی جانے کے بعد نماز شروع کرنے میں اگر زیادہ دیر ہو جائے مثلاً کوئی ایسا کام جو نماز کے منافی پیش آئے تو دوبارہ اقامت کہی جائے اور زیادہ دیر نہ ہو تو پہلے والی اقامت کافی ہے اب دوبارہ اقامت نہ کہی جائے اور نماز شروع کردے۔

٢٧٩ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: مَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَالَ: لَا .

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ سے کوئی چیز جب کبھی مانگی گئی آپ نے کبھی نا نہیں کہا۔

تشریح: آپ ﷺ نے نا یعنی منع نہیں کیا، اس کا مطلب یہ کہ نا یعنی منع تو آپ کے یہاں تھا ہی نہیں، کوئی بھی چیز آپ سے مانگی جاتی آپ اس کو عطاء فرما دیتے تھے، یہ بھی سخاوت نبوی میں سے ہے۔

٢٨٠ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: مَا رَأَيْتُ امْرَأَتَيْنِ أَجْوَدَ مِنْ عَائِشَةَ، وَأَسْمَاءَ، وَجُودُهُمَا مُخْتَلِفٌ، أَمَّا عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَجْمَعُ الشَّيْءَ إِلَى الشَّيْءِ، حَتَّى إِذَا كَانَ اجْتَمَعَ عِنْدَهَا قَسَمَتْ، وَأَمَّا أَسْمَاءُ فَكَانَتْ لَا تُمْسِكُ شَيْئًا لِغَدٍ .

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کسی کو سخی نہیں دیکھا لیکن ان دونوں کی سخاوت کے انداز مختلف تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو تھوڑی تھوڑی چیزیں جمع کیا کرتی تھیں اور جب ایک مقدار میں ہو جاتی تھیں تو ان کو خرچ کر دیتی تھیں۔ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تو جمع ہی نہیں

کرتی تھیں جو آتا تھا اس کو خرچ کر دیتی تھیں۔

تشریح: حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں ہیں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہوتی ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی خالہ ہوتی ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت کا حال تو یہ تھا کہ اگر کوئی چیز تھوڑی مقدار میں آتی تھی جو سب کو پہنچ نہیں سکتی تھی تو اس کو روک لیتی تھیں اور اس کا انتظار رہتا تھا کہ کوئی اور ایسی چیز آجائے جو سب کو پہنچ جائے تب خرچ کریں گے جب وہ چیز آجاتی تھی تو سب کو وہ ساری چیزیں دے دیتی تھیں، ایک مرتبہ ان کے پاس نوے ہزار درہم آئے تو آتے ہی سارے درہم بیٹھے بیٹھے تقسیم کر دیے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک ہار بھیجا جس کے ایک موتی کی قیمت ایک لاکھ درہم کے برابر تھی وہ سب صدقہ کر دیا۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم بھیجے اس وقت آپ کی حالت یہ تھی کہ آپ کے کپڑوں پر پیوند لگا ہوا تھا اور روزے سے تھیں وہیں بیٹھے بیٹھے سارے درہم تقسیم کر دیے، شام کو اپنی باندی سے کہا کہ افطاری کے لیے کچھ لاؤ تو اس نے کہا کہ افطاری کے لیے صرف سوکھی روٹی ہے، اگر ایک آدھ درہم اپنے لیے رہنے دیا ہوتا تو اس سے کچھ اچھی چیز آجاتی، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی بندی! تقسیم کے وقت یاد دلا دیتی، اب تو اسی سوکھی روٹی کو لاؤ اسی سے افطاری کرتے ہیں۔

دیکھو! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ بھی خیال نہیں رہا کہ اپنی ضرورت کے لیے بھی کچھ رکھنا ہے۔

ادھر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا یہ معمول تھا کہ جو آیا اسے دے دیا اس لیے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو جو نصیحتیں فرمائی تھیں ان میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ تم روک کر نہ رکھنا ورنہ اللہ کی طرف سے بھی روکا جائے گا اس لیے اس نصیحت کے پیش نظر آپ کے پاس جو بھی آتا تھا فوراً دے دیتی تھیں دوسرا آئے گا اور جمع ہوگا پھر دیں گے اس انتظار میں وہ نہیں رہتی تھیں۔

بَابُ الشُّحِّ

٢٨١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ اللَّجْلَاجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''لَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ فِي جَوْفِ عَبْدٍ أَبَدًا، وَلَا يَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْإِيمَانُ فِي قَلْبِ عَبْدٍ أَبَدًا''.

بخل کی قباحت کے بارے میں

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جو غبار اور دھول آدمی برداشت کرتا ہے وہ اور جہنم کا دھواں ایک بندے کے باطن میں کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے، اور اسی طرح کسی بندے کے دل میں بخل اور ایمان دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

تشریح: ''الشح'' کہتے ہیں بخل کو اور بخل کا معنی یہ ہے کہ آدمی کچھ بھی کسی کے لیے چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہو، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بخل اور شح دونوں کا ایک ہی معنیٰ ہے، اور بعض دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ وہ بخل جس میں طمع اور حرص بھی

لگی ہوئی ہو یعنی لالچ کے ساتھ بخل ہو اس کو عربی میں شح سے تعبیر کیا جاتا ہے اور بغیر لالچ کے ہو اس کو بخل کہتے ہیں۔ کسی بندے کے دل میں بخل اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو سچا مؤمن ہوگا اس میں شح اور بخل نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ بخل درحقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر بھروسا نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، آدمی کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسا رکھ کر مال خرچ کرتے رہنا چاہیے اس لیے کہ اس کے راستے میں خرچ کرنے پر جو وعدے کیے گئے ہیں وہ پورے ہو کر رہیں گے، جس کو اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان ویقین ہوگا اس سے پھر کبھی بخل صادر نہیں ہو سکتا، ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ مؤمن کو اللہ کے وعدوں پر اعتماد اور یقین ہو، بخل یقین کے خلاف ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ بخل اور ایمان دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

بہر حال بخل ایک بری صفت ہے جو آدمی کے قلب میں ہوا کرتی ہے جس کے نتیجے میں آدمی مالی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے۔

جس نے اللہ کے راستے میں غبار یا دھول کھائی ہو وہ جہنم میں نہیں جائے گا یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تھوڑی مشقت اٹھائی، اس پر اتنی بڑی فضیلت ہے تو جو لوگ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لگے ہوئے ہیں ان کی فضیلت کا تو کیا کہنا؟ کسی بھی نیکی کا کام کرنے کے لیے جو شخص جد وجہد کرے گا، مشقت اٹھائے گا چاہے وہ جہاد کے لیے گیا ہو، دشمنوں کے مقابلے کے لیے گیا ہو، حج، عمرہ، تبلیغ اور طلب علم کے لیے نکلا ہو، صلہ رحمی کے لیے گیا ہو وہ سب سبیل اللہ میں داخل ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں لکھا ہے کہ آدمی جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے گھر سے نکلتا ہے یہ بھی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

۲۸۲ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ مُوسَى هُوَ أَبُو الْمُغِيرَةِ السُّلَمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ غَالِبٍ هُوَ الْحُدَّانِيُّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ: الْبُخْلُ وَسُوءُ الْخُلُقِ''.

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو عادتیں ایسی ہیں کہ وہ کسی مؤمن میں جمع نہیں ہوسکتیں، بخل اور بدخلقی یہ ایمان کے خلاف ہے۔

۲۸۳ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عَبْدِ اللهِ، رضي الله عنه فَذَكَرُوا رَجُلًا، فَذَكَرُوا مِنْ خُلُقِهِ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ قَطَعْتُمْ رَأْسَهُ أَكُنْتُمْ تَسْتَطِيعُونَ أَنْ تُعِيدُوهُ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَيَدُهُ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَرِجْلُهُ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَإِنَّكُمْ لَا تَسْتَطِيعُونَ أَنْ تُغَيِّرُوا خُلُقَهُ حَتَّى تُغَيِّرُوا خَلْقَهُ، إِنَّ النُّطْفَةَ لَتَسْتَقِرُّ فِي الرَّحِمِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً، ثُمَّ تَنْحَدِرُ دَمًا، ثُمَّ تَكُونُ عَلَقَةً، ثُمَّ تَكُونُ مُضْغَةً، ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ مَلَكًا فَيُكْتَبُ رِزْقَهُ وَخُلُقَهُ، وَشَقِيًّا أَوْ سَعِيدًا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن ربیعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، مجلس میں ایک آدمی کا تذکرہ ہوا اس کی عادتوں اور اخلاق کا بھی لوگوں نے تذکرہ کیا اس پر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ اچھا بتلاؤ کہ اگر تم اس شخص کا سر کاٹ دو تو کیا دوبارہ اس کو جوڑ سکتے ہو؟ تو کہا کہ: نہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا کہ اگر اس کا ہاتھ کاٹ ڈالو تو اس کو دوبارہ جوڑ سکتے ہو؟ تو کہا کہ نہیں، پھر پوچھا کہ اگر اس کا پاؤں کاٹ ڈالو تو اس کو دوبارہ جوڑ سکتے ہو؟

تو کہا کہ نہیں، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح تم اس کے ظاہری جسم کی ساخت کو نہیں بدل سکتے اسی طرح تم اس کے اخلاق و عادات کو بھی بدل نہیں سکتے۔

پھر فرمایا کہ؛ مادۂ منویہ ماں کے رحم میں، بچہ دانی کے اندر چالیس دن تک ٹھہرتا ہے تو وہ خون کی شکل اختیار کرتا ہے اور اس کے بعد پھر وہ جما ہوا خون بنتا ہے، اس کے بعد پھر گوشت کا لوتھڑا بنتا ہے اور پھر آدمی کی شکل اختیار کرتا ہے (تین دور اس پر گذر جاتے ہیں) پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں جو اس کی روزی اور اس کے اخلاق و عادات اور نیک بختی یا بدبختی کو لکھتا ہے۔

تشریح: جس طرح آدمی دنیا میں اپنی ایک ظاہری شکل وصورت یعنی ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک، کان وغیرہ لے کر آتا ہے جس کو بدل نہیں سکتے اس لیے کہ یہ فطری چیز ہے، اسی طرح آدمی کے عادات و اخلاق ایک باطنی شکل وصورت ہے، جس طرح ظاہری شکل وصورت بدلی نہیں جاسکتی اسی طرح اخلاق بھی بدل نہیں سکتے، ہاں ان پر محنت کر کے ان میں کوئی کمزوری ہو تو اس پر قابو پایا جاسکتا ہے، ورنہ بالکلیہ یہ چیز ختم ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا۔

جس طرح ظاہری شکل وصورت اور اخلاق یہ اللہ تعالیٰ کے نظام کے ماتحت ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا نظام یہ بھی ہے کہ ماں ہی کے پیٹ میں بچے کی تقدیر میں جو لکھا ہوا ہوتا ہے الگ سے اس کی فائل تیار ہو جاتی ہے، یعنی پہلے سے یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ ہیں لیکن آگے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک الگ نظام چلتا ہے۔

بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ إِذَا فَقِهُوا

۲۸٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ النُّمَيْرِيُّ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حِبَّانَ،

عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''إِنَّ الرَّجُلَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الْقَائِمِ بِاللَّيْلِ''.

اچھے اخلاق کو سیکھنے کی فضیلت کے بارے میں

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھے اخلاق کی وجہ سے جو خوبیاں اللہ تعالیٰ نے بندے کے قلب میں رکھی ہیں ان خوبیوں کے ذریعے سے رات بھر عبادت کرنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔

تشریح: آدمی کو چاہیے کہ دین کا علم حاصل کرے، اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان کو معلوم کرے اور ان پر عمل کا اہتمام کرے اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان کو بھی سیکھے اور ان سے بچنے کا اہتمام کرے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے اخلاق و عادات کی درستگی کا بھی اہتمام کرے۔ جو آدمی اچھے اخلاق والا ہے وہ بھلے رات بھر عبادت نہ کرتا ہو لیکن اگر اس کے اخلاق درست ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت اجر و ثواب ملتا ہے۔

۲۸۵ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ''خَيْرُكُمْ إِسْلَامًا أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا إِذَا فَقِهُوا''.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں اسلام کے اعتبار سے سب سے بہتر وہ ہے جو اخلاق و عادات کے اعتبار سے بہتر ہو بشرطیکہ وہ دینی احکام سے واقفیت بھی حاصل کرے۔

تشریح: کوئی شخص دین کا ضروری علم حاصل کرے اور اخلاق بھی اس کے ٹھیک ہوں تو اسلام اور دین کے اعتبار سے وہ سب سے بہتر ہے۔

٢٨٦ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَجَلَّ إِذَا جَلَسَ مَعَ الْقَوْمِ، وَلَا أَفْكَهَ فِي بَيْتِهِ، مِنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ.

ترجمہ: حضرت ثابت بن عبید رحمہ اللہ تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے کسی آدمی کو جبکہ وہ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہو اس حالت میں سب سے زیادہ باوقار اور جب اپنے گھر میں ہو تو بہت زیادہ ظرافت والا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر نہیں پایا۔

تشریح: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ صحابی اور کاتب وحی ہیں ان کا حال بیان کیا کہ جب وہ عام لوگوں کی مجلس میں بیٹھتے تھے تو بڑی سنجیدگی اور وقار کے ساتھ بیٹھتے تھے اور جب وہ گھر میں ہوتے تھے تو بے تکلف اور ظرافت کے ساتھ رہتے تھے۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ گھر والوں کے ساتھ آدمی کو گھلا ملا رہنا چاہیے یہی اخلاق کا تقاضہ ہے، یہ نہیں کہ گھر میں جائے تو منہ چڑھائے ہوئے رہے کہ گھر والے بھی سہمے سہمے ہوں اور دل میں یہ دعا کر رہے ہوں کہ کب یہ بلا گھر سے باہر نکلے، ایسا نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اس طرح رہنا چاہیے کہ گھر والے یہ تمنا کرتے ہوں کہ زیادہ سے زیادہ گھر میں رہے، ایسا مزاج ہونا چاہیے بعض حضرات اس کو کمال سمجھتے ہیں کہ گھر میں رعب سے رہیں۔ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے ایک دوست کہنے لگے میں جب گھر میں جاتا ہوں تو کسی کی جرأت نہیں ہوتی کہ میرے سامنے بات کر سکے اور سب میرے وہاں پہنچنے پر سہمے سہمے

رہتے ہیں، اس پر حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے کہا کہ: یہ تو درندے کی صفت ہے، انسان کی صفت نہیں ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ جب گھر میں تشریف لے جاتے تھے تو گھر والوں کے ساتھ آپ گھلے ملے رہتے تھے اوران کے کام کاج میں بھی آپ باقاعدہ حصہ لیتے تھے۔

٢٨٧ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْأَدْيَانِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ: "الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ".

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ دین کا کون سا طریقہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ سادہ طریقہ جو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جاری فرمایا ہے۔

تشریح: حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے دین کے جس طریقے کو آنے والی امت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری فرمایا وہ سادگی والا طریقہ ہے جس میں کوئی بناوٹ اور تکلف نہیں ہے وہ اللہ کے یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

٢٨٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: أَرْبَعُ خِلَالٍ إِذَا أُعْطِيتَهُنَّ فَلَا يَضُرُّكَ مَا عُزِلَ عَنْكَ مِنَ الدُّنْيَا: حُسْنُ خَلِيقَةٍ، وَعَفَافُ طُعْمَةٍ، وَصِدْقُ حَدِيثٍ، وَحِفْظُ أَمَانَةٍ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار باتیں

ایسی ہیں کہ اگر تم کو یہ مل جائیں اور پھر دنیا کی کوئی اور چیز تمہیں حاصل نہ ہو تو تم اس کی پرواہ مت کرنا، اس کا کوئی نقصان نہیں، ایک اچھے اخلاق (اگر اللہ نے دے رکھے ہیں) دوسری چیز لقمے کی پاکیزگی (یعنی حلال روزی اور روزی میں حرام کی آمیزش نہیں ہے یا اس میں کوئی شبہ نہیں ہے) تیسری چیز بات کی سچائی اور چوتھی چیز امانت کی حفاظت۔

تشریح: مذکورہ چار چیزیں جس آدمی کو مل جائیں اور کوئی اور چیز اسے نہ ملے تو اس کی اسے پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ چار میں سے ایک امانت ہے، اللہ تعالیٰ نے جتنی نعمتیں دے رکھی ہیں وہ اور اسی طرح اعضاء بدن وغیرہ یہ سب ہمارے پاس امانت ہے، ان کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جو ہدایتیں اور احکامات دیے گئے ہیں ان کا خیال رکھنا یہ سب حفظ امانت میں داخل ہے۔

۲۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَدْرُونَ مَا أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّارَ؟" قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: "الْأَجْوَفَانِ: الْفَرْجُ وَالْفَمُ، وَأَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ الْجَنَّةَ؟ تَقْوَى اللهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سوال کیا کہ تم کو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ کونسی چیز لوگوں کو جہنم میں داخل کرنے والی ہے؟ اس کے جواب میں حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، اس پر نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ دو کھو کھلی چیزیں شرم گاہ اور منھ۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ جنت میں لیجانے والی کونسی چیز ہے؟ اور آپ ہی نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر اور اچھے اخلاق یہ آدمی کو سب سے زیادہ جنت میں لیجانے والے ہیں۔

تشریح: 'اجوف' عربی لفظ ہے، یہ دونوں عضو منھ اور شرم گاہ ایسے ہیں جو اندر کی طرف سے خالی ہوا کرتے ہیں، کھو کھلے ہیں گویا یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن کا غلط استعمال کرنے کی وجہ سے لوگ کثرت سے جہنم میں داخل ہوں گے۔

۲۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَلِيلِ بْنُ عَطِيَّةَ، عَنْ شَهْرٍ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ: قَامَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْلَةً يُصَلِّي، فَجَعَلَ يَبْكِي وَيَقُولُ: اللّٰهُمَّ أَحْسَنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي، حَتَّى أَصْبَحَ، قُلْتُ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ، مَا كَانَ دُعَاؤُكَ مُنْذُ اللَّيْلَةِ إِلَّا فِي حُسْنِ الْخُلُقِ؟ فَقَالَ: يَا أُمَّ الدَّرْدَاءِ، إِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ يَحْسُنُ خُلُقُهُ، حَتَّى يُدْخِلَهُ حُسْنُ خُلُقِهِ الْجَنَّةَ، وَيَسِيءُ خُلُقُهُ، حَتَّى يُدْخِلَهُ سُوءُ خُلُقِهِ النَّارَ، وَالْعَبْدُ الْمُسْلِمُ يُغْفَرُ لَهُ وَهُوَ نَائِمٌ، قُلْتُ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ، كَيْفَ يُغْفَرُ لَهُ وَهُوَ نَائِمٌ؟ قَالَ: يَقُومُ أَخُوهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَجْتَهِدُ فَيَدْعُو اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فَيَسْتَجِيبُ لَهُ، وَيَدْعُو لِأَخِيهِ فَيَسْتَجِيبُ لَهُ فِيهِ.

ترجمہ: حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو روتے رہے اور رات بھر یہ دعا کرتے رہے کہ اے اللہ تو نے میری شکل وصورت اچھی بنائی ہے تو میرے اخلاق بھی اچھے بنادے، صبح تک یہی دعا کرتے رہے، حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے صبح کو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آج پوری رات آپ کی دعا اچھے اخلاق کے سلسلے میں رہی (یعنی پوری رات صرف یہی مانگتے رہے اور کچھ نہیں مانگا؟) اس پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: اے ام الدرداء! مسلمان کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں یہاں تک کہ اچھے اخلاق اس کو جنت میں لیجاتے ہیں یا مسلمان اپنے اخلاق کو ٹھیک بناتا ہے یہاں تک کہ اچھے

اخلاق اس کو جنت میں لیجاتے ہیں اور جن کے اخلاق برے ہوتے ہیں تو یہ برے اخلاق ان کو جہنم میں لیجاتے ہیں (گویا جنت اور جہنم کا دارومدار اخلاق کے سنورنے اور بگڑنے پر ہے اخلاق اگر درست ہیں تو جنت میں لیجائیں گے اور اخلاق اگر بگڑے ہوئے ہیں تو جہنم میں لیجائیں گے) اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: مسلمان بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے حال یہ کہ وہ سویا ہوتا ہے، حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ وہ سویا ہو اس حال میں اس کی مغفرت کیسے کر دی جاتی ہے؟ تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک بندہ تو سویا ہوتا ہے اور دوسرا اس کا بھائی رات کو اٹھ کر دعا میں مشغول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اور اپنے بھائی دونوں کے لیے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں بھی دعا قبول کرتا ہے اور اس کے بھائی کے حق میں بھی قبول کرتا ہے حالانکہ بھائی تو سویا ہوا ہے اور اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

۲۹۱ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ رضي الله عنه قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَتِ الْأَعْرَابُ، نَاسٌ كَثِيرٌ مِنْ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، فَسَكَتَ النَّاسُ لَا يَتَكَلَّمُونَ غَيْرَهُمْ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَعَلَيْنَا حَرَجٌ فِي كَذَا وَكَذَا؟ فِي أَشْيَاءَ مِنْ أُمُورِ النَّاسِ، لَا بَأْسَ بِهَا، فَقَالَ: ''يَا عِبَادَ اللهِ، وَضَعَ اللهُ الْحَرَجَ، إِلَّا امْرَءًا اقْتَرَضَ امْرَءًا ظُلْمًا فَذَاكَ الَّذِي حَرِجَ وَهَلَكَ'' قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَتَدَاوَى؟ قَالَ: ''نَعَمْ يَا عِبَادَ اللهِ تَدَاوَوْا، فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً، غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ''، قَالُوا: وَمَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ''الْهَرَمُ'' قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا خَيْرُ مَا أُعْطِيَ الْإِنْسَانُ؟ قَالَ: ''خُلُقٌ حَسَنٌ''.

ترجمہ: حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میں نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ دیہات کے لوگوں نے آکر چاروں طرف سے حضور ﷺ کو گھیر لیا، مجمع خاموش بیٹھا تھا، دیہات کے لوگ حضور ﷺ سے پوچھنے لگے کہ فلاں فلاں کام ہم کریں تو اس میں کوئی گناہ ہے؟ لوگوں کے وہ کام جو گناہ کے نہیں تھے ان کے متعلق حضور سے پوچھا، ان پر نبیٔ کریم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: اللہ کے بندو! یہ جو تم پوچھتے ہو اس میں کوئی گناہ اور حرج نہیں، سارا حرج اللہ تعالیٰ نے اٹھا دیا، ایسے جائز کاموں کے کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہے، ہاں کوئی آدمی کسی کی برائی کرے تو یہ البتہ گناہ میں اور ہلاکت میں مبتلا ہوا، اس پر انہوں نے یہ بھی سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم بیمار ہوں اور بیماری کی حالت میں علاج اور معالجہ کریں تو کوئی حرج ہے؟ اس پر حضور نے فرمایا کہ جی ہاں علاج معالجہ کر سکتے ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی بیماری پیدا کی ہے ہر ایک کی اللہ نے دوا رکھی ہے سوائے ایک بیماری کے، تو پوچھا کہ وہ کیا؟ کہا کہ بڑھاپا، یہ ایک ایسی بیماری ہے جس کی کوئی دوا نہیں ہے، آخر انہوں نے پوچھا کہ انسان کو سب سے بہتر چیز جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی وہ کونسی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اچھے اخلاق، اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو اچھے اخلاق کی نعمت عطا فرمائی ہے تو وہ ایک ایسی نعمت ہے کہ کوئی بھی نعمت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

تشریح: آپ ﷺ کا ادب واحترام حضرات صحابہ پر اتنا زیادہ غالب تھا کہ وہ نبیٔ کریم ﷺ کے سامنے بولنے سے گھبرایا کرتے تھے، پہلے یہ تھا کہ حضرات صحابہ حضور ﷺ سے بے تکلفی سے بہت سارے سوالات کیا کرتے تھے تو قرآن پاک میں باری تعالیٰ کی طرف سے آیت نازل ہوئی ﴿لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ تم ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو کہ اگر وہ چیزیں تمہارے لیے ظاہر ہوں تو برا ہو۔ نبیٔ کریم ﷺ کی مبارک مجلس میں حاضری پر جن آداب کا لحاظ

کرنا چاہیے ان کی طرف ان کو متوجہ کیا گیا، اس کے بعد حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سوال کے باب میں بہت احتیاط کرنے لگے، بلاضرورت سوال نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ کوئی اجنبی اور باہر کا آدمی آئے جو حضور اکرم ﷺ کے آداب سے زیادہ واقف نہیں ہے وہ کوئی بات پوچھے تو اس کے بہانے سے ہم کو بھی جاننے کا موقع مل جائے، راوی کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی حضرات صحابہ حضور ﷺ کے سامنے بولتے نہیں تھے دیہاتی لوگ بولتے تھے، اس لیے کہ وہ مجلس کے آداب کے پابند نہیں ہوتے، ان کو لوگ معذور بھی سمجھتے ہیں۔ بزرگوں کی خدمت میں ایسے لوگ آتے ہیں تو جو چاہے بول دیتے ہیں لوگ ان کو معذور سمجھتے ہیں۔

٢٩٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ، حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ جِبْرِيلُ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبئ کریم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے، یعنی سخاوت میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے، اور پھر آپ کی یہ سخاوت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جبکہ رمضان کے مہینے میں حضرت جبرئیل حضور ﷺ کے پاس آتے تھے اور قرآن پاک کا دور کرتے تھے، اور پھر رمضان کی راتوں میں جب حضرت جبرئیل آپ کے ساتھ دور کرتے تھے اس وقت آپ کی سخاوت میں اور زیادہ اضافہ ہوجاتا تھا اس وقت تو آپ کی

کیفیت یہ ہو جاتی تھی کہ چلنے والی ہواؤں سے بھی زیادہ آپ سخی ہوتے۔

تشریح: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی سخاوت کو بیان کرنے کے لیے لفظ ''جود'' لائے، شراح نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ عربی زبان میں لفظ جود بولا جاتا ہے ایسے شخص کے لیے جو ہر ایک کو اس کے مناسب چیز دیتا ہو، جبکہ سخاوت مال کو تقسیم کرنے کو کہتے ہیں ''جود'' قلب کی ایک صفت ہے جس میں آدمی کے دل کے اندر ہر ایک کو اس کے مناسب چیز دینے کی کیفیت موجود ہوتی ہے چاہے اس کی طبیعت آمادہ ہو اور وہ چیز ہو یا نہ ہو، ایک آدمی صاحب علم ہے اور لوگوں کو اس کے مناسب احکام سے آگاہ کرتا ہے تو یہ بھی جود میں داخل ہے۔

حضور ﷺ کی سخاوت ریح مرسلہ سے بھی زیادہ تھی، ریح المرسلہ وہ ہوا ہے جو بارش کے بادلوں کو لے کر چلتی ہے وہ ساری دنیا میں پھیل کر لوگوں کو پانی پہنچاتی ہے لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے اس کا اور کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی، آپ ﷺ اس سے بھی زیادہ سخی تھے، ہر سال رمضان میں حضرت جبرئیل حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تھے اور حضور کے سامنے قرآن پیش کرتے تھے۔ یعنی قرآن کا دور ہوتا تھا حضور ﷺ بھی پڑھ کر سناتے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی پڑھ کر سناتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ویسے بھی حضور ﷺ تمام لوگوں سے سخی تھے اور پھر یہ سخاوت کا وصف رمضان المبارک میں اور بڑھ جاتا تھا اور جب حضرت جبرئیل سے ملاقات ہوتی تھی اس وقت اور بڑھ جاتا تھا۔

۲۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حُوسِبَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ رَجُلًا يُخَالِطُ النَّاسَ وَكَانَ مُوسِرًا، فَكَانَ يَأْمُرُ غِلْمَانَهُ أَنْ يَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُعْسِرِ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: فَنَحْنُ أَحَقُّ بِذَلِكَ مِنْهُ، فَتَجَاوَزَ عَنْهُ".

ترجمہ: حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اگلی امتوں میں سے ایک آدمی کا انتقال ہوا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے حساب کتاب کے لیے اسے پیش کیا گیا تو اس کے اعمال نامہ میں کوئی نیکی تھی ہی نہیں، ہاں بس اتنی بات تھی کہ وہ ایک مالدار آدمی تھا، لوگوں کے ساتھ ملا جلا رہتا تھا، ان کے ساتھ معاملات کرتا تھا، اس نے اپنے کارندوں کو یعنی اپنے نوکروں کو کہہ رکھا تھا کہ کوئی آدمی تنگ دست ہو اور ہمارا قرضہ اور دَین ادا کرنے کے لیے اس کے پاس طاقت نہ ہو تو اس کو چھوڑ دینا یعنی درگذر کرنا، یہ بات تھی اس میں اور کوئی نیکی نہیں تھی اور جب موت کے بعد حساب کتاب کے لیے وہ شخص اللہ کے حضور پیش ہوا تو باری تعالیٰ نے فرمایا کہ جب یہ شخص لوگوں کے دَین کو چھوڑ دیتا تھا تو ہم تو اس بات کے زیادہ حق دار ہیں، فرشتوں کو کہا کہ اسے چھوڑ دیں۔

تشریح: مطلب یہ کہ سخاوت ایسا خُلق اور خوبی ہے جو اللہ تعالیٰ کے یہاں آدمی کی نجات کا ذریعہ بنتی ہے۔

٢٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ، عَنِ ابْنِ إِدْرِيسَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ جَدِّي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ الْجَنَّةَ؟ قَالَ: "تَقْوَى اللهِ، وَحُسْنُ الْخُلُقِ"، قَالَ: وَمَا أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّارَ؟ قَالَ: "الْأَجْوَفَانِ: الْفَمُ وَالْفَرْجُ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ

لوگوں کو سب سے زیادہ جنت میں لیجانے والی چیز کونسی ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ڈر اور اچھے اخلاق، پوچھا گیا کہ لوگوں کو سب سے زیادہ جہنم میں لیجانے والی چیز کونسی ہے؟ تو حضور نے فرمایا کہ دو کھوکھلی چیزیں یعنی منھ اور شرم گاہ۔

تشریح: منھ اور شرم گاہ کی بے احتیاطی آدمی کے لیے جہنم میں جانے کا سبب بن سکتی ہے۔

۲۹۵ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ نَوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْأَنْصَارِيِّ رضي الله عنه، أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ؟ قَالَ: "الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَكَّ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ".

ترجمہ: حضرت نواس ابن سمعان الانصاری رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم ﷺ سے پوچھا کہ نیکی اور گناہ کیا چیز ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اچھا اخلاق نیکی ہے اور دل میں جو چیز کھٹکے وہ گناہ ہے، جس کے متعلق تمہارے دل میں یہ خیال ہو کہ لوگوں کو اس کا پتہ نہیں چلنا چاہیے، تمہارا دل جس کو چھپانے کی تمنا کرتا ہو وہ گڑبڑ والی چیز ہے اس میں گناہ کا پہلو موجود ہوتا ہے۔

بَابُ الْبُخْلِ

۲۹۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ، عَنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا جَابِرٌ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سَيِّدُكُمْ يَا بَنِي سَلِمَةَ؟" قُلْنَا: جُدُّ بْنُ قَيْسٍ، عَلَى أَنَّا نُبَخِّلُهُ، قَالَ: "وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَى مِنَ

الْبُخْلِ؟ بَلْ سَيِّدُكُمْ عَمْرُو بْنُ الْجَمُوحِ"، وَكَانَ عَمْرُو عَلَى أَصْنَامِهِمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ يُولِمُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَزَوَّجَ .

بخل کی قباحت کے بارے میں

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنوسلمہ (یہ انصار کا ایک خاندان ہے) سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ جواب میں انہوں نے عرض کیا کہ جد ابن قیس، البتہ ہم ان کو بخل کی طرف منسوب کرتے ہیں (یعنی مطلب یہ ہے کہ ان کے مزاج کے اندر ذرا بخل کی صفت ہے) تو اس پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بخل سے بڑی بیماری اور کیا ہوسکتی ہے؟ آگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ بلکہ تمہارے سردار تو عمرو ابن جموح ہیں، حضرت عمرو ابن جموح زمانۂ جاہلیت میں بھی بت پرستی کا جو سلسلہ تھا اس پر اعتراض کیا کرتے تھے یعنی اس کو پسند نہیں فرماتے تھے اور بڑے سخی تھے اسی لیے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو گویا قبیلۂ بنوسلمہ کا سردار قرار دیا اور جب بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نکاح ہوتا تھا تو یہ اپنی طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ولیمہ کیا کرتے تھے۔

تشریح: مال کے ساتھ جو حقوق متعلق ہیں آدمی ان حقوق کی ادائیگی میں مال کی محبت کی وجہ سے کوتاہی کا مرتکب ہو اسی کو بخل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بخل کو ویسے بھی عرب میں سب سے زیادہ خطرناک بیماری قرار دیا گیا ہے، اس میں درحقیقت آدمی کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد نہیں ہوتا، جس کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد اور بھروسا ہو وہ ظاہر ہے کہ اللہ نے جہاں مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے وہاں خرچ کرے گا اور وہ یہ سوچے گا کہ جس اللہ نے آج دیا ہے وہ کل بھی دے گا۔ روایتوں میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی

جگہ پر آپ کے جانشین مقرر کیے گئے تو انہوں نے اعلان کرایا کہ کسی کا نبیٔ کریم ﷺ پر کوئی حق ہو یا کوئی قرضہ ہو، مطالبہ ہو، یا حضور اکرم ﷺ نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ مجھ سے آکر وصول کرلے، تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ جو اس روایت کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جا کر عرض کیا کہ نبیٔ کریم ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ بحرین کا مال جب آئے گا تو میں تم کو اتنا اتنا اتنا تین مرتبہ تین لپ بھر کر (یعنی تین مٹھیاں بھر کر) آپ نے دینے کا اشارہ فرمایا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ بات سن لی جب بحرین کا مال آیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور جا کر کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے یاددہانی کرادے، تو کہا کہ ٹھیک ہے مل جائے گا، کہہ دیا لیکن دیا نہیں، دوسری مرتبہ پھر گیا پھر دینے کی نوبت نہیں آئی، جب تیسری مرتبہ گیا تو میں نے کہا کہ یا تو آپ یہ کہہ دیجئے کہ میں بخیل ہوں یا پھر جو وعدہ فرمایا اس کے مطابق دیجئے، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا اَیُّ دَاءٍ اَدْوٰی مِنَ الْبُخْلِ، بخل سے بڑی اور خطرناک بیماری اور کون ہوسکتی ہے؟ تم مجھے بخیل بتلانا چاہتے ہو؟ اس کے بعد کہا کہ اچھا ایک لپ بھر کرلو، ایک لپ بھر کے لیا، تو فرمایا کہ گن لو کتنا ہے؟ گنا تو پانچ سو درہم تھے کہا کہ اتنا دو مرتبہ اور لے لو جیسا نبیٔ کریم ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا۔ بہرحال عرب کے یہاں بخل کو بہت خطرناک بیماری اور خطرناک وصف قرار دیا ہے، عام طور پر یہ آدمی کو حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کا مرتکب بنادیتی ہے۔

یہاں شراحِ کتاب نے لکھا ہے کہ یہی روایت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کی ہے اور انہوں نے ایک لفظ بڑھایا ہے۔ بہرحال حضور ﷺ نے

سخاوت کی وجہ سے ان کو قبیلۂ بنوسلمہ کا سردار قرار دیا۔

۲۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَرَّادٌ كَاتِبُ الْمُغِيرَةِ قَالَ: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ رضى الله عنه إِلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضي الله عنه: أَنِ اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ الْمُغِيرَةُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهَى عَنْ قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةِ الْمَالِ، وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ، وَعَنْ مَنْعٍ وَهَاتِ، وَعُقُوقِ الْأُمَّهَاتِ، وَعَنْ وَأْدِ الْبَنَاتِ .

ترجمہ: حضرت وَرَّاد رحمہ اللہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بذریعہ خط یہ بات کہی اور ان سے درخواست کی کہ جو چیز تم نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو وہ ذرا مجھے لکھ کر بھیج دو، تو اس پر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیل وقال سے منع فرماتے تھے، اور دوسروں کے جو حقوق تمہارے اوپر لازم ہیں ان کی ادائیگی سے باز رہنے سے منع فرماتے تھے (دوسروں کے جو حقوق ہیں ان کو کوئی ادا نہیں کرتا ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ ادا کرے) اور اپنا حق دوسرے پر نہیں ہے اس کا مطالبہ کرنا (دوسرے کے جو حقوق لازم ہیں ان کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا اور اپنا کوئی حق ہے نہیں اس کا بلاوجہ مطالبہ کرنا اس سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے) اور ماؤں کی نافرمانی کرنے سے (ویسے تو ماں اور باپ دونوں کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے لیکن ماں کا حق باپ کے مقابلے میں زیادہ ہے اور ویسے بھی اولاد ماں کی نافرمانی پر باپ کی نافرمانی کے مقابلے میں زیادہ جری ہوا کرتی ہے اس لیے یہاں خاص طور پر ماں کی نافرمانی کا تذکرہ کیا) اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے (زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا) بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

تشریح: حدیث میں قیل وقال سے منع کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دوران گفتگو لوگوں کا اس طرح تذکرہ کیا جائے کہ فلاں نے یوں کہا، فلاں نے یہ بات کہی اس طرح کی باتوں سے منع کیا گیا ہے۔

اور مال کو ضائع کرنے سے منع کیا ہے یعنی مال کو ایسی جگہ پر خرچ کرنا کہ نہ دنیا کا کوئی فائدہ ہو اور نہ آخرت کا فائدہ ہو۔

اور زیادہ پوچھ تاچھ کرنے سے منع کیا ہے یعنی ایسی باتیں پوچھنا جن کی شریعت نے خود کوئی وضاحت نہیں کی ہے اور اس کو اسی اجمال پر چھوڑا گیا ہے، اس کو بھی پسند نہیں کیا گیا، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾

ایسی باتیں نہ پوچھو کہ اگر تمہارے سامنے ظاہر کی جائیں تو تم کو ناگوار گذرے، اس وقت حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف سے بعض مرتبہ ایسے سوالات کیے جاتے تھے۔ چونکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہ کو اپنی ذات عالی سے بہت زیادہ مانوس کر رکھا تھا تاکہ ان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے استفادہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہے، اس انس کی وجہ سے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان کے ساتھ بے تکلفی کی وجہ سے بعض مرتبہ وہ لوگ ایسے سوالات کرلیا کرتے تھے کہ جو دینی یا دنیوی اعتبار سے ضروری نہیں، جیسے بعض لوگ یہ بھی پوچھتے تھے کہ آپ بتلائیے کہ آج ہمارے گھر میں کیا پکا ہے؟ تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کو منع کردیا گیا کہ ایسی باتیں نہ پوچھا کریں۔

اور دوسری چیز دوسروں کے جو حقوق لازم ہیں ان کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا اور اپنا کوئی حق ہے نہیں اس کا بلا وجہ مطالبہ کرنا اس سے بھی نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

تیسری چیز جن سے آپ ﷺ نے منع فرمایا وہ ماؤں کی نافرمانی ہے، ویسے تو ماں اور باپ دونوں کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے لیکن ماں کا حق باپ کے مقابلے میں زیادہ ہے اور ویسے بھی اولاد ماں کی نافرمانی پر باپ کی نافرمانی کے مقابلے میں زیادہ جری ہوا کرتی ہے اس لیے یہاں خاص طور پر ماں کی نافرمانی کا تذکرہ کیا۔

اور چوتھی چیز لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع کیا ہے، زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا اس سے بھی نبیٔ کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

٢٩٨ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ، سَمِعْتُ جَابِرًا رضي الله عنه: مَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قَطُّ فَقَالَ: لَا .

ترجمه: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ سے کبھی بھی کسی چیز کے متعلق سوال کیا گیا ہو اور آپ نے نا کہا ہو ایسا نہیں ہوا۔

تشریح: کبھی آپ ﷺ سوال کے جواب میں منع نہیں فرماتے تھے، جو بھی چیز آپ سے مانگی جاتی تھی حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ فوراً دے دیا کرتے تھے چاہے خود کو ضرورت ہو، بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے ایک چادر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کی کہ اے اللہ کے رسول! میں نے اپنے ہاتھ سے کات کر بنائی ہے اور یہ اس لیے لائی ہوں کہ آپ زیب تن فرمائیں، راوی کہتے

ہیں کہ اس وقت نبیٔ کریم ﷺ کو کپڑوں کی ضرورت تھی آپ نے گویا اس کو بڑی احتیاج کے ساتھ یعنی عین ضرورت کے موقع پر یہ چادر اور اس کا ہدیہ قبول فرمایا، اس کے بعد آپ جب گھر میں تشریف لے گئے تو اسی چادر کو پہن کر مجلس میں تشریف لائے، ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ سے اس چادر کو ٹٹولنا شروع کیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ بہت اچھی ہے مجھے عنایت فرما دیجئے، تو نبیٔ کریم ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ: ٹھیک ہے، کیونکہ اس وقت آپ مجلس میں تشریف فرما تھے اس لیے اسی وقت اس کو نکالنا ممکن نہیں تھا، آپ نے وعدہ فرما لیا، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب مجلس ختم ہوئی اور نبیٔ کریم ﷺ مکان کے اندر تشریف لے گئے اور جا کر وہ چادر آپ نے نکال کر تہہ کر کے صحابی کے پاس بھیج دی، جب آپ اندر تشریف لے گئے تو مجلس میں جو صحابہ موجود تھے انہوں نے اس درخواست کرنے والے صحابی کو تنبیہ کی کہ بھلے آدمی تمہیں معلوم تھا کہ نبیٔ کریم ﷺ کو اس وقت کپڑوں کی ضرورت ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ آپ کسی کے مطالبے پر انکار نہیں فرماتے ہیں اور کبھی نامیں جواب نہیں دیتے، تم نے کیوں مانگا؟ اس وقت ان صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے تو اس لیے مانگا کہ یہی کپڑا میرے لیے آئندہ چل کر کفن بنے۔ راوی کہتے ہیں کہ چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ چادر ان کے کفن میں استعمال کی گئی۔ بہر حال بتلانا یہ ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ کسی چیز کو منع نہیں فرماتے تھے، جو مطالبہ ہوتا تھا آپ اس کو پورا کر لیا کرتے تھے۔

حضرت امام زین العابدین علی ابن حسین ابن علی کے مناقب میں فرزدق شاعر نے ایک قصیدہ کہا ہے نفحۃ العرب میں ہے اس کا ایک شعر ہے: ما قال لا قط إلا في

تشھد ولولا التشھد لکانت لاؤہ نعم کبھی انہوں نے اپنی زبان سے نانہیں کہا،
صرف کلمۂ تشہد میں جہاں کلمۂ شہادت اس میں أشهد أن لا إله إلا الله میں لا کہا
اگر کلمۂ تشہد نہ ہوتا تو ان کی زبان سے لا کبھی نہیں نکلتا۔

بہرحال نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کا بھی یہی حال تھا۔ پہلے بھی آچکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کسی کو انکار نہیں فرماتے تھے۔

بَابُ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْءِ الصَّالِحِ

۲۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رضي الله عنه قَالَ:بَعَثَ إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنِي أَنْ آخُذَ عَلَيَّ ثِيَابِي وَسِلَاحِي،ثُمَّ آتِيهِ، فَفَعَلْتُ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَصَعَّدَ إِلَيَّ الْبَصَرَ ثُمَّ طَأْطَأَ،ثُمَّ قَالَ: ”يَا عَمْرُو، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَبْعَثَكَ عَلَى جَيْشٍ فَيُغْنِمُكَ اللهُ، وَأَرْغَبُ لَكَ رَغْبَةً مِنَ الْمَالِ صَالِحَةً“، قُلْتُ: إِنِّي لَمْ أُسْلِمْ رَغْبَةً فِي الْمَالِ، إِنَّمَا أَسْلَمْتُ رَغْبَةً فِي الْإِسْلَامِ فَأَكُونُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ”يَا عَمْرُو، نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْءِ الصَّالِحِ“.

اچھا مال اچھے آدمی کے لیے نعمت ہے

ترجمہ: حضرت موسیٰ ابن علی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے پاس پیغام بھیجا، اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے کپڑے پہن کر ہتھیار سجا کر (گویا

سفر کے لیے جو تیاری ہوسکتی ہے وہ کر کے نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں) اس ہدایت کے مطابق میں سب تیاری کر کے کپڑے وغیرہ پہن کر اور ہتھیار سجا کر نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جس وقت میں آپ کی خدمت میں پہنچا اس وقت حضور اکرم ﷺ وضو فرما رہے تھے، میں جب آپ کے پاس پہنچا تو نبیٔ کریم ﷺ نے وضو کرتے کرتے اپنی نگاہ میری طرف اٹھائی (جیسے کوئی آدمی نیچے دیکھ رہا ہو تو کھڑے آدمی کو یوں کر کے دیکھتا ہے اور پھر سر جھکا لے) اس طرح نبیٔ کریم ﷺ نے بھی میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور پھر آپ نے اپنی نگاہ جھکا لی اور اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: اے عمرو! میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجوں تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تم کو مال غنیمت کے طور پر کچھ دے اور تم کو اچھا مال حاصل ہو (حضور اکرم ﷺ نے کسی لشکر کا امیر بنا کر ان کو بھیجنے کے ارادہ کا اظہار فرمایا اور یہ اس لیے تھا تا کہ اس کے ضمن میں اسی کی وجہ سے مال غنیمت کے طور پر کچھ مال بھی حاصل ہو جائے، حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ کے اس ارشاد کو سن کر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں مال کی خاطر مسلمان نہیں ہوا (کیونکہ اس وقت تازہ تازہ اسلام لائے ہوئے تھے، صلح حدیبیہ کے بعد کا زمانہ تھا اور اس کے بعد ان کو حضور اکرم ﷺ نے ایک سریہ کا امیر بنایا تھا، کہا کہ مال کی خاطر میں اسلام نہیں لایا، میں تو اسلام کی محبت میں ایمان لایا ہوں اور یہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ کے ساتھ رہوں) اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اے عمرو! نیک آدمی کے لیے اچھا مال بڑا پسندیدہ ہے (یعنی اگر کسی نیک آدمی کو کسی جائز طریقے سے اور جائز راستے سے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے بتلائے ہوئے راستے سے کوئی مال مل جائے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری میں استعمال کرے اور خرچ کرے یہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اس کے لیے گویا بڑی اچھی چیز ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی آدمی اگر شریعت کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق صحیح طریقے سے مال کماتا ہے اور وہ صالح آدمی ہے کہ اس مال کو اللہ کی خوشنودی ہی کے اندر خرچ بھی کرتا ہے، اس لیے کہ مال بھی ان چیزوں میں سے ہے کہ

جس کے متعلق خصوصیت کے ساتھ قیامت کے روز سوال کیا جائے گا۔ نبیٔ کریم ﷺ کا ارشاد ہے:
لا يزول قدما ابن آدم يوم القيامة حتىٰ يسئل عن خمس عن عمره فيما افناه وعن شبابه فيما ابلاه وعن ماله من اكتسبه وفيما انفقه وماذا عمل فيما علم
انسان کے پاؤں اللہ کے حضور سے قیامت کے روز ہٹ نہیں سکیں گے یہاں تک کہ پانچ چیزوں کے متعلق اس کو سوال کیا جائے گا، ایک تو زندگی کے متعلق کہ زندگی کہاں پر گذاری اور جوانی کو کہاں خرچ کیا، مال کو کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جو علم ملا تھا اس پر کتنا عمل کیا؟۔ بہر حال اگر کوئی شخص مال کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لیے بڑی سعادت کی بات ہے اور گویا اس کے لیے آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے، اسی لیے حدیث میں آتا ہے نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا لا حسد الا فی اثنین کہ دو آدمی ایسے ہیں کہ ان پر رشک اور غبطہ کرنا جائز ہے، ایک تو وہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کا علم دیا اور اس کے ذریعے وہ اللہ کے حکم کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور وہ دن رات اس کی تلاوت بھی کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہے اور وہ مال کو دن رات اللہ کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ بہر حال نعم المال الصالح للمرأ الصالح ، مال فی نفسہ کوئی نفرت کی چیز نہیں ہے اگر اس کے ذریعے کوئی شخص اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

تشریح: مال صالح یعنی وہ مال جو صحیح طریقہ سے اور جائز طریقے سے شریعت کے بتلائے ہوئے آداب و شرائط کی رعایت کرتے ہوئے حاصل کیا گیا ہو ایسے مال کو مال صالح کہتے ہیں، ایک نیک آدمی کے لیے جو اللہ کی اطاعت و فرماں برداری اور اللہ کے احکام کی بجا آوری کا اہتمام اپنی زندگی کے ہر شعبے میں کرتا ہے ایسے آدمی کو اگر اس طرح کا مال مل جائے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اور فرماں برداری کا اور مالی حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرے تو یہ مال بھی اس کے حق میں بڑا بابرکت ہے،

جیسے برے آدمی کے لیے مال برا ہے وہ غلط کاموں میں اس کا استعمال کرے گا، اس مال کے ذریعے سے اللہ کی نافرمانی کرے گا، گناہ کرے گا، اور نیک آدمی مال کو اللہ کی اطاعت، وفرماں برداری میں استعمال کر کے اجر وثواب حاصل کرے گا۔

بَابُ مَنْ أَصْبَحَ آمِنًا فِي سِرْبِهِ

٣٠٠ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُومٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي شُمَيْلَةَ الْأَنْصَارِيِّ الْقُبَائِيِّ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِحْصَنٍ الْأَنْصَارِيِّ رضي الله عنه، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ أَصْبَحَ آمِنًا فِي سِرْبِهِ، مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، عِنْدَهُ طَعَامُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا".

اپنی جان مال میں امن وامان کے ساتھ صبح کرے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے

ترجمہ: نبیٔ کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی جان و مال میں امن وامان کے ساتھ صبح کرے (یعنی ایسی حالت میں صبح کی کہ کوئی تکلیف نہیں ہے، کوئی پریشانی نہیں ہے، کوئی خطرہ نہیں ہے اپنی جان و مال کے متعلق) اور اس کا جسم بالکل عافیت سے اور تندرست ہے اور اس دن کی روزی اس کے پاس ہے (یعنی اس دن جو کھاتے ہیں ایک دن کا کھانا اس کے پاس موجود ہے تو اس کے لیے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ گویا ساری خیر اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمیٹ کر اس کو دے دی گئی۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ

نعمتیں حاصل ہوں، کہ ان کو جان و مال کے اعتبار سے امن و امان حاصل ہے، جسم میں تندرستی ہے اور اس دن کی روزی ملی ہوئی ہے تو گویا دنیا کی ساری نعمتیں ان کو حاصل ہیں۔

روزی کے معاملہ میں اصل چیز یہ ہے کہ جتنا آج ملا ہے اس پر قناعت کرنی چاہیے اور یہ سوچنا چاہیے کہ جس اللہ نے آج دیا ہے کل بھی وہی دے گا، کل کی وجہ سے اپنے آپ کو آج غم اور فکر میں ڈالنا یہ کوئی دانش مندی نہیں ہے، آج اللہ تعالیٰ نے کھانے کے لیے دیا ہے تو کل بھی اس کی طرف سے انتظام ہو جائے گا۔

بَابُ طِيبِ النَّفْسِ

٣٠١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ الْأَسْلَمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ خُبَيْبٍ الْجُهَنِيَّ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْهِ أَثَرُ غُسْلٍ، وَهُوَ طَيِّبُ النَّفْسِ، فَظَنَنَّا أَنَّهُ أَلَمَّ بِأَهْلِهِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، نَرَاكَ طَيِّبَ النَّفْسِ؟ قَالَ: "أَجَلْ، وَالْحَمْدُ لِلهِ"، ثُمَّ ذُكِرَ الْغِنَى، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّهُ لَا بَأْسَ بِالْغِنَى لِمَنِ اتَّقَى، وَالصِّحَّةُ لِمَنِ اتَّقَى خَيْرٌ مِنَ الْغِنَى، وَطِيبُ النَّفْسِ مِنَ النِّعَمِ".

آدمی کا ہشاش بشاش رہنا

ترجمہ: معاذ بن عبد اللہ بن خبیب الجہنی اپنے والد سے اور وہ ان کے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ ان کے پاس ایسی حالت میں تشریف لے آئے کہ آپ کے

جسم مبارک پر غسل کا اثر تھا (گویا ابھی تازہ تازہ غسل فرما کر آرہے ہیں) اور آپ ﷺ بالکل ہشاش بشاش تھے، خوش تھے، ہم نے یہ سمجھا کہ آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ ملاقات کر کے آئے ہوئے ہیں، ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ کو ہشاش بشاش پا رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: جی ہاں! اللہ کا شکر ہے۔ اس کے بعد مالداری کا تذکرہ ہوا تو نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی اللہ سے ڈرتا ہو اس کے لیے مالداری میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے اور جو آدمی اللہ سے ڈرتا ہو اس کے لیے تندرستی مالداری سے بھی بڑھ کر کے ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا ہشاش بشاش ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہیں۔

تشریح: آدمی کا ہشاش بشاش ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس کو ہمیشہ fresh رہنا کہتے ہیں کہ کبھی اس کے اوپر غم طاری نہ ہو۔ ہشاش بشاش ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی چیز ہے، اس کا بھی آدمی کو اللہ سے سوال کرنا چاہیے، اسی طرح ایسی مالداری بھی مانگنی چاہیے جو مالداری آدمی کو اللہ کی نافرمانی میں مبتلا نہیں کرتی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خشیت کے ساتھ تندرستی یہ بھی بہت بڑی نعمت ہے، اور تندرستی والی نعمت مالداری سے بھی بڑھ کر ہے، اس لیے کہ ایک آدمی کے پاس پیسے ہیں لیکن تندرستی نہیں ہے تو وہ اپنی ساری دولت تندرستی کے لیے خرچ کرنے کے لیے تیار ہے۔ بہرحال تندرستی اس سے آگے کی نعمت ہے، اسی لیے ہمارے یہاں کہاوت مشہور ہے کہ تندرستی ہزار نعمت ہے۔

٣٠٢ - أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْأَنْصَارِيِّ رضي الله عنه، أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ؟ فَقَالَ: "الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ مَا حَكَّ فِي نَفْسِكَ

وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ".

ترجمہ: حضرت نواس ابن سمعان الانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبیٔ کریم ﷺ سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا کہ نیکی کیا ہے اور گناہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھے اخلاق نیکی ہے اور تمہارے دل کے اندر جو چیز کھٹکے وہ گناہ ہے اور جس کو تم ناپسند کرو کہ لوگ اس سے واقف ہوں گے تو اچھا نہیں یہ بھی گناہ ہے۔

تشریح: جو کام ایسا ہو کہ جس کے بارے میں تمہارا دل یہ چاہتا ہو کہ لوگوں کو اس کام کا پتہ نہ چلے تو سمجھ جاؤ کہ اس میں کوئی گڑ بڑ ہے، یہ گویا گناہ ہونے کی علامت ہے اس سے اپنے آپ کو بچانے کی ضرورت ہے۔

۳۰۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ، وَأَجْوَدَ النَّاسِ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ، وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَانْطَلَقَ النَّاسُ قِبَلَ الصَّوْتِ، فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَبَقَ النَّاسَ إِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ يَقُولُ: "لَنْ تُرَاعُوا، لَنْ تُرَاعُوا"، وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ، مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ، وَفِي عُنُقِهِ السَّيْفُ، فَقَالَ: "لَقَدْ وَجَدْتُهُ بَحْرًا، أَوْ إِنَّهُ لَبَحْرٌ".

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ لوگوں میں سب سے بہتر اور لوگوں میں آپ سب سے زیادہ سخی تھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک مرتبہ رات کے وقت مدینہ والے ایک آواز سن کر گھبرا گئے جب صبح صادق ہوئی تو لوگ اس آواز کی طرف گئے حضور ﷺ نے لوگوں کو آتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں یعنی ایسی کوئی خطرے کی بات نہیں ہے واپس چلو اور اس وقت نبیٔ کریم ﷺ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا

ایک گھوڑا جس پر زین بھی نہیں تھا اس پر سوار تھے، اور نبیٔ کریم ﷺ کے گلے میں تلوار لٹک رہی تھی اور حضور ﷺ نے اس گھوڑے کے متعلق فرمایا کہ ہم نے اس کو سمندر کی طرح پایا (یعنی اس کی چال بہت تیز ہے)۔

تشریح: آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین تھے، ایک حسن جسمانی ہوتا ہے اور ایک حسن اخلاق و عادات کی خوبیوں کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے گویا آپ جسمانی اعتبار سے بھی حسین و جمیل تھے اور اخلاق و عادات کے اعتبار سے بھی آپ سب سے اونچے اخلاق پر فائز تھے، آپ کا حسن و جمال ہر انسان پر فائق تھا۔

آپ ﷺ سب سے زیادہ بہادر تھے آپ کی بہادری کی ایک مثال اس حدیث میں ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے آبادی سے باہر سے کوئی خطرناک آواز سنی جس کی وجہ سے سب پر ایک ڈر اور خوف کی کیفیت طاری ہوگئی، لوگوں نے سوچا کہ بستی سے نکل کر تحقیق کی جائے کہ یہ آواز کیسی ہے، جب لوگ باہر نکل کر جانے لگے تو دیکھا کہ نبیٔ کریم ﷺ ادھر سے تشریف لا رہے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ آدھی رات کے وقت ایسی خطرناک آواز سننے پر جبکہ اور لوگوں نے احتیاط کی بنیاد پر اس وقت نکلنا مناسب نہیں سمجھا، آپ تن تنہا وہاں تشریف لے گئے جس سے آپ کی بہادری معلوم ہوتی ہے۔

بخاری شریف کی روایت میں یہ بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ وہ آواز رات کے وقت سنی گئی تھی، تو رات کا وقت ہونے کی وجہ سے لوگوں نے اس وقت اس آواز کی تحقیق اور تفتیش کے لیے جانا مناسب نہیں سمجھا، صبح کا انتظار کیا۔

آواز کی طرف جانے کے لیے وقتی طور پر نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت ابوطلحہ

رضی اللہ عنہ کا گھوڑا مانگ لیا تھا اور عجلت اور جلدی کی وجہ سے اس پر زین ڈالنے کی بھی نوبت نہیں آئی تھی، بغیر زین ڈالے ایسے ہی ننگی پیٹھ پر ہی سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی خطرہ وغیرہ ہو اور اس کی تحقیق کے لے آدمی کو فوراً جانا پڑے تو ایسے ہی نہ جائے بلکہ ہتھیار لے کر جائے، عام طور پر ہمارا مزاج ایسا ہے کہ خالی ہاتھ نکل جاتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ کچھ لے کر کے جانا چاہیے۔

٣٠٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ، إِنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ، وَأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَاءِ أَخِيكَ".

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نیکی صدقہ ہے اور اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے لیے پانی ڈالو یہ بھی نیکی ہے۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر نیک کام اپنے اندر صدقہ کا ثواب رکھتا ہے اور نیکی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی سے ملاقات کرو تو خندہ پیشانی کے ساتھ ہنستے ہوئے اپنے بھائی کی ملاقات کرو۔ یعنی اس طرح نہیں کہ منھ پھولا ہوا ہے، اپنے مسلمان بھائی کو ہنستے ہوئے ملنا یہ بھی نیکی ہے اور اس میں بھی صدقہ کا ثواب ہے۔